جھوٹا مقدّمہ

سچّا مُلزم

عبداللہ ملک

جھوٹا مقدمہ سچّا ملزم

جارجی ڈیمیتروف کی سوانح اور اُس کے خلاف ہٹلر کے
قائم کردہ جھوٹے مقدمے کی تفصیلی روئیداد جس نے
نصف صدی پہلے پوری دُنیا میں تہلکہ مچادیا

عبداللہ ملک

کوشش پبلشرز ——— لاہور

بار اوّل ـــــــــ ۱۹۷۸ء
تعداد ـــــــــ دو ہزار
صفحات ـــــــــ ۲۸۸
قیمت ـــــــــ ۳۰ روپے
ناشر ـــــــــ کوثر پبلشرز
مطبع:- پریمیر پرنٹرز، گارڈی ٹرسٹ بلڈنگ نیپر روڈ۔ لاہور

کوثر پبلشرز۔ شوکت حیات کالونی
ماڈل ٹاؤن۔ لاہور فون نمبر ۸۵۱۴۰۰

انتساب

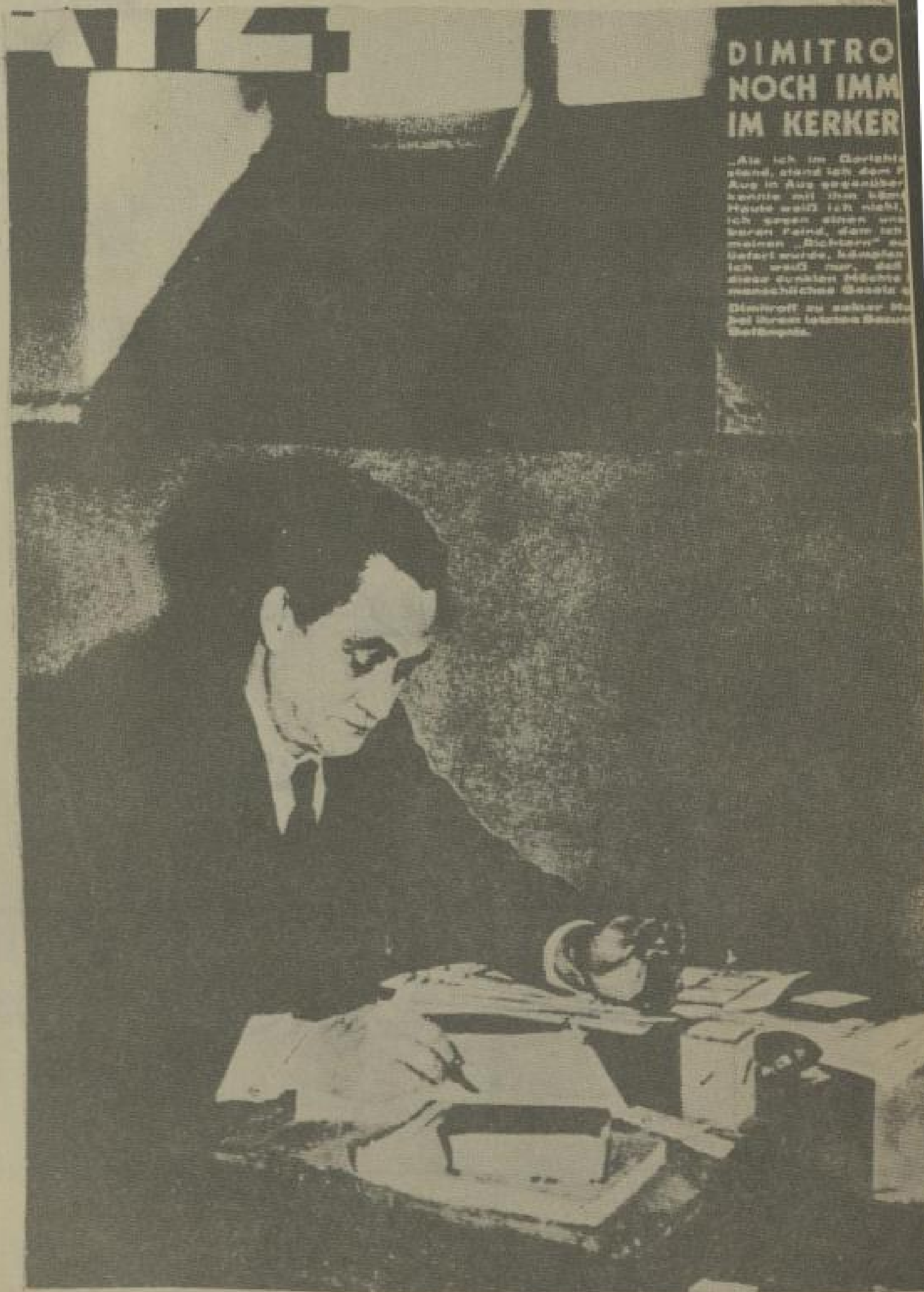
"راولپنڈی سازش ٹریبونل کے سزا یافتہ"

فیض احمد فیضؔ

کے نام

وہ بات سارے فسانے میں جس کا ذکر نہ تھا

وہ بات ان کو بہت ناگوار گزری ہے



ڈیمیٹروف لیپ زگ کی جیل میں

ترتیب

پیش لفظ

وہ ایک بہت ہی چھوٹے سے ملک کا کمیونسٹ لیڈر تھا۔ وہ بلغاریہ کا رہنے والا تھا۔ وہی بلغاریہ جو صدیوں تک ریاستہائے بلقان کا ایک حصّہ تصور ہوتا رہا۔ وہی بلغاریہ جو پانچ سو سالوں تک ترکوں کا محکوم رہا، لیکن مسلسل پانچ صدیوں تک اسی ننھے سے ملک کے بسنے والے کبھی برزمین اور کبھی زیرزمین، کبھی کھلم کھلا اور کبھی چُھپ چھپا کے ترکوں کی حاکمیت اور ان کے تسلّط کے خلاف سینہ سپر رہے۔ وہ اسی بلغاریہ کا رہنے والا تھا، جس کی سرحدیں یونان، ترکی، یوگوسلاویہ، رومانیہ اور سویت یونین سے ملتی ہیں، جو بحیرہ بالٹک کے نیلگوں پانیوں والے ساحل پر واقع ہے۔ ہاں تو وہ اسی بلغاریہ کا رہنے والا تھا۔ لیکن آج سے چالیس پنتالیس سال پہلے جب وہ کمیونسٹ لیڈر کے طور پر ایک عالم سے روشناس ہوا تھا، جب وہ بین الاقوامی مزدور تحریک کے قائد کے طور پر ابھرا تھا، جب وہ تھرڈ کمیونسٹ انٹرنیشنل کے سیکرٹری جنرل کے عہدے پر فائز ہوا تھا تو کسی نے اُس کو اس کی قومیت کے حوالے سے نہیں جانا تھا۔ کسی نے یہ بھی معلوم نہیں کیا تھا کہ وہ کسی بڑے ملک کا رہنے والا ہے یا مختصر سے ملک کا باشندہ ہے۔ اس جہانِ رنگ و بو کے بسنے والوں نے تو اُسے صرف ایک بہادر اور جیالے کے رُوپ میں دیکھا اور اُس سے مسحور ہو گئے۔ ایک عالم نے اُس کو ملزموں کے کٹہرے میں دیکھا اور پھر دنیا یہ دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئی کہ وہ ملزموں کے کٹہرے میں کھڑے ہو کر اس دور کے سب سے ظالم اور جابر حاکموں کو للکار رہا ہے اور ایسے وقت جب موت کا سایہ اُس پر پڑ رہا تھا تو وہ مسکرا رہا تھا، ججوں کا مذاق اڑا رہا تھا

اُن کے جھوٹ کا پردہ فاش کر رہا تھا اور ایک عالم اُس کی خطابت، اُس کی جراٴت اور دیانت کا معتقد ہو گیا۔ ایسے ہی شخص کے لیے حسرت نے کہا تھا ؎

حُسن اُن کا بہ امتزاجِ وفا
اک نمونہ تھا بے مثالی کا

یہ جارج ڈیمیتروف GEORGI DIMITROV تھا، جس کو ۱۹۳۳ء میں نازی ڈکٹیٹر ایڈولف ہٹلر نے ایک جھوٹے مقدّمے میں ملوث کر کے پابجولاں جیل میں ڈال دیا تھا۔ اور پھر جب مہینوں بعد اس جھوٹے مقدّمے کی جرمنی کے ایک شہر لیپزگ LEIPZIG میں سماعت شروع ہوئی تو اُس نے پانسہ پلٹ دیا اور دنیا کو بتا دیا کہ یہ جھوٹ، یہ افترا اس پر کیوں باندھا گیا ہے — صرف اس لئے کہ نازی حاکم جرمنی کی کمیونسٹ پارٹی کو خلافِ قانون قرار دے سکیں۔ اس کے سینکڑوں ہزاروں کارکنوں اور لیڈروں کو سپرد زنداں کیا جا سکے۔ اس کے نام لیواؤں کو مرعوب کر کے پست ہمّت کیا جا سکے اور اس طرح سے جرمنی کے اندر جمہوریت کے لئے لڑنے والے عناصر کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاموش کرایا جا سکے۔ لیکن ڈیمیتروف نے بساط الٹ دی۔ اُس نے عالمی رائے عامہ کے سامنے اپنی بجائے نازی لیڈروں اور نازی حکومت کو مجرم کے طور پر پیش کر دیا۔ اُس نے ان کے بھیانک چہروں پر پڑی ہوئی نقاب اُلٹ دی۔ اُس نے ان کی چیرہ دستیوں کو طشت از بام کر دیا اور دنیا کو بتا دیا کہ ان حاکموں کے کیا عزائم ہیں؟ نازی ازم کیا ہے اور نازی لیڈر دنیا کو غلام بنانے کے لئے کیا منصوبے باندھے ہوئے ہیں؟ چنانچہ جب اس جہانِ رنگ و بو کے مجبور و مقہور اور مظلوم انسانوں نے اسے اس رُوپ میں دیکھا تو وہ اُن کے دلوں کی دھڑکن بن گیا ؎

یوں تو ہوتے ہیں محبّت میں جنوں کے آثار
لوگ کچھ اور بھی دیوانہ بنا دیتے ہیں

صرف یہی نہیں بلکہ اس مقدّمے نے، اس کی جراٴت نے، اس کی خطابت نے اور اس کی بہادری کا

نے اور جس انداز سے اُس نے یہ مقدمہ لڑا، ان سب خصوصیات نے مل کر اس کو دیس دیس کے سیاسی طور پر باشعور طبقوں کا محبوب بنا دیا۔ جہاں جہاں اور جس جس دیس میں مزدور کسان اور محنت کش اپنی آزادی اور سوشلزم کی لڑائی لڑ رہے تھے، وہیں اس کا نام ایک محبوب رہنما کے طور پر لیا جانے لگا اور ملک ملک میں جارج ڈیمیٹروف کو نازیوں کے ہاتھوں مرنے سے بچاؤ کے نعرے گونجنے لگے اور دیس دیس میں اس جھوٹے مقدمے کی قلعی کھلنے لگی۔

یہی زمانہ تھا جب اس برصغیر میں بھی جارج ڈیمیتروف کا نام یہاں کے بائیں بازو کے حلقوں میں زبان زد عام ہونے لگا اور جیسے جیسے اس جھوٹے مقدّمے کی روئیداد اخبارات کے ذریعے معلوم ہوتی گئی ویسے ہی ڈیمیتروف کی عظمت بڑھنے لگی۔ اور اس برصغیر میں جب ہم نے اس مقدّمے کی روئیداد پڑھنی شروع کی تو ہم اور بھی متاثر ہوئے کیونکہ اس برصغیر کے بسنے والوں کے شعور میں سیاسی مقدمات کو بہت زبردست اہمیت حاصل رہی ہے۔ ابوالکلام ہوں یا گاندھی، مولانا محمد علی ہوں یا مولانا حسین احمد مدنی، ان کے خلاف ملک معظم کی قانونی حکومت کا تختہ الٹنے کے الزام میں جو مقدّمات چلے تھے اور ان مقدّمات میں جس انداز سے ان لیڈروں نے ملک معظم کی حکومت کی چیرہ دستیوں کو بے نقاب کیا تھا وہ ہمارے شعور میں رچ بس گئی تھیں۔ یہ عدالتی بیان اس زمانے میں ہم کو ازبر ہو گئے تھے۔ اور انہی بیانوں نے ہماری نسل کو سامراج دشمن صفوں میں دھکیل دیا تھا۔ انہی عدالتی بیانوں کے الفاظ سے ہمارے سیاسی شعور کو زبان ملی تھی۔ اور پھر اسی زمانے میں میرٹھ سازش کیس قائم ہوا تھا جس میں اس برصغیر کے بتیس کمیونسٹ لیڈروں کے خلاف ملک معظم کی حکومت کا تختہ الٹنے اور خونی انقلاب بپا کرنے کے الزامات میں ایک مدّت مقدمہ چلتا رہا۔ اس مقدمے نے بھی زبردست شہرت حاصل کی تھی۔ اور اس میں ملزموں کی طرف سے خود پنڈت جواہر لال نہرو نے وکیل صفائی کے فرائض ادا کئے تھے۔ چنانچہ یہ سیاسی مقدمات ہمارے سیاسی شعور کا ایک جزو بن گئے تھے اور جب جارج ڈیمیتروف کے مقدمہ کو بین الاقوامی شہرت حاصل ہوئی تو اس نے ہمیں اور بھی متاثر کیا تھا۔ اور اس زمانے میں جارج ڈیمیتروف کے عدالتی بیان کے کئی حصّے نوکِ زبان پر رہتے

تھے اور آج جب میں چالیس بیالیس برس کے بعد ۱۹۷۸ء کی گرمیوں کی ایک دوپہر کو ان یادوں کو کریدنے بیٹھا ہوں تو آج بھی جارج ڈیمیتروف کے اس بیان کے کئی حصّے مجھے یاد آ رہے ہیں اُس نے پہلے دن ہی عدالت کو مخاطب کر کے کہا تھا:

"میں ایک مقروض کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک قرض خواہ کی حیثیت سے اس عدالت میں پیش ہو رہا ہوں۔ میں عدالت سے رحم اور نوازش کی درخواست نہیں کرتا میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ مجھے ایک سچے کمیونسٹ کی طرح اپنا دفاع کرنے کا حق دیا جائے۔"

یہ مقدمہ اور اس کی روئیداد آج بھی خون گرما دیتی ہے۔ جذبات میں حدّت پیدا کر دیتی ہے اور ہٹلر اور اس دور کی فسطائیت کے مظالم کے خلاف جس بہادری سے ڈیمیتروف لڑا تھا، یہ روئیداد آج بھی محنت کشوں کو نئے ہٹلروں اور نئی فسطائیت اور سامراجی ریشہ دوانیوں کے خلاف سینہ سپر ہونے کے لئے اکساتی ہے۔ آج بھی دیس دیس میں سماجی تبدیلیوں کے لئے جدوجہد ہو رہی ہے۔ آج بھی دنیا بھر کے محنت کش اپنا سُرخ پرچم لئے سوشلزم کی لڑائی لڑ رہے ہیں اور ان کا راستہ روکنے کے لئے آج بھی دیس دیس میں جھوٹے مقدمے قائم ہو رہے ہیں۔ عدالتیں اوپری طبقوں کی حفاظت کے لئے محنت کشوں کے لیڈروں کو سزائیں سنا رہی ہیں۔ اس لئے آج کے دور میں بھی جارج ڈیمیتروف کی پوری زندگی کے حالات اور اس کا مقدمہ انقلاب بپا کرنے والوں کے لئے ایک زندہ جاوید دستاویز ہے۔ جارج ڈیمیتروف کی پوری زندگی ایک سچے اور بہادر کمیونسٹ کی زندگی تھی جس نے مارکس اور لینن کی تعلیمات کی روشنی میں جدوجہد کی اور بالآخر آزاد اور سوشلسٹ بلغاریہ کا پہلا صدر منتخب ہوا اور اسی حیثیت میں اُس نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کی ؎

پھرتے تھے دشت دشت دوانے کدھر گئے
وے عاشقی کے ہائے زمانے کدھر گئے

یہ اوراق جارج ڈیمیتروف کی سوانح، نازیوں کے قائم کردہ جھوٹے مقدمے کی روئیداد، کمیونسٹ انٹرنیشنل میں جارج ڈیمیتروف کا کردار اور نئے بلغاریہ کی تخلیق میں اس کا حصّہ، ان سب ادوار پر مشتمل ہیں۔ ڈیمیتروف کی زندگی نصف صدی پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس کو تین پونے تین سو صفحات میں قلمبند کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ اس لئے کہ اس زندگی میں اُس نے ان گنت کارہائے نمایاں کیے، اَن گنت تحریکوں کی قیادت کی، مظاہرے منظم کئے، انقلاب بپا کرنے کی تیاری کی، بین الاقوامی کمیونسٹ تحریک کی رہنمائی کی۔ ہر پہلو ایک کتاب ہے۔ اس لئے اگر بعض پہلو ان اوراق میں تشنہ رہ گئے ہوں تو یہ مجبوری ہے ورنہ وہ ایسی پہلودار شخصیت ہے کہ اس پر ہزاروں صفحات قلم بند کرکے بھی موضوع سے پورا انصاف نہیں ہو پاتا۔

پڑا فلک کو کبھی دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے خاک نہ کردوں تو داغؔ نام نہیں

ہاں ایک اور سوال کا جواب بھی ضروری ہے کہ ایک دور دراز چھوٹے سے ملک کے کمیونسٹ رہنما کی سوانح کیوں؟ مختصراً جواب یہ ہے کہ جہاں بھی سماجی تبدیلیوں کے لئے لوگ مصروفِ پیکار ہوں، جہاں بھی مزدور طبقہ اپنے روٹی روزگار کی جدوجہد میں مصروف ہو، جہاں بھی کاشت کار، مزارع اور کھیت مزدور زمین کے لئے لڑ رہے ہوں اور جہاں بھی لوگ سوشلزم کے لئے مصروفِ جہد ہوں، ان سب کے لئے ڈیمیتروف اور اس کے قبیل کے لوگوں کی سوانح بہت اہم ہیں کیونکہ ان کی زندگی کے حوالے سے تحریکوں کو منظم کرنے، مختلف حالات اور مختلف ادوار میں جدوجہد کرنے کے ڈھنگ آنے لگتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہونے لگتا ہے کہ ایک وقت میں کون سا طریق کار اپنانا سودمند ہوتا ہے، کون سے داؤپیچ استعمال میں لانے چاہئیں اور پارٹی کی اہمیت کیا ہے۔ اس کے اندر جمہوری ڈسپلن کیوں انقلاب کے لئے ایک لازمی شرط ہے۔ ان سب سوالوں کے جواب ان کمیونسٹ رہنماؤں کی زندگی، ان کی تحریروں اور ان کی جدوجہد سے حاصل ہوتے ہیں اور ہمارے جیسے ملکوں کے لئے یہ زندگیاں روشنی کا مینار ہیں جن کی روشنی میں ہم اپنی سماجی تبدیلیاں

کے لئے صحیح اور درست راہیں متعین کر سکتے ہیں ؎

تو رنگِ بہار ہے چمن میں تو شعلہ شمع ہے انجمن میں

آخر میں اس کتاب کے محرکات کا ذکر بھی ضروری ہے۔ یہ ستمبر کا مہینہ تھا اور ۱۹۷۷ء کا سال تھا میں اور میری بیوی بلغاریہ میں سیر و تفریح کے طور پر گھوم رہے تھے اور بلغاریہ کے خوبصورت اور دلفریب دارالحکومت صوفیا میں ہم نے جارجی ڈیمیتروف کا مقبرہ دیکھا۔ اس میں جارجی ڈیمیتروف کی نعش کو محفوظ کیا گیا ہے اور یہاں بلغاریہ کی نوجوان نسل ہو یا بوڑھی نسل یا پھر باہر سے آنے والے سیاح ہوں، وہ سبھی بلغاریہ کے اس عظیم سپوت کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے جاتے ہیں۔ چنانچہ میں نے جب اس مقبرے کے اندر قدم رکھا تو مجھے جارج ڈیمیتروف کی پوری زندگی یاد آ گئی اور میں نے تہیہ کر لیا کہ جیسے ہی موقع ملے گا اس عظیم کمیونسٹ کی سوانح اور اس کے کارنامے اپنے لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کروں گا۔

یہ شکر کا مقام ہے کہ میں نے ستمبر ۱۹۷۷ء میں جو ارادہ کیا تھا اسے ایک سال کے اندر اندر پایہ تکمیل تک پہنچانے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ ارادہ ہے کہ بلغاریہ کے بارے میں بھی قدرے ایک تفصیلی کتاب رقم کروں کیونکہ مشرقی یورپ کے سوشلسٹ ممالک کے تجربات سوویت یونین کی طرح اپنے اندر کئی ایک نمایاں خصوصیات رکھتے ہیں اور یہ تجربات ہمارے لئے اور ہماری جدوجہد کے لئے اور خوشحال اور جمہوری پاکستان کے قیام کے لئے بہت مفید اور کارآمد ہو سکتے ہیں۔ اگر ان اوراق سے ہمارے بہادر محنت کشوں، مزدوروں، کسانوں اور جمہوریت پسند اور خوشحالی کے طالب دانشوروں کو کچھ بھی مدد مل سکے تو میرے نزدیک میری یہ محنت کامیاب و کامران رہی ؏

ما نقدِ عمر صرف رہ یار کردہ ایم
کاریکہ کردہ ایم ہمیں کار کردہ ایم

یکم اگست ۱۹۷۸ء

عبداللہ ملک

جارجی ڈیمیٹروف
(سوانح)

باب ۔ ۱

ڈیمیتروف کی پیدائش کا زمانہ بلغاریہ کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے کہ یہی وہ زمانہ تھا جب بلغاریہ بحیثیت ایک نیم آزاد ملک کے دوبارہ وجود میں آیا اور اسے سلطنت عثمانیہ کی پانچ سو سالہ غلامی سے نجات ملی۔ عثمانیوں کی جاگیر شاہی دم توڑنے لگی اور ایک گونہ سرمایہ دارانہ نشوونما کے لئے راہیں ہموار ہونے لگیں۔ یہی وہ زمانہ تھا جب بلغاریہ کے دانشور مغرب اور روسی جمہوریت پسندوں کے افکار سے متاثر ہو کر سوشلزم اور جمہوریت کے خواب دیکھنے لگے تھے۔ دراصل انیسویں صدی کے دوسرے وسط کے دوران بلغاریہ میں جب عثمانیوں سے آزادی حاصل کرنے کی تحریک زور پکڑ رہی تھی تو اس تحریک آزادی کے ساتھ ساتھ سماجی تبدیلیوں کی خواہش بھی ابھرنے لگی۔ بالکل اسی طرح جیسے ہمارے برصغیر میں جب ہم برطانوی سامراج سے گلو خلاصی کے لیے مصروف پیکار تھے۔ تو اسی محاذ آرائی کے دوران انقلاب اور سوشلزم کے افکار و تحریک نے جنم لیا تھا۔ چنانچہ جو عمل ہمارے ہاں ۱۹۲۰ء کے ارد گرد کے زمانے میں رونما ہوا تھا وہ عمل بلغاریہ میں ساٹھ ستر سال پہلے شروع ہو گیا تھا۔ کیونکہ اسی زمانے میں فرانس کے دارالحکومت میں مزدوروں نے بغاوت کر کے پہلی بار اپنی کمیون یا پہلی کمیونسٹ حکومت قائم کر لی تھی۔ پہلا تجربہ گو صرف ۲۷ گھنٹے قائم و دائم رہا لیکن ۲۷ گھنٹے کے اس تجربے نے ایک نئی منزل کی راہیں ضرور روشن کر دیں۔ امیدوں کی نئی جوت جگا دی اور خوابوں کی تعبیر پیش کر دی۔ اس پہلے تجربے کو حاکموں نے خون کے بحر بیکراں میں ضرور غرق کر دیا لیکن اس تجربے نے جو راہ

دکھا دی اُس سے یہ ظلم، یہ تشدد یورپ کے محنت کشوں کو برگشتہ نہ کر سکا۔ چنانچہ پیرس کمیون کے اس تجربے نے ہی بلغاریہ کے پہلے انقلابی دانشور اور عظیم شاعر HRISTO BOTEV کو یہ کہنے پر مجبور کیا:-

"میں اس گھڑی کا منتظر ہوں جب دنیا بھر کے لوگ بیدار ہوں گے اور پوری دنیا میں ایک نیا کمیونسٹ نظام قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

یہ افکار اور یہ نظریات خیالی ضرور تھے لیکن اس سے اس بات کا پتہ ضرور چلتا ہے کہ بلغاریہ کے پڑھے لکھے طبقے میں ایک نیا ولولہ اور نیا جوش ضرور جنم لے رہا تھا اور اسی زمانے میں ۷۸-۱۸۷۷ء میں جب روسیوں اور ترکوں کی جنگ شروع ہوئی تو اُس نے بلغاریہ کی آزادی کی تحریک کو زبردست تقویت دی۔ چنانچہ ۱۸۷۸ء میں بلغاریہ کا بہت سا علاقہ سلطنت عثمانیہ کی غلامی سے آزاد ہو گیا۔ جب یہ تبدیلیاں رونما ہو رہی تھیں تو یہی وہ زمانہ تھا جب جارجی ڈیمیتروف ایک نہایت ہی غریب گھرانے میں پیدا ہوا۔

یہ ۱۸۸۲ء کا سال تھا اور جون کی ۱۸ تاریخ تھی جب جارجی ڈیمیتروف پیدا ہوا۔ ڈیمیتروف کے خاندان نے کتنی غربت، کتنی ناداری اور کتنا افلاس دیکھا تھا اور پیٹ پالنے اور زندہ رہنے کے لئے ان کو کیا کیا صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں، ان کا اندازہ کرنا بھی محال ہے۔ لیکن اس خاندان کی صعوبتوں کا تذکرہ ڈیمیتروف کی بہن نے ڈیمیتروف کے متعلق اپنی یادیں کرید تے ہوئے جگہ جگہ ذکر کیا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی ماں کے بچپن کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتی ہے:-

ڈیمیتروف کی ماں

"ہماری ماں تیرہ سال کی تھی جب اُس کے خاندان کو ترکوں کے خوف سے مقدونیہ سے نقل مکانی کرنی پڑی۔ آج ہم میں سے کوئی بھی ان ایام کی تلخی کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ تمام پناہ گزیں اپنا مال و متاع اور گھر بار چھوڑ کر صرف وہی سامان لے کر

چل دیئے جسے وہ ہاتھوں اور کندھوں پر اٹھا سکتے تھے۔ میری ماں کا خاندان۔
DJOUMAYA جو اب BLAGOEVGARD کہلاتا ہے سے گزر کر KOVACHEVTSI
کے گاؤں میں آ کر آباد ہو گئے۔ "ہماری ماں کے پانچ بہن بھائی تھے۔ چنانچہ ماں ہمیں
سُنایا کرتی ہے کہ جب وہ لوگ پہاڑیوں میں سے گزر رہے تھے تو سب سے
چھوٹے بھائی جس کو ماں نے گود میں اٹھایا ہوا تھا، نے رونا شروع کر دیا۔ اس پر
ہمارے نانا نے کہا کہ پھینک دو اس لونڈے کو، اس کی چیخیں سُن کر ترک ابھی
آ جائیں گے اور ہم سب کو مار ڈالیں گے۔ چنانچہ ہماری ماں نے بچے کو باپ کے
ڈر کی وجہ سے کھیتوں میں ڈال دیا۔ لیکن ابھی تھوڑی دُور آگے گئے تھے کہ میری
ماں بھاگ کر واپس آئی اور پھر بھائی کو گود میں اٹھا لیا۔ ماں کو اس کے نتائج کا
علم تھا لیکن وہ دل کے ہاتھوں مجبور تھی۔"

ڈیمیتروف اس ماں کا بیٹا تھا جس کی رحم دلی اور نرم دلی ضرب المثل تھی لیکن اسی طرح ہی
ڈیمیتروف کی ماں نے جس طرح غریبی اور مفلسی کے دن کاٹے تھے وہ بھی ضرب المثل تھے۔ چنانچہ اُس
کی ماں اپنے بچپن کی افلاس زدہ زندگی کے واقعات سُنایا کرتی تھی۔ اُس نے بتایا:۔

"ہم سب بہن بھائیوں کو محنت مزدوری کرنی پڑتی تھی۔ چنانچہ مجھے بھی مختلف گھروں
میں کام کاج کرنا پڑتا۔ ایک وقت میں مجھے ایک سپاہی کے گھر میں ملازمت مل گئی۔
اس سپاہی کے گھر میں رات کو اُس کے دوست آتے اور شراب کی محفلیں جمتیں۔
اور مجھے بار ہا رات کے ایک اور دو بجے اٹھا کر شراب لانے کے لیے بھیجا جاتا۔
سردیوں کی یخ بستہ راتوں کو میں شراب خانے کے مالکوں کے دروں پر دستک دیتی
اور میرے کندھے اور سر پر شال تک نہ ہوتی اور میں ٹھٹھرتی ٹھٹھرتی شراب خرید کر
لاتی۔"

ڈیمیتروف کے باوا بھی پناہ گزیں تھے اور یہیں اسی گاؤں میں وہ بھی آ کر آباد ہو گئے۔ چنانچہ یہیں اُن

کی آپس میں ملاقات ہوئی اور دونوں نے ایک دوسرے کو پسند کر لیا اور شادی ہو گئی۔ شادی کے بعد بھی وہ دونوں مفلسی کی زندگی بسر کرتے رہے۔ چنانچہ جارجی ڈیمیتروف جوان کا پہلوٹھی کا بچہ تھا کسی زچہ خانے یا گھر میں دائی کی مدد سے پیدا نہیں ہوا تھا بلکہ کھیت میں پیدا ہوا تھا جہاں ڈیمیتروف کی ماں محنت مزدوری کر رہی تھی اور یہیں اُسے دردِ زہ شروع ہوئی اور ایک کسان نے اپنے کھردرے ہاتھوں سے جارجی کو باہر نکالا اور پھٹے پُرانے کپڑوں میں لپیٹ کر زمین پر رکھ دیا۔ اس وقت کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ بچہ بڑا ہو کر ایک انقلاب آفریں دور کا نقیب بنے گا۔ جس پر بلغاریہ ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کے محنت کش، غریب، مجبور اور مقہور انسان فخر کیا کریں گے اور اس کو خراج عقیدت پیش کرتے رہیں گے۔

ڈیمیتروف کی ماں بالکل ان پڑھ تھی لیکن اس کا باپ تھوڑا بہت پڑھ لکھ سکتا تھا۔ چنانچہ جب شام کو ڈیمیتروف کا باپ گھر لوٹتا تو وہ اخبار پڑھتا تو اس کی بیوی اصرار کرتی کہ وہ اس کو بھی لکھنا پڑھنا سکھا دے۔ پہلے تو ڈیمیتروف کا باپ ٹالتا رہا اور کہتا:۔

"جب تمہاری پڑھنے کی عمر تھی، اُس وقت تو تم نے پڑھا نہیں، اب کیا پڑھو گی"

لیکن ڈیمیتروف کی ماں مُصر رہی۔ چنانچہ بالآخر اُس نے اپنے خاوند سے قاعدہ پڑھنا شروع کر دیا اور محنت کر کے اُس نے تھوڑی بہت شدبدھ حاصل کر لی اور جب وہ کمیونسٹ پارٹی کا خفیہ لٹریچر تقسیم کرنے لگی تو کہا کرتی:۔

"تھوڑا بہت پڑھ لیا تھا تو آج میں یہ مفید کام کر رہی ہوں ورنہ میں کس کام کی رہتی"

جارجی ڈیمیتروف زیادہ پڑھ لکھ نہ سکا۔ وہ ابھی بارہ سال ہی کا تھا کہ اُس کو ملازمت کرنا پڑی لیکن اتنی کم عمری میں بھی اُس نے لکھنے پڑھنے کی اتنی شدبدھ حاصل کر لی تھی کہ اُس کو کتابوں کا چسکا پڑ گیا تھا۔ چنانچہ ابھی وہ سکول ہی میں پڑھتا تھا کہ وہ ایک کتاب خرید لایا۔ یہ LEVSKI کی سوانح عمری تھی جس نے انیسویں صدی کے وسط میں ترک حکمرانوں کے خلاف بغاوت منظم کرنے کی

کوشش کی تھی اور اس کو بالآخر ترکوں نے بلغاریہ کے موجودہ دارالحکومت صوفیا میں پھانسی پر لٹکا دیا تھا۔ وہ یہ سوانح عمری پڑھ کر جذبات سے مغلوب ہو گیا اور ماں اور بہن سے کہنے لگا:

"کاش! مجھے بھی ایسی موت نصیب ہو۔"

یہ تھیں اُس کے بچپن کی کیفیات جنہوں نے تمام عمر اُس کو مسحور رکھا۔

ڈیمیٹروف کا پیشہ

ڈیمیٹروف نے جب بارہ سال کی عمر میں ملازمت کی تلاش شروع کی تو سب سے پہلے وہ ایک ترکھان کے ہاں گیا۔ لیکن دو دن کے بعد اُس نے ترکھان کی دکان کو خیرباد کہہ دیا اس لئے کہ اسے یہ کام پسند نہ آیا۔ پھر اُس نے لوہار کا کام سیکھنے کی کوشش کی، لیکن یہ پیشہ بھی اس بچے کو پسند نہ آیا۔ ڈیمیٹروف کے باپ کا ایک دوست تھا جو چھاپے خانے میں کام کرتا تھا وہ ایک دن ڈیمیٹروف کو اپنے ساتھ چھاپے خانے لے گیا۔ بس پھر کیا تھا، اس پیشے نے تو بنتے ڈیمیٹروف کو دیوانہ بنا دیا اور اُس نے گھر آ کر کہا کہ بس یہ پیشہ میں سیکھوں گا۔ باپ نے پوچھا کہ آخر اس میں کیا خوبی ہے؟ تو ڈیمیٹروف کہنے لگا:۔

"باوا — !میں آپ کو بتا نہیں سکتا کہ کس طرح الفاظ کو ڈھالنے اور ان کو ترتیب دینے کے عمل نے مجھے پاگل بنا دیا ہے اور میں تمام دن اسی عمل میں کھویا رہا۔ یہ تو معجزہ معلوم ہوتا تھا کہ حروف سے الفاظ بنتے ہیں اور الفاظ سے سطریں اور پھر اخبار یا کتاب وجود میں آتی ہے اور اس سارے عمل میں انسان اسی طرح مطالعے میں مصروف ہوتا ہے جیسے وہ سکول میں پڑھ رہا ہے۔"

دراصل ڈیمیٹروف کو اس پیشے نے اس لئے بھی مسحور کیا کہ اس سے اس کے مطالعہ کی حس پوری ہوتی تھی اور تعلیم کی کمی کا بھی کسی حد تک ازالہ ہوتا تھا۔ چنانچہ اس پیشے نے اس کی تمام محرومیوں، تمام تلخیوں کا بہت حد تک ازالہ کر دیا اور وہ اس کام میں اس قدر منہمک ہوا کہ دنیا و مافیہا کو اُس

نے خیرباد کہہ دیا۔ چنانچہ اُس نے یہاں مزدوروں کی کلب کی رکنیت حاصل کر لی اور ساتھ ہی پرنٹرز سوسائٹی کا بھی ممبر بن گیا اور وہ اپنی بہن لینا کو کہا کرتا تھا :-

"پیاری لینا — ! مجھے عبادت کے لئے باپ کے گرجے سے بہتر گرجا میسر آ گیا ہے اور اتوار کے اسکول سے بہتر اسکول تعلیم کے لئے مل گیا ہے۔"

چرچ سے بغاوت

ڈیمیتروف کے ماں باپ خاصے عبادت گزار عیسائی تھے جو ہر اتوار کو باقاعدگی کے ساتھ گرجے جاتے، عبادت کرتے اور اس کے بعد بچّوں کو گرجے کے اسکول میں دینی تعلیم کے لئے بھیجتے۔ چنانچہ ڈیمیتروف اور اس کی بہن بھی ان دینی مدارس میں جاتے۔ ان مدارس کے بارے میں ڈیمیتروف کی بہن اپنی یادیں بیان کرتی ہے:-

"ہمارے ماں باپ ہم کو باقاعدگی کے ساتھ اپنے ہمراہ گرجے لے کر جاتے اور عبادت کے بعد ہمیں گرجوں میں منعقد ہونے والے دینی مدارس میں شریک ہونا پڑتا جہاں ہم کو تھکا اور اُکتا دینے والی آواز میں بائیبل سبقاً پڑھائی جاتی۔ ان مدارس میں طلبار کو عمر کے مطابق مختلف درجوں میں تقسیم کر دیا جاتا۔ میں اور بھائی ڈیمیتروف ننھے بچّوں کے درجے میں لئے گئے لیکن ڈیمیتروف کو ہمیشہ زیادہ عمر والے بچّوں کی کلاس میں دلچسپی رہتی۔ چنانچہ ایک بار وہ چپکے سے اپنی کلاس سے کھسک گیا۔ اور بڑے لڑکوں کی کلاس میں جا بیٹھا۔ اس پر اُستاد نے اس کو سخت سست کہا اور اس کو حکم دیا کہ وہ واپس اپنی کلاس میں چلا جائے لیکن اُس نے جانے سے انکار کر دیا اور اسی جماعت میں ڈٹ کر بیٹھا رہا۔

اگلی اتوار کو بھی ڈیمیتروف نے پہلے والی حرکت کی۔ اس پر پادری نے اُس کے کان اینٹھے اور اُس کو کلاس سے باہر نکال دیا۔ مجھ سے نہ رہا گیا۔ میں

اُس کے پیچھے بھاگی کیونکہ میرا خیال تھا کہ وہ سخت نادم ہوگا لیکن وہ قطعاً نادم نہیں تھا بلکہ غصّے سے وہ دہکتا انگارہ ہو رہا تھا۔ اُس نے مجھے بازو سے پکڑ کر جھنجوڑا اور کہنے لگا:

"لینا۔! تم آئندہ مجھے کبھی گرجے میں قدم رکھتے نہیں دیکھو گی۔"

وہ قریب قریب تمام عمر اپنے اس قول پر پورا اُترا سوائے ان موقعوں کے جب اُسے اپنے انقلابی کام کے لئے گرجے میں جانا پڑتا یعنی خفیہ اشتہار تقسیم کرنے یا کسی دوسری خفیہ کارروائی کے لئے یا کسی مفرور رفیق سے ملاقات کے لئے چنانچہ ایک بار کا واقعہ ہے کہ وہ ہمارے ساتھ گرجے جانے کے لئے تیار ہوگیا اور جب عبادت ختم ہوئی تو ہم نے دیکھا کہ وہ خاموشی سے غائب ہو چکا ہے۔ لیکن پورے گرجے کے فرش پر حکومت کے خلاف اشتہارات بکھرے پڑے ہیں اور جلد ہی گرجے کے پادری نے میرے باوا کو بلایا اور اس کو متنبہ کیا کہ بیٹے کو قابو میں رکھا جائے۔

سیاست کی وادی خارزار

ڈیمیتروف کے بچپن اور نوجوانی کا دور بہت معرکہ خیز دور تھا۔ چاروں طرف انقلابی سرگرمیوں کی گونج سنائی دے رہی تھی۔ مزدوروں میں بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ چنانچہ ڈیمیتروف کے پیدائش کے تین سال پہلے بلغاریہ میں سب سے پہلی ٹریڈ یونین وجود میں آئی اور لطف یہ ہے کہ یہ ٹریڈ یونین اسی پیشے کے مزدوروں نے سب سے پہلے قائم کی جس پیشے سے آئندہ چل کر ڈیمیتروف کو متعلق ہونا تھا۔ چنانچہ ۱۸۷۹ء میں پرنٹنگ ورکرز یونین قائم ہوئی اور ۱۸۸۲ء میں انہی پرنٹنگ ورکرز نے اپنی فلاح و بہبود کے لئے کل بلغاریہ TYPOGRAPHICCS ایسوسی ایشن قائم ہو گئی۔ چنانچہ یہ تھی فضا جس میں دیمیٹر بلغادف DIMITER BLAGOEV نے بلغاریہ میں اشتراکی

افکار کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام دینا شروع کیا۔ یہ ڈیمیٹر بلغاوف ۱۸۵۶ء میں مقدونیہ کے صوبے میں پیدا ہوا اور اُس نے قسطنطنیہ میں تعلیم حاصل کی۔ یہاں سے وہ فارغ ہو کر مزید تعلیم کے لئے چلا گیا۔ اس کے بعد وہ روس چلا گیا جہاں اُس نے پیٹرزبرگ کی یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا اور یہیں رُوس کے مارکسیوں سے اُس کا تعلق قائم ہوا اور یہیں ڈیمیٹر بلغاوف نے مارکس کی معرکۃ الآرا کتاب "سرمایہ" کا مطالعہ کیا اور بالآخر وہ رُوس کے انقلابیوں کی خفیہ تنظیم کا رکن بن گیا اور اُس نے اسی خفیہ تنظیم کے اخبار "مزدور" میں کام شروع کر دیا۔ بالآخر ۱۸۸۵ء میں وہ زار کی پولیس کے ہتھے چڑھ گیا اور انہوں نے اس کو روس سے نکال دیا۔ اور وہ واپس بلغاریہ آ گیا۔ اور یہاں اُس نے اپنی بیوی ویلہ جس کو بلغاریہ میں پہلی اشتراکی خاتون ہونے کا فخر حاصل ہے کے تعاون سے "جدید رجحان" کے نام سے رسالہ شائع کرنا شروع کیا، اس میں ان میاں بیوی نے صرف سوشلزم کی تبلیغ ہی کا کام سرانجام نہیں دیا بلکہ انہوں نے سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے قیام پر بھی زور دینا شروع کیا

اس دور میں اور بھی دانشور سوشلزم کی تبلیغ میں مصروف نظر آتے ہیں۔ چنانچہ اس زمانے میں مارکس اور اینگلز کی کتابوں کے تراجم شائع ہونے شروع ہوئے۔ چنانچہ اگلے چار پانچ برس میں مارکس کی تعلیمات کا چرچا خاصا عام ہونے لگا اور بلغاریہ کے دانشور مارکس کے فلسفے اور تعلیم سے متاثر ہونے لگے۔ اس زمانے میں ہی کمیونسٹ مینوفسٹو کا بلغاریہ میں ترجمہ شروع ہوا۔ اس ترجمہ نے پارٹی کے قیام کے لئے زمین تیزی سے ہموار کر دی۔ کیونکہ یورپ میں بھی مزدور تحریک خاصی تیز ہو رہی تھی اور اس کے اثرات بھی بلغاریہ میں پہنچ رہے تھے۔ غرض کہ ۲۰ رجولائی ۱۸۹۱ء کو بلغاریہ کے سرکردہ سوشلزم سے متاثر دانشوروں کا اجلاس MOUNT BOUZCOUDJA کے قریب اسی مقام پر ہوا جہاں بلغاریہ کے عظیم انقلابی حاجی ڈیمیٹر HADJI DIMITER نے عثمانیوں کے خلاف بغاوت کا پرچم بلند کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا تھا۔ چنانچہ اسی مقام پر بلغاریہ کی کمیونسٹ پارٹی نے جنم لیا۔

آج دیس دیس میں سرمایہ دار اور جاگیردار حاکم اور ان حاکم طبقہ کے حامی و مؤید

دانشور، اخبار نویس، فلسفی، مولوی، ملاّنے سبھی ایک راگ الاپتے ہیں کہ کمیونسٹ پارٹیاں غیر ملکی مفادات کی نمائندگی کرتی ہیں۔ وہ ہر ملک کی کمیونسٹ پارٹی کو ماسکو کی ایجنٹ اور وہاں کی تخلیق قرار دیتے ہیں لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ ہر ملک کی کمیونسٹ پارٹیاں جو ابتدا میں سوشل ڈیموکریٹک پارٹیاں کہلاتی تھیں وہاں کی قومی آزادی کی تحریکوں کی کوکھ سے پیدا ہوئی ہیں۔ یہ کمیونسٹ پارٹیاں ان ممالک کی آزادی کی روایات کی وارث ہوتی ہیں۔ یہ کمیونسٹ پارٹیاں اپنے ملکوں کے ترقی پسند، جمہوری اور روشن خیال ماضی کی امین بن کر محنت کش عوام کو منظم کرتی ہیں تاکہ ماضی کے ورثے کو آگے بڑھایا جا سکے۔ ان روایات کو روشن سے روشن تر کیا جا سکے۔ یہی وجہ تھی کہ بلغاریہ کی کمیونسٹ پارٹی کی تخلیق کے لئے ایسے مقام کو چنا گیا، جہاں بلغاریہ کی آزادی کے لئے اس کے بہترین سپوت نے جام شہادت نوش کیا تھا۔ جس مقام کو اس نے اپنے خون سے لالہ زار بنایا تھا، اسی مقام پر بلغاریہ کے محب وطن، بہترین دانشور ۱۸۹۱ء کے سال میں جمع ہو رہے تھے۔ یہ جولائی کا مہینہ تھا اور اس کی بیس تاریخ تھی اور یہاں اس مقام پر یہ فیصلہ کیا گیا کہ بلغاریہ کے تمام سوشلسٹ ایک پارٹی تلے متحد ہوں اور کھلے بندوں اس پارٹی کے پلیٹ فارم سے عوام کو مارکس کی تعلیمات سے روشناس کرائیں اور اس تعلیم کی روشنی میں ان کو منظم کیا جائے۔

یہ تھی کمیونسٹ پارٹی کی تخلیق کی پہلی کوشش اور اسی کے فوراً بعد اس نئی پارٹی کے قائد D. BLAGOEV بلیگاف نے بلغاریہ کی سیاسی، سماجی اور معاشی صورتِ حال پر کتاب رقم کی۔ جو ایک لحاظ سے بلغاریہ کی صورتِ حال پر مارکس کی تعلیمات کی روشنی میں پہلی کتاب تھی۔ اس کتاب کا نام تھا "سوشلزم کیا ہے؟ اور کیا بلغاریہ میں اس کے نفاذ کے معروضی حالات موجود ہیں۔؟" چنانچہ اس کتاب کو ان الفاظ پر ختم کیا گیا تھا:۔

"تاریخی ارتقاء کے سائنسی اور فطری قوانین ہمارے بہترین اور ناقابل تسخیر رفیق اور ساتھی ہیں۔ یہی ہماری طاقت ہیں، یہی ہمارے اعتقادات اور ایمان کی بنیاد ہیں اور یہی ہمیں سوشلزم کی منزل کی طرف کشاں کشاں لئے جا رہے ہیں۔ تاریخ

کا یہی فیصلہ ہے۔"

یہ الفاظ ۱۸۹۱ء میں کہے گئے تھے اور بلغاریہ جیسے چھوٹے سے ملک کے ایک مارکسی دانشور نے کہے تھے۔ ان الفاظ نے بلغاریہ میں طویل بحثوں اور حملوں کے دروازے کھول دیئے۔ سرمایہ دار طبقہ اور ان کے سرپرست حاکموں نے اور کئی ایک "آزاد خیال" جو مارکس دشمن بھی تھے نے مل کر بلیگاف کی تحریروں پر تابڑ توڑ حملے شروع کر دیئے۔ بہرحال ان حملوں اور ان بحثوں نے مزدور طبقے کو متاثر کرنا شروع کیا اور ان کی تنظیم دن بدن ترقی کرنے لگی۔

یہ تھے حالات جن میں تیرہ چودہ سالہ ڈیمیتروف مزدور تحریک کی طرف کھنچنا شروع ہوا اور اس کے ساتھ اُس نے اپنی علمی استعداد میں اضافے کے لئے زبردست محنت کی، وہ رات رات بھر جاگتا اور پڑھتا رہتا اور جب اس کی ماں اس کو اتنی محنت کرنے سے منع کرتی، تو وہ مسکرا کر جواب دیتا:

"ماں! اگر میں اس طرح محنت سے پڑھائی نہیں کروں گا تو پھر میں سکول جانے والے بچوں کے مقابلے میں کیسے پڑھنا لکھنا سیکھ سکوں گا۔"

چنانچہ ایک طرف چھاپے خانے میں کام، پھر مزدوروں کی تنظیم میں محنت اور پھر مطالعہ، یہ تھی مسلسل جدوجہد جو اس نوخیز ڈیمیتروف کا مقدر تھی۔ چنانچہ اس جدوجہد نے اُس کو مزدوروں کی تنظیم میں محبوب بنا دیا اور پھر وہ ایک دن پارٹی کا رکن لے لیا گیا۔ اُس دن وہ بے پناہ مسرور تھا اور جذبات سے مغلوب اور رقت بھری آواز میں اُس نے اپنی بہن کو بتایا کہ وہ پارٹی کا رکن لے لیا گیا ہے:۔

"لینا — ! تم جانتی ہو اس کا کیا مطلب ہے۔ اب میرے پاس اور کام ہو گا، پارٹی کا کام، دلچسپ اور دل لبھانے والا۔"

اس کام کی نزاکتوں اور خطرناکیوں کا اسے پورا احساس تھا لیکن بچپن میں اس پر بلغاریہ کے اس عظیم سپوت لیوسکی کی چھاپ بہت گہری تھی جس کو عثمانیوں نے بغاوت کے جرم میں پھانسی پر ٹکا

دیا اس لئے ڈیمیتروف تمام خطرات اور ہولناکیوں سے بے پروا سماجی تبدیلی اور انقلاب کی راہ پر آگے بڑھتا گیا۔

ڈیمیتروف جب سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کا رکن بنا تو اس وقت پارٹی کے اندر زبردست جدوجہد جاری تھی۔ ایک طرف انقلابی رجحانات کے حامل لوگ تھے تو دوسری طرف اصلاح پسند برژوا رجحانات رکھنے والا ایک ٹولہ بھی موجود تھا، جو مارکسزم میں ہر قسم کی تحریف کر رہا تھا۔ چنانچہ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے پارٹی کے انقلابی عناصر کو زبردست جدوجہد کرنی پڑ رہی تھی اور ڈیمیتروف بھی انہی عناصر میں شامل تھا۔ چنانچہ مارکسزم کو تحریف سے بچانے کے لئے ڈیمیتروف نے دن رات مارکسی لٹریچر کا مطالعہ شروع کیا۔ ڈیمیتروف کا ایک سوانح نگار لکھتا ہے کہ گزشتہ صدی کے آخری سالوں میں جب بلغاریہ کے انقلابی جدوجہد کرنے والوں میں طبقاتی شعور تیز ہو رہا تھا اور حریت پرور لٹریچر تیزی سے ترتیب دیا جا رہا تھا اور سوشل ڈیموکریٹک پارٹی اپنے اندر اور باہر غلط نظریات کے خلاف مصروف پیکار تھی، تو اس وقت ڈیمیتروف بہت سے نامور اشتراکی مصنفوں کی کتابیں پڑھ چکا تھا۔ اُس نے نہ صرف قابل قدر کتابوں کا مطالعہ کیا اور ان کے نوٹس NOTES تیار کئے بلکہ ان پر جا بجا حاشیے بھی قلمبند کئے تھے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس مطالعے کے بعد اپنی تنقید بھی رقم کی تھی۔ ڈیمیتروف کہا کرتا تھا کہ مطالعہ کے دوران جو چیز مجھے پسند آتی ہے میں اُسے نقل کر لیتا ہوں۔ ڈیمیتروف کو تاریخ اور جغرافیہ سے خاص طور پر بہت لگاؤ تھا۔ یہی حال اس کا مارکس کی تصنیفات کے متعلق تھا۔ اس کو مارکس سے عشق ہو گیا تھا وہ اس کی تصنیفات کو پہلے خود پڑھتا پھر اپنے رفقا کے ساتھ مل کر پڑھتا اور ان کے ساتھ گھنٹوں اور پوری پوری رات بحثوں میں اُلجھا رہتا اور اس طرح سے مارکسی تعلیمات کو وہ خود ذہن نشین کرتا اور دوسروں کو بھی اس امر کی تلقین کرتا رہتا۔ اس طرح اُس نے اپنی علمی کمی کو نہ صرف پورا کیا بلکہ اس کا شمار مارکسی عالموں میں ہونے لگا اور جوانی کے ابتدائی سالوں میں ہی وہ پختہ کار انقلابی بن گیا۔

روسی انقلابی تحریک کے اثرات

رُوس بلغاریہ کا عظیم ہمسایہ رہا ہے اور بلغاریہ اور روس کے عوام کے درمیان مذہب کے ناطے اور نسلی طور پر بھی جذباتی تعلقات رہے ہیں کیونکہ جب بلغاریہ کے عوام عثمانیوں کی غلامی کے جوئے تلے دبے ہوئے تھے اور ان کی زبان، تہذیب اور مذہب سبھی خطرے میں تھے تو روسیوں نے مذہب کے حوالے سے اُن کی خاصی مدد کی تھی۔ چنانچہ آج بھی بلغاریہ کی خانقاہوں اور گرجوں میں یہ مذہبی تحفے تحائف اور نوادرات جوزار روس وقتاً فوقتاً بھیجتے رہے ہیں محفوظ ہیں۔ اسی طرح سے بلغاریہ کے عوام روس کے ترقی پسندوں سے بھی متاثر ہوتے رہے ہیں۔ ان دونوں ملکوں کے تعلقات میں گہرائی اور قربت کی ایک اور وجہ بھی رہی ہے اور آج بھی ہے۔ وہ ہے روسی اور بلغاری زبانوں کی قربت۔ کیونکہ دونوں ہی سلاف زبانیں ہیں اور یہ ایک وقت میں پلی بڑھی ہیں۔ چنانچہ یہ تھیں وجوہات جنہوں نے ہمیشہ بلغاریہ کی تحریک آزادی اور ترقی پر روسی اثرات کو ہمیشہ نمایاں رکھا ہے۔ چنانچہ ڈیمیتروف نے کئی ایک روسی پمفلٹوں اور سیاسی کتابوں کے تراجم کئے اسی زمانے میں اس نے روسی ادب بھی پڑھنا شروع کیا اور وہ تمام عمر روسی ادب کی عظمت کا بہت حد تک قائل رہا۔ چنانچہ ڈیمیتروف خود ایک ناول "کیا کیا جائے" کے متعلق کہتا ہے:۔

"مجھے یہ ناول "کیا کیا جائے" بہت پسند ہے۔ میں نے اس سے پہلے یا بعد میں کوئی ایسی کتاب نہیں پڑھی جس نے مجھ پر اس قدر اثر ڈالا ہو۔ میں اس ناول کے کرداروں سے بہت زیادہ متاثر ہوا ہوں۔ اور یہ اسی ناول کے اثرات ہی تھے جنہوں نے میری پوری زندگی کا رُخ موڑ دیا اور میں نے اپنی پوری زندگی محنت کش طبقے کے عظیم مقاصد کے لئے وقف کر دی اور سچ یہ ہے کہ میں نے اس ناول کے کرداروں کی طرح بے عیب اور مکمل انسان بننے کی کوشش کی ہے۔ اس ناول نے اس وقت مجھے متاثر کیا جب میں جوانی کی دہلیز پر کھڑا تھا اور اس کے بعد پوری عمر اس ناول

کے اثرات مجھ پر چھائے رہے اور تمام بحرانوں میں خواہ یہ بلغاریہ کے حکمرانوں کے ظلم وستم ہوں یا پھر جرمن نازیوں کے جھوٹے مقدمات ہوں یہ ناول اور اس کے کردار میرے راہنما رہے ہیں۔"

ڈیمیتروف کو یہ ناول اس قدر پسند تھا کہ اُس نے جگہ جگہ اس ناول کی، اس کے کرداروں کی حمایت کی ہے بلکہ جو نقاد اس ناول پر انگلی اٹھاتے تھے، یہ اُن کی تنقید کو نہ صرف رد کرتا بلکہ اپنے مؤقف پر اصرار کرتا۔ چنانچہ لکھتا ہے:۔

"بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اس ناول" کیا کیا جائے" میں جن سیاسی نظریوں کی تعلیم دی گئی ہے وہ درست نہیں اور ایک اچھے اور کامیاب انقلابی کی حیثیت سے ڈیمیتروف کو ان غلط نظریات کے حامل ناول کی تعریف نہیں کرنی چاہیئے اور نہ ہی یہ نقاد اس بات کو سمجھ پاتے ہیں۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ یہ نقاد اس ناول کے کرداروں کے کیریکٹر، ان کی جرأت، ان کی ہمت، ان کی مستقل مزاجی کو کوئی اہمیت ہی نہیں دیتے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس ناول کے ہیرو جرأت مند اور بہادر ہیں مستقل مزاج ہیں۔ یہ دشمن کا جرأت، بہادری اور مستقل مزاجی کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں۔ مصائب اور مشکلات سے گھبراتے نہیں اور اپنے پیش نظر مقصد کے لئے ہر طرح سے ایثار پسند واقع ہوئے ہیں۔ یہ ہیرو، یہ کردار اپنے کام اور فرائض کی ادائیگی میں استقلال اور تندہی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور جو بھی کام اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں اس کو ادھورا نہیں چھوڑتے۔"

ڈیمیتروف ہی نہیں بلکہ اس دور میں بلغاریہ کی پوری انقلابی اور سماجی تبدیلیوں کی تحریک پر روسی اثرات کی چھاپ خاصی گہری نظر آتی ہے۔ روسی انقلابی تحریک کی اچھائیاں بھی نظر آتی ہیں اور کجرویاں بھی دکھائی دیتی ہیں۔ چنانچہ ڈیمیتروف نے جب اس کی عمر فقط پندرہ برس تھی اپنا روزنامچہ لکھنا شروع کیا تھا۔ اس میں وہ تمام اہم واقعات قلم بند کر لیا کرتا تھا۔ چنانچہ

وہ اپنے اسی ابتدائی دور کے بارے میں لکھتا ہے :-

"میں دوسرے لوگوں کے مضامین کا ٹائپ سیٹ کرتا تو اس پورے عمل کے دوران میرا دماغ اس مضمون کے بارے میں سوچتا رہتا اور جب ذہن میں کوئی خاص خیال آتا تو میں اس وقت کاغذ پر محفوظ کر لیتا۔ یہ کاغذ اپنے پاس رکھتا اور رات کو گھر جا کر اپنی ڈائری میں منتقل کر لیتا۔"

ہماری بدقسمتی کہ ڈیمیتروف کا یہ نایاب روزنامچہ اور یہ غیر معمولی یادداشتیں جن میں دنیا بھر کے مشاہیر کے اقوال اور محنت کش طبقے کے بارے میں قیمتی معلومات تھیں ۱۹۱۸ء اور ۱۹۱۹ء میں پولیس کے ہاتھ لگ گئیں اور دنیا ان عظیم تحریروں سے محروم رہ گئی۔

صحافتی زندگی کی ابتداء

ڈیمیتروف کو جس تجربے نے پرنٹر اور چھاپے خانے میں کام کرنے کے پیشے کو اپنانے پر مجبور کیا تھا، اسی نے اس کو صحافت کی طرف مائل کر دیا۔ ڈیمیتروف نے اپنے پیشے کے ذریعے اور راتوں کو جاگ کر اپنی علمی استعداد بڑھائی تھی۔ چنانچہ اس علمی استعداد میں اضافے اور پرنٹر کے مسحور کن پیشے نے اس کے اندر لکھنے اور چھپنے کا شوق بیدار کیا۔ چنانچہ جب وہ ابھی ۱۴ برس کا تھا تو اُس نے اپنے ایک جلد ساز دوست کے ساتھ مل کر اخبار نکالنے کا منصوبہ بنایا۔ یہ ۱۸۹۶ء کا سال تھا۔ چنانچہ جس چھاپے خانے میں وہ دن کو محنت مزدوری کرتا اسی میں وہ رات کو اپنا اخبار چھاپتا۔ اس اخبار کی ادارت کے فرائض بھی وہ خود ہی ادا کرتا۔ یہ اخبار در اصل نوخیز ڈیمیتروف کے اندر جو کچھ کر گزرنے کی خواہش تھی، اُس کا اظہار تھا۔ یہ اخبار اپنے ارد گرد کی منافقت اور دوغلے پن کا پردہ چاک کرتا اور چاروں طرف پھیلے ہوئے عیسائیت کے نام لیواؤں کی اصل زندگی کو بے نقاب کرتا۔ اس کے مضامین اور اداریوں نے تہلکہ مچا دیا کیونکہ یہ عیسائی نام تو انجیل کا لیتے اور مسیح کا پیغام سناتے لیکن ان کے اعمال ان تعلیمات کے بالکل اُلٹ تھے۔ چنانچہ اس سے

عام نوجوانوں میں ایک گونہ بیزاری پیدا ہو رہی تھی اور ان کا عیسائیت پر سے اعتقاد کمزور ہو رہا تھا۔ کیا یہی حال آج ہمارے ہاں دیکھنے میں نہیں آرہا کہ نام تو قرآن وسنت اور اسلامی نظام کا لیا جاتا ہے لیکن عمل اس کے بالکل برعکس ہوتا ہے اور اسلامی نظام اور نظامِ مصطفےٰ کا مطلب روز بروز واضح ہوتا جا رہا ہے کہ کس طرح یہ سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے مخصوص مفادات کی حفاظت کے لیئے استعمال کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ ڈیمیتروف نے جب اپنے اس اخبار میں اشاروں اشاروں میں انجیل پرستوں کی نام نہاد اخوت اور بھائی چارے کے خیالات کا بودا پن ظاہر کرنا شروع کیا اور جیسے جیسے ان گروہوں اور حلقوں پر تنقید زیادہ واضح اور صاف ہونے لگی ویسے ہی اخبار اور اُس کے ایڈیٹر کے خلاف چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں اور بالآخر پادریوں کے حلقوں نے ہنگامے بپا کرنے شروع کر دیئے اور مسلسل احتجاج ہونے لگا۔ چنانچہ پادریوں نے باقاعدہ اجلاس طلب کیا جس میں ڈیمیتروف کے باپ کو طلب کیا گیا اور اس کو کھلم کھلا طور پر یہ دھمکی دی گئی۔ چنانچہ ڈیمیتروف کے باپ نے اخبار کو بند کرا دیا لیکن بہرحال ۱۴ سالہ ڈیمیتروف صحافی ضرور بن گیا۔

اس مختصر سی ادارتی زندگی نے اس کو اپنے پیشے اور مزدور طبقہ میں زیادہ محبوب اور مقبول بنا دیا۔ چنانچہ اُس نے اپنی ذاتی قابلیت، صداقت، جرأت اور استقلال کے اوصاف کی بدولت پندرہ سال کی عمر میں ہی محنت کش طبقہ کے لیڈر کی حیثیت اختیار کر لی اور جلد ہی ٹریڈ یونین کی تنظیم میں وہ ایک اعلیٰ عہدے پر فائز ہوگیا۔ چنانچہ ۱۸۹۷ء میں بلغاریہ کی ٹریڈ یونین کے رسالے میں اُس کا ایک مقالہ شائع ہوا۔ اُس نے اس کی قائدانہ صلاحیتوں اور اس کی مقبولیت پر مہر ثبت کر دی۔ یہ تمام اعزاز اور محبوبیت اس کو اس وقت میسر آئی جب وہ ابھی پوری طرح سن بلوغت کو بھی نہ پہنچا تھا۔

اس زمانے میں ایک عجیب وغریب حادثہ رونما ہوا۔ یہ حادثہ ڈیمیتروف کی جرأت اور قابلیت کی نشاندہی کرتا ہے۔ یہ حادثہ ۱۸۹۸ء میں رونما ہوا۔ اس سال تقریباً پہلی بار بلغاریہ کی ٹریڈ یونین کی طرف سے یوم مئی کو ملک بھر میں منانے کا فیصلہ کیا۔ جب اس فیصلے کا علم حکومت اور

اُس کے وزراء کو ہوا تو انہوں نے اس فیصلے کو بدلوانے کی کوشش کی۔ چنانچہ ایک وزیر نے اس ضمن میں ایک بیان جاری کیا۔ لُطف یہ ہے کہ یہ بیان SET ہونے کے لئے اسی چھاپے خانے میں آیا جہاں ڈیمیتروف کام کرتا تھا۔ چنانچہ ڈیمیتروف نے اس بیان کی SETTING کے دوران میں تبدیلی کر دی جس سے یوم مئی کی مخالفت کی بجائے حمایت ظاہر ہوتی تھی۔ چنانچہ وزیر صاحب تلملا کر رہ گئے۔ کچھ دنوں بعد ڈیمیتروف کو پارلیمنٹ میں بحیثیت ٹریڈ یونین کے نمائندے کے جانے کا اتفاق ہوا تو اسی وزیر موصوف سے ڈیمیتروف کی مڈبھیڑ ہو گئی، تو اس وزیر نے حقارت اور غصے بھری نظروں سے ڈیمیتروف کو دیکھا اور چلّا کر کہا:

"میں تمہیں جانتا ہوں۔ تم وہی گستاخ نوجوان ہو جس نے سولہ سال کی عمر میں میرے بیان کے مفہوم کو بدل ڈالنے کی کوشش کی۔"

انیسویں صدی کے چل چلاؤ کے دن تھے کہ ڈیمیتروف کو صوفیا میں پرنٹرز ٹریڈ یونین کا سیکرٹری چن لیا گیا۔ اس وقت ڈیمیتروف کی عمر فقط اٹھارہ برس تھی اور اس کے بعد اُس نے ملک بھر میں پرنٹرز ٹریڈ یونین کی تنظیم کے لئے اپنی پوری صلاحیت وقف کر دی اور وہ ایک سال کے اندر اندر یہ ملک گیر تنظیم قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ دو سال بعد ڈیمیتروف باقاعدہ طور پر سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کا رکن لے لیا گیا۔ اس زمانہ میں بلغاریہ کی سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کا یہ دستور تھا کہ پارٹی میں شریک ہونے والے کو ایک طرف تحریری عہد نامے پر دستخط کرنے پڑتے تو دوسری طرف وہ زبانی عہد کرتا اور یہ عہد پارٹی کے اجلاس عام میں رکنیت حاصل کرنے والے کو خود حاضر ہو کر کرنا ہوتا تھا۔ چنانچہ جب اجلاس عام میں ڈیمیتروف پیش ہوا تو اجلاس کے چیئرمین نے سوال کیا کہ وہ پارٹی میں کیوں شامل ہونا چاہتا ہے؟ ڈیمیتروف نے جواب دیا:

"میں پارٹی میں اس لئے شامل ہونا چاہتا ہوں کیونکہ میرا اعتقاد اور یقین ہے کہ محنت کش طبقہ ہی وہ طبقہ ہے جو انقلاب بپا کر سکتا ہے اور اس انقلاب کے ذریعے وہ جبر و استبداد اور استحصال سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ میرا یہ بھی

پختہ یقین ہے کہ سرمایہ دار اور جاگیر دار طبقے صلح صفائی یا اتحاد اور تعاون سے اقتدار چھوڑنے کے لئے کبھی تیار نہیں ہوں گے۔"

بیس سالہ ڈیمیتروف کے اس جواب نے پورے اراکین کو خاصا متاثر کیا۔ چنانچہ اس کو سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کی رکنیت حاصل ہو گئی۔

شادی

ڈیمیتروف جب مزدوروں کی کلب کا رکن بنا تھا اور وہ اپنی شامیں اس کلب میں گزارتا تھا، تو یہاں اُس کی ملاقات ایک نوخیز مردش LYUBITSA IVOSHEVICH سے ہوئی یہ سربیا سے نقل مکانی کر کے آئی تھی جہاں اس کے ماں باپ مارے گئے تھے اور یہ قید کے خوف سے بھاگ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ پیشے کے لحاظ سے درزن تھی۔ وہ پڑھی لکھی لڑکی تھی، جو شعر گوئی کا ملکہ بھی رکھتی تھی۔ وہ مضامین بھی لکھتی اور خاصے انقلابی خیالات کی حامل تھی۔ پہلی ملاقات میں ہی اُس کے حُسن نے ڈیمیتروف کو بہت حد تک متاثر کر لیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ حُسن سے زیادہ اس کی دوسری خصوصیات نے بھی دیمیتروف کو اپنی طرف کھینچ لیا اور صرف دیمیتروف کو ہی نہیں بلکہ ڈیمیتروف کی بہن بھی اس لڑکی سے بہت متاثر ہوئی۔ چنانچہ اس دور کی یادوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ڈیمیتروف کی بہن لکھتی ہے:-

"لیوبیٹسا LYUBITSA، نازک اور پری چہرہ تھی۔ اس کی شکل میں ایک خاص قسم کی کشش تھی اور اس سے گفتگو ہمیشہ مسحور کر دیتی اور اس میں صرف مٹھاس ہی نہیں ہوتی تھی بلکہ عقل و دانش کی بھی آمیزش ہوتی۔ ہم دونوں بہن بھائی اکثر لیوبیٹسا کو کلب سے فارغ ہو کر اس کی رہائش گاہ تک چھوڑنے جاتے۔ ہم اس سے گفتگو کرتے۔ بحثیں کرتے تو مجھے محسوس ہوتا کہ ڈیمیتروف اس سے مسحور ہو گیا ہے اور وہ اس کی طرف کھنچتا چلا جا رہا ہے۔ ان شاموں کی یادیں آج بھی مجھے مسرور

دشادماں کر دیتی ہیں۔ ہم بعض دفعہ رات گئے واپس لوٹتے جب کہ صوفیا اندھیرے میں ڈوب چکا ہوتا اور جگہ جگہ سڑکوں پر مدھم سی لالٹینیں زندگی کا پتہ دے رہی ہوتی تھیں یا پھر صوفیا کی پتھریلی گلیوں میں سے جب کوئی گھوڑا گاڑی گزرتی تو گھوڑے کے نعلوں کی آوازیں گونجتیں تو ہماری گفتگو میں خلل پڑ جاتا۔ ایسے سمے ڈیمیتروف جو اپنی گفتگو میں محو ہوتا اور بڑے پُرزور اور با اعتماد طریقے سے دلائل پیش کر رہا ہوتا رُک جاتا اور گھوڑا گاڑی کے گزر جانے کا انتظار کرنے لگتا وہ اکثر مزدوروں کی تحریک اور تنظیم کے بارے میں باتیں کرتا یا پھر مارکس کی کسی نئی تصنیف جو اس کو پڑھنے کے لئے ملی ہوتی اُس کا ذکر کرتا اور وہ بار بار اس بات کا اعادہ کرتا کہ سچا سوشلسٹ وہ ہے جو اپنے آدرش کے لئے جان ہارنے کے لئے بھی ہر وقت تیار رہے۔

لیو بیٹسا کی رہائش گاہ سخت گندی اور متعفن تھی۔ یہ ایک تنگ و تاریک کمرہ تھا جس میں ہر وقت بدبو اور تعفن رہتا۔ اُوپر سے اس کمرے کی مالکن بہت لڑاکی تھی۔ لیو بیٹسا بہت تنگ تھی لیکن اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی چارہ نہ تھا۔ ایک شام جب ہم لیو بیٹسا کو اُس کے کمرے میں چھوڑ کر واپس آ رہے تھے تو ہم دونوں بہن بھائیوں نے فیصلہ کیا کہ لیو بیٹسا کو اپنے ہاں رہنے کی دعوت دی جائے اور اُس کو اس متعفن اور بدبودار کمرے سے نجات دلائی جائے۔ اس زمانے میں ہم بہن بھائی کے پاس ایک کمرہ تھا جس کا دروازہ سڑک پر کھلتا تھا اور باقی لوگ دوسرے کمروں میں رہتے تھے۔

آخر لیو بیٹسا جس کو اب ہم پیار سے لیوبا کہہ کر پکارتے تھے ہمارے ہاں منتقل ہو گئی اور اس کے بعد جلد ہی ان دونوں انقلابیوں نے شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن گرجے کے پادریوں نے ان کا نکاح پڑھانے سے انکار کر دیا۔

کیونکہ یہ دونوں سوشلسٹ تھے۔ اس لئے وہ عیسائیت کے دائرے سے خارج ہو گئے تھے اور پادری ان کافروں کا نکاح نہیں پڑھا سکتے تھے۔ یہ زمانہ وہ تھا جب گرجے کے بغیر شادی نہیں ہو سکتی تھی۔ ایسے زمانے میں ہمارا ایک رفیق اور ساتھی LOUKANOV[1] کام آیا۔ یہ ساتھی دوسرے شہر PLEVEN سے ہمیں ملنے کے لئے آیا ہوا تھا۔ اُس نے ہماری مدد کی۔ وہ کہنے لگا کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں کہ ان کے علاقے میں ایک پادری ہے جس نے ہمارے کئی ایک رفقاء کے نکاح پڑھوائے ہیں۔ اس لئے تم لوگوں کو PLEVEN چلنا ہوگا۔ اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں۔ چنانچہ میری ماں، لیوبا اور جارجی ڈمیٹروف PLEVEN چلے گئے جہاں جارجی اور لیوبا کا نکاح پڑھا گیا اور پھر وہ دو دن بعد ہنسی خوشی واپس آ گئے۔"

جارجی کی بہن لینا آگے چل کر جارجی کی ازدواجی زندگی کے بارے میں لکھتی ہے:۔

"لیوبا اور جارجی کی ازدواجی زندگی بہت پُرمسرت اور خوشیوں سے بھری ہوئی تھی۔ خاندان نے بھی لیوبا کو اپنے دلوں کی گہرائیوں میں اتار لیا تھا اور اُس کو بہت ہی قریبی عزیزہ کی طرح جانا تھا۔ جارجی اور لیوبا کی زندگیوں میں بہت سی باتیں اور قدریں مشترک تھیں۔ دونوں کو مطالعہ کا بہت کیا جنون کی حد تک شوق تھا۔ رات رات بھر ان کے کمرے میں لیمپ جلتا رہتا اور وہ یا لکھتے رہتے یا پڑھتے رہتے

---

[1] LOUKANOV TODOR بھی بلغارین کمیونسٹ پارٹی کا ایک رہنما گزرا ہے جو ڈمیٹروف سے آٹھ سال بڑا تھا۔ وہ ۱۸۷۴ء میں پیدا ہوا تھا۔ وہ بلغاریہ کی کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کا رکن تھا اور ۱۹۲۳ء کی بغاوت کی ناکامی کے بعد وہ سوویت یونین چلا گیا اور وہیں وہ ۱۹۴۶ء میں فوت ہو گیا۔

جارج لیوبا کا بہت احترام کرتا تھا۔ اُس کو اس کی ذہانت اور علمیت، دونوں کا اعتراف تھا۔ اس لئے وہ لیوبا کو زیادہ سے زیادہ پڑھنے اور لکھنے کے مواقع مہیا کرتا لیکن ان کی ازدواجی زندگی دیر پا نہ رہ سکی کیونکہ ۱۹۲۳ء کی ناکام بغاوت کے بعد جارج کو روپوش ہونا پڑا اور وہ یورپ کے مختلف ممالک میں دربدر پھرتا اور کمیونسٹ تحریک کو منظم کرتا اور دس سال تک جارج ہم سے دُور رہا۔ وہ جس ملک میں بھی ہوتا، جس شہر میں بھی قدم رکھتا وہاں سے مسکراہٹوں بھرا خط ہم کو ضرور تحریر کرتا۔ وہ ہمیشہ اپنی تحریر میں مسرور اور مطمئن نظر آتا۔ وہ ہمیں بھی مستقبل سے مایوس نہ ہونے کی تلقین کرتا۔ انہی سالوں میں لیوبا کی صحت گرنے لگی اور بالآخر جب جارج نازیوں کی جیل میں تھا تو لیوبا نے اپنی جان ہار دی اور ایسے وقت میں جب جارج کو ہمت اور بہادری، جرأت اور استقلال کی اشد ضرورت تھی اس وقت ایک ساتھی، ایک محبوبہ، ایک بیوی کی جدائی کا غم اس کو ہلا کر رکھ سکتا تھا لیکن جارج اس المیئے کو بھی سہہ گیا۔"

ایسے ہی موقع کے لئے قائم نے کہا تھا ؎

دردِ دل کچھ کہا نہیں جاتا　　　آہ چپ بھی رہا نہیں جاتا

یا پھر میر نے کہا تھا ؎

اک ہوک سی دل میں اٹھتی ہے اک درد جگر میں ہوتا ہے
ہم راتوں کو اٹھ کر روتے ہیں جب سارا عالم سوتا ہے

جارج کچھ دن کھویا کھویا رہا لیکن بالآخر اُس نے اپنی پوری توجہ دشمن کے حملوں کا منہ توڑ جواب دینے کے لئے وقف کر دی اور محبت کی کسک بھی اُس کے اورش اور امن کے لئے جدوجہد کے نیچے دب کر رہ گئی۔

ڈیمیتروفؔ

ایک سوشل ڈیمو کریٹ

باب — ۲

ڈیمیتروف نے بیسویں صدی کے ابتدائی سالوں میں جب سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کی رکنیت حاصل کی اس وقت سے لے کر مرتے دم تک اُس نے کوئی سال، کوئی مہینہ، کوئی ہفتہ کوئی دن اور کوئی لمحہ ایسا نہیں گزارا جب وہ سیاسی عمل سے دُور ہوا ہو۔ وہ جیل میں ہو یا جیل سے باہر وہ ایک انقلابی کے طور پر زندہ رہا۔

عشق وہ کیا جس میں جاں نہ گئی
درد وہ کیا جو لا دوا نہ ہوا

جارج ڈیمیتروف نے ۱۹۰۲ء میں جب سوشل ڈیموکریٹک پارٹی میں شرکت کی تو اُس کو جلد ہی روٹی روزگار کے چکر میں سموکوف جانا پڑا جہاں اسے امریکی کالج کے چھاپہ خانے میں ملازمت مل گئی۔ لیکن یہاں بھی وہ زیادہ دن نہ چل سکا اور اس کی انقلابی لگن نے یہاں بھی کالج کی انتظامیہ کے ساتھ محاذ آرائی کی کیفیت پیدا کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چند ماہ کے بعد اُس کو ملازمت ترک کرنا پڑی۔ دراصل کالج میں رواج تھا کہ انتظامیہ کی طرف سے ہر ہفتے کو یہاں پر ایک جلسے کا اہتمام ہوتا۔ یہ جلسے تبلیغی قسم کے ہوتے جن میں شہریوں اور کالج کے طلبا کو عیسائیت کے مختلف پہلوؤں سے روشناس کرایا جاتا اور ویسے حاضرین جلسہ کو یہ اجازت ہوتی کہ وہ مزید علم کے لئے مقرر سے سوال کر لیا کریں۔ ڈیمیتروف جب یہاں ملازم ہو کر آیا تو اُس نے بھی ان جلسوں میں شرکت شروع کر دی اور شرکت کے ساتھ ساتھ سوال بھی کرنے شروع کر دیئے

لیکن جارجی ڈیمیتروف کے سوال دو دھاری تلوار ہوتے۔ ایک طرف وہ مقرر کے مبلغ علم کا بھانڈا پھوڑ دیتے تو دوسری طرف مقرر کے خیالات کا بوداپن ظاہر ہونے لگتا اور حاضرین جلسہ پر یہ واضح ہو جاتا کہ عیسائیت کی تعلیم سائنس اور فلسفہ سے ہم آہنگ نہیں۔ سوالات کے اس سلسلے نے ایک طرف ڈیمیتروف کو اہم بنا دیا تو دوسری طرف طلبا پادریوں سے ہٹ کر ڈیمیتروف کے خیالات جاننے کے شوقین بن گئے۔ پادریوں کو احساس ہونے لگا کہ ڈیمیتروف کی وجہ سے ان کی دکانداری، ان کی علمیت کا رُعب، ان کی خطابت کا جادو، یہ سب ایک ایک کر کے جواب دیتے جا رہے ہیں۔ اس لئے انہوں نے ڈیمیتروف سے جان چھڑانے کا فیصلہ کیا کیونکہ اب کالج کے طلبا میں غور و فکر کی عادت شروع ہو گئی اور ڈیمیتروف نے جلد ہی طلبا میں ایک حلقہ بھی پیدا کر لیا جن میں مارکسزم کے چرچے شروع ہو گئے اور انقلاب کی باتیں ہونے لگیں۔ چنانچہ ۱۹۰۲ئہ کے آخری دنوں میں سموکوف کی انتظامیہ نے اسے ملازمت سے برطرف کر کے اس کے روزمرہ کے حملوں اور چبھنے والے سوالوں سے نجات حاصل کر لی۔ لیکن ملازمت سے نکالے جانے کے بعد بھی وہ کچھ دن سموکوف میں مقیم رہا اور اس دوران اُس نے سموکوف کی دوسری درس گاہوں کے طلباء سے بھی رابطہ قائم کیا۔ چنانچہ اہنگہ کے ٹیکنیکل اسکول کے طلبا میں بھی اُس نے مارکسزم کے حامیوں کا ایک گروہ پیدا کر لیا۔ کمیونسٹ مینی فیسٹو اور دوسری اشتراکی اور مارکسی کتابوں پر مشتمل اُس نے ان طلبا کے لئے ایک چھ ماہ کا نصاب تیار کیا تاکہ باقاعدہ طلبا کے ان حلقوں کو مارکسی تعلیمات اور افکار سے بہرہ ور کیا جا سکے۔ اس طرح اُس نے سموکوف میں ایک بہت مضبوط سا حلقہ پیدا کر دیا جو اس کے جانے کے بعد بھی کام جاری رکھ سکا۔

سنہ ۱۹۰۳ء

سموکوف سے ڈیمیتروف سنہ ۱۹۰۳ء میں واپس آیا۔ یہ ۱۹۰۳ء کے ابتدائی مہینے تھے۔ چنانچہ جب وہ صوفیا واپس آیا تو وہ سموکوف کے تجربات کی دولت سے مالا مال تھا۔ اُس نے سموکوف

کے قیام کے دوران مارکسی حلقوں کی تخلیق اور محنت کشوں کو منظم کرنے اور ان کی سیاسی تربیت کا خاصا اہم تجربہ حاصل کر لیا تھا۔ مزدور تنظیموں کے قیام اور مقاصد کی نشر و اشاعت اور صرف یہی نہیں بلکہ اس غیر مارکسی یا مارکس کے نام پر غلط نظریات اور ان کی تردید و تنقید کے کام میں بھی مہارت حاصل ہو گئی تھی۔ اب وہ اپنے سیاسی اور نظریاتی مخالفوں کو دندان شکن جواب دے سکتا تھا۔ لیکن یہ دور ایک لحاظ سے سخت کٹھن تھا کیونکہ سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے اندر بھی متضاد اور متحارب رجحانات آپس میں دست و گریباں ہو رہے تھے اور پورے بلغاریہ میں یہ آویزش دیکھنے میں آ رہی تھی۔

دراصل سماجی تبدیلی کا عمل بھی ایک سائنس ہے اور ان تبدیلیوں کے عمل کے بارے میں مارکسزم نے پہلی بار تبدیلی کے اصولوں کو سائنسی بنیادوں پر ترتیب دیا اور بعد میں لینن نے ان اصولوں کو عملی طور پر نافذ کرنے کی جدوجہد کی اور اس دوران زبردست تجربات حاصل کیے۔ اسی بنیاد پر مختلف ممالک کی سوشل ڈیموکریٹک پارٹیاں جنہوں نے مارکسزم کو قبول کیا تھا ان میں مسلسل مختلف رجحانات کے مابین آویزش اور محاذ آرائی کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ کیونکہ سماجی تبدیلی کے اس عمل میں اگر غیر سائنسی رجحانات داخل ہوں تو پوری تحریک غتر بود ہو جاتی ہے۔ اسی لئے جو لوگ بھی سماجی تبدیلیوں کو روبکار لانے کی تحریک میں شامل ہوتے ہیں ان کے لئے مختلف ممالک کی کمیونسٹ پارٹیوں اور سوشل ڈیموکریٹک پارٹیوں کی تاریخ کا مطالعہ ضروری ہو جاتا ہے۔ چنانچہ سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی کی تاریخ اسی وجہ سے اہمیت رکھتی ہے کہ اس سے دوسرے ممالک کی کمیونسٹ پارٹیاں اور ان پارٹیوں کے ہمدرد اور ہمنواؤں کو مختلف مہلک رجحانات اور ان کی ہلاکت آفرینیوں کو جاننے اور ان کے غلط اثرات سے محفوظ و مامون رہنے کے طریقے معلوم ہوتے ہیں اور وہ اپنے اپنے ملکوں میں زیادہ تندہی اور صحیح خطوط پر جدوجہد کر سکتے ہیں۔ ڈیمیتروف کی زندگی کی اہمیت کا راز بھی اسی جدوجہد میں پوشیدہ ہے کہ انہی نے بلغاریہ کی سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے بانی بلیگاوف کی قیادت میں مارکسزم

میں تحریف کرنے والوں اور ابن الوقتی کی راہیں اپنانے والے گروہوں کے خلاف انتھک جدوجہد کی۔

دو رجحانات

بیسویں صدی کے ابتدائی سالوں میں جب ڈیمیتروف سموکوف سے واپس صوفیا لوٹا تو پارٹی کے اندر دو متحارب رجحانات بہت ہی نمایاں تھے۔ ایک طرف دائیں بازو کا رجحان تھا۔ اس رجحان کے نمائندے وہ ابن الوقت قائدین تھے جو حاکم طبقہ سے سودے بازی اور تعاون کی راہ اپنانا چاہتے تھے اور دوسرا گروہ بائیں بازو کے رجحانات رکھنے والے سوشلسٹوں پر مشتمل تھا جو مارکس کی تعلیمات کی روشنی میں مزدور طبقہ کو منظم کر کے اس کی قیادت میں حاکم طبقہ کے خلاف بھرپور جنگ کے حامی تھے۔ اس گروہ کی قیادت بلیگاوف خود کر رہا تھا اور ڈیمیتروف بھی اسی گروہ کا حامی تھا اور بقول ڈیمیتروف "ان کے گروہ کا مقصد اس گروہ کو شکست دینا تھا جو مملکت کے نام نہاد دفاع اور استحکام کے حامی تھے۔"

لطف یہ ہے کہ آج ۱۹۸۲ء کے مئی کی آخری تاریخوں میں جب میں ڈیمیتروف کے حوالے سے بلغاریہ کی کمیونسٹ تحریک کی نشوونما اور رجحانات کا ذکر کر رہا ہوں تو مجھے خود پاکستان کے اندر برژوا دانشوروں کی وہ تحریریں یاد آ رہی ہیں جو قیامِ پاکستان کے فوراً بعد انہوں نے پاکستان کی کمزور کمیونسٹ پارٹی اور کمیونسٹ اہلِ قلم کے خلاف قلم بند کی تھیں جس میں ریاست سے وفاداری اور حب الوطنی کو ہم آہنگ قرار دیا گیا تھا اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ جو بھی اس وقت کی حکومت کی مخالفت کرتا ہے وہ اصل میں پاکستان ہی کا مخالف ہے۔ اس لئے وہ گردن زدنی ہے۔ یہی حال بلغاریہ میں بیسویں صدی کے ابتدائی ایام میں تھا کہ وہاں خود سوشل ڈیموکریٹوں کا ایک گروہ ایسا موجود تھا جو مملکت کے استحکام اور دفاع کے نام پر حکومت اور حاکم طبقہ کی حمایت اور تائید کا نعرہ دے رہا تھا۔ یہ رجحانات پچھلی ایک صدی سے مختلف ملکوں میں چلے

آتے رہے ہیں اور جہاں بھی ابھی تک سرمایہ دار اور سامراج دوست حلقے حکمران ہیں وہاں ابھی تک مملکت کی حفاظت اور دفاع کے نام پر ترقی پسند، سماجی تبدیلیوں کے حامیوں اور کمیونسٹوں کو گردن زدنی اور مردود ٹھہرایا جاتا ہے۔ ترقی یافتہ مغربی جرمنی میں کمیونسٹوں کو ملازمتوں سے الگ کیا جا رہا ہے تو مصر میں کمیونسٹوں اور ترقی پسندوں کو اخبارات، ذرائع ابلاغ اور کلیدی آسامیوں سے ہٹانے اور اخبارات پر پابندیاں عائد کرنے کے سلسلے میں باقاعدہ صدر سادات کی طرف سے ریفرینڈم کرایا جاتا ہے اور اس ریفرینڈم میں فتح حاصل کر کے ظلم و ستم کے لئے عوامی تائید کا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے۔ یہ سب اُوپری طبقے اور سامراج دوست حلقوں کے طریقے ہیں جس سے وہ اپنی اور اپنے طبقے کی زندگی کے دن بڑھانا چاہتے ہیں۔ کیا پاکستان میں "نوائے وقت" دن رات ترقی پسندوں اور کمیونسٹوں اور سوشلسٹوں کو اخبارات، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور دیگر ذرائع ابلاغ سے نکالنے کا مطالبہ نہیں کر رہا۔ کیا میاں امیرالدین کے نام سے وہ مضمون لکھوا کر کمیونسٹوں کو غیر مسلم قرار دینے کا مطالبہ نہیں کر رہا؟ اور خود حکمران مُرخوں کا خون چُوسنے اور اُلٹا ٹنکانے کی بات نہیں کر رہے؟ یہ دراصل آج اس بیسویں صدی کی آخری چوتھائی میں جب عالمی توازن سوشلزم کے حق میں تیزی سے بدل رہا ہے تو سامراجی اور ان کے دوست بوکھلا کر بدترین قسم کی فسطائیت کو پروان چڑھانے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن وہ یہ فراموش کر دیتے ہیں کہ اگر بیسویں صدی کی تیسری اور چوتھی دہائی میں ہٹلر اور مسولینی کی فسطائیت زیادہ دنوں زندہ نہیں رہ سکی تو اب ان بونوں کی فسطائیت کتنے دن پھل پھول سکتی ہے۔ یہ طبقے تو اتنے کمزور اور لاغر ہیں کہ پاکستان جیسے ملک میں جہاں منظم کمیونسٹ تو کجا بائیں بازو کی تحریک بھی منظم طور پر موجود نہیں وہاں ان کی نیندیں حرام ہیں اور جب سے افغانستان میں سماجی تبدیلی کا عمل شروع ہوا ہے تو اس وقت سے یہ طبقے واقعی کچھ پاگل پاگل سے دکھائی دیتے ہیں اور یہ آوازیں لگا رہے ہیں کہ بھاگو، پکڑیو، ہماری زمینداریاں، ہمارے کاروبار، ہماری فیکٹریاں ہماری یہ اخباری سلطنتیں ڈوبنے کو ہیں۔ پکڑیو! کمیونسٹ گھسے چلے آ رہے ہیں۔ تو وہ خم تک پہنچ گئے

ہیں۔ اصل میں ان لوگوں کو نہ عوام کی پروا ہے نہ اسلام کی۔ ان کو صرف اپنے منافعوں، اپنے دھن دولت کا فکر ہے۔ ان کے تمام فلسفے، تمام مذہب پرستی، تمام اسلام پسندی کی بنیاد ایک ہی ہے کہ نجی جائیداد اور نجی کاروبار کی حفاظت کیسے ہو، لوٹ کھسوٹ کی آزادی کیسے ملے؛ ملازمین کو، مزدوروں کو کارکن صحافیوں کو ملازمت سے جواب دینے کی کھلی چھٹی کیسے حاصل ہو؛ یہ اپنے منافعوں کو محفوظ اور مامون کیسے کریں؟ چنانچہ ان مقاصد کے لئے یہ نئے فلسفے تراشتے ہیں اور سوشلزم کو گالی دیتے ہیں اور اس فلسفے کا نام کبھی نظریہ پاکستان رکھتے ہیں اور کبھی نظام مصطفےٰ کے تقدس کو استعمال کرتے ہیں۔

یہ باتیں میں نے اس لئے کی ہیں کہ پڑھنے والوں کو یہ سمجھنے میں آسانی ہو کہ آج سے ساٹھ ستر برس پہلے روس کی سوشل ڈیمو کریٹک پارٹی ہو یا بلغاریہ کی سوشل ڈیمو کریٹک پارٹی ان کو بھی اسی قسم کے رجعت پسند عناصر سے جنگ وجدل کرنی پڑی تھی، جن عناصر کے خلاف تیسری اور سرمایہ دار دنیا کے ترقی پسندوں کو کسی نہ کسی صورت میں آج بھی لڑائی لڑنی پڑ رہی ہے۔ اس لئے میں جب بلغاریہ کی بات کرتا ہوں یا پولینڈ کی یا سوویت یونین کی تو اصل مقصد ان ممالک کی تحریکوں سے سبق حاصل کرنا ہوتا ہے اور اپنے ہاں کے ترقی پسند عناصر کو بتانا ہوتا ہے کہ ان سوشلسٹ ممالک کی تحریکوں سے ہم بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے صحیح راہ عمل اختیار کر کے اپنے ہاں کے رجعت پسندوں کو مکمل شکست دے دی تھی اور ہم صحیح راہ عمل اختیار کر کے آج اپنے ہاں کے رجعت پسندوں کو شکست دے سکتے ہیں۔ یہ انہونی بات نہیں ہے۔ اگر افغانستان جیسے پسماندہ ملک میں یہ بات انہونی نہیں رہی، تو ہمارے ہاں کیوں انہونی رہے گی۔

ہاں تو بات ہو رہی تھی بلغاریہ کے اندر سوشل ڈیمو کریٹک پارٹی میں دو متحارب نظریات اور رجحانات کی۔ چنانچہ ان دو متحارب رجحانات کے درمیان لڑائی کا نتیجہ یہ نکلا کہ فروری ۱۹۰۲ء میں باقاعدہ طور پر یہ جنگ منطقی نتیجے پر پہنچ گئی اور بائیں بازو کے سوشلسٹوں نے اپنی

الگ تنظیم قائم کرنے کا فیصلہ کیا جو مارکس کی تعلیمات کی بنیاد پر قائم کی جائے گی۔ چنانچہ ڈیمیتروف اس تنظیم کی صوفیا شاخ کا سیکرٹری منتخب ہوگیا اور اس کو موقع پرست لیڈروں اور ان کے افکار کے خلاف زبردست لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ اس کے ساتھ ہی پرنٹرز ٹریڈ یونین کی قیادت کا بوجھ بھی اسی کے کندھوں پر تھا۔ وہ اس ذمّہ داری کو بھی نبھاہ رہا تھا۔

بیسوی صدی کی پہلی دہائی میں ڈیمیتروف نے اپنی سیاسی زندگی میں زبردست اور بہت تیزی سے ترقی کی۔ مثال کے طور پر ۱۹۰۳ء کے ابتدائی مہینوں میں ڈیمیتروف کا پہلا نظریاتی مضمون بائیں بازو کے سوشلسٹوں کے اخبار میں شائع ہوا اس کا عنوان تھا "ٹریڈ یونین میں موقع پرستی"۔ یہ مضمون کئی قسطوں میں شائع ہوا اور یہ وہ پہلا مضمون تھا جس نے ڈیمیتروف کو بطور مارکسی THEORITICIAN نظریہ ساز پیش کیا۔ اس مضمون میں رجعت پسند لیڈروں اور ان کے فکری رجحانات کو بے نقاب کیا گیا تھا اور یہ ثابت کیا گیا کہ کس طرح سے یہ لوگ ٹریڈ یونین کو بنیادی طور پر سرمایہ داروں کی باندی بنا دینا چاہتے ہیں اور جو کام سرمایہ دار کھلم کھلا نہیں کرسکتے۔ یہ عناصر ٹریڈ یونین کے اندر گھس کر وہی ناپاک عزائم پورا کرنا چاہتے ہیں۔

جولائی ۱۹۰۴ء میں پارٹی کی گیارہویں کانگرس کا انعقاد عمل میں آیا تو پہلی بار ڈیمیتروف اس کانگرس میں بطور نمائندہ کے شریک ہوا اور کانگرس میں اُس نے بہت ہی سرگرم حصّہ لیا۔ چنانچہ اس کو پارٹی کی پریس کمیٹی کا رکن چن لیا گیا۔ اگلے سال ۱۹۰۵ء میں پارٹی کی بارہویں کانگرس صوفیا میں منعقد ہوئی تو ڈیمیتروف نے پارٹی کے قواعد وضوابط کے بارے میں قرارداد پیش کی جو اتفاق رائے سے منظور کر لی گئی۔ اسی طرح ۱۹۰۶ء کی کانگرس جو NEVLIZ کے مقام پر منعقد ہوئی اس میں پارٹی کی تنظیم کے بارے میں ڈیمیتروف نے اپنی قرارداد پیش کی جس پر پارٹی کے تنظیمی ڈھانچے کے لئے ڈیمیتروف کی سربراہی میں ایک کمیٹی قائم کردی گئی۔

۱۹۰۵ء

۱۹۰۵ء کا زمانہ بلغاریہ کی انقلابی تحریک کے لئے بھی خاصا اہم ہے۔ کیونکہ روس

کے انقلاب کی گونج یہاں بھی پہنچ رہی تھی اور اس کے اثرات اس انقلابی تحریک پر بھی ظاہر ہو رہے تھے۔ ۱۹۰۵ء کے روسی انقلاب نے ایک طرف بلغاریہ کے مزدوروں کے طبقاتی شعور میں اضافہ کیا اور عوام میں ایک گونہ تیقن پیدا کر دیا کہ حاکم طبقہ کو للکارا جا سکتا ہے۔ گویہ انقلاب ناکام ہو گیا لیکن اس نے محنت کش اور غریب عوام میں بلا کی خود اعتمادی پیدا کر دی۔ دوسری طرف بلغاریہ کے بائیں بازو کے سوشلسٹوں نے اس انقلابی اقدام پر روس کے مزدوروں کو مبارک دی اور باقاعدہ قرارداد کے ذریعے لینن اور اس کی پارٹی کو خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ بارہویں کانگرس میں ایک قرارداد کے ذریعے انقلاب میں کام آنے والے شہدا کو بھی خراج پیش کیا گیا۔ اس طرح سے بلغاریہ اور روسی مزدوروں میں پہلا بین الاقوامی رابطہ اور تعلق قائم ہوا، جو آج پون صدی گزرنے کے بعد بھی قائم و دائم ہی نہیں بلکہ ان میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔

اس انقلاب نے جارجی کو بھی بہت متاثر کیا۔ ویسے حقیقت یہ ہے جیسے کہ میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں کہ جارجی روسی سوشلسٹوں سے بہت پہلے سے متاثر چلا آتا تھا کیونکہ ۱۹۰۰ء میں اس کے چھوٹے بھائی نے اوڈیسا (ODESSA) جو بحیرہ اسود کے کنارے روس کی اہم بندرگاہ تھی اور آج بھی ہے، سے جارجی ڈیمیتروف کے لئے روس سے انقلابی لٹریچر جو وہاں کی سیاسی تنظیمیں خفیہ طور پر شائع کرتی تھیں وقتاً فوقتاً بھیجتا رہتا تھا۔ صرف یہی نہیں بلکہ اسی اوڈیسا والے بھائی، جو خود بھی روس میں سیاسی سرگرمیوں میں ملوث تھا کے دوست بھی خفیہ طور پر بلغاریہ آتے تھے اور جارجی ڈیمیتروف اور اس کے دوسرے انقلابی دوست روس سے آنے والے ان انقلابیوں کی بہت آؤ بھگت کرتے رہتے تھے اور ان کو بہت اہتمام سے اپنے ہاں مہمان رکھتے بلکہ یہاں تک ہوا کہ ایک بالشویک انقلابی نے ڈیمیتروف کے پاسپورٹ پر اپنا فوٹو چسپاں کر کے ۱۹۰۵ء کے انقلاب کی تیاریوں کے سلسلہ میں ماسکو اور دوسرے دور دراز علاقوں کا سفر کیا تھا اور اسی پاسپورٹ پر وہ سائبیریا میں جلا وطن انقلابی لیڈروں سے ملنے گیا تھا۔ ۱۹۰۶ء میں یہی انقلابی صوفیا آیا اور اس نے ڈیمیتروف سے ملاقات کی اور اس نے ۱۹۰۵ء کے انقلاب

اور اس کے بعد کے واقعات تفصیل کے ساتھ ڈیمیتروف اور اس کے ساتھیوں کو بتائے اور انقلاب کی ناکامی کے بارے میں بالشویکوں کے تجزیے سے بھی آگاہ کیا۔ چنانچہ یہ بھی حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ ڈیمیتروف نے ۱۹۰۶ء میں SILVEN کے مقام پر پارٹی کی تیرہویں کانگرس کے موقع پر پارٹی کے تنظیمی ڈھانچے کے بارے میں جو قرارداد پیش کی تھی وہ بھی بہت حد تک لینن کے پارٹی ڈھانچے کے بارے میں جو اصول اُس نے مرتب کئے تھے، ان سے ہی متاثر ہو کر پیش کی گئی تھی۔

ڈیمیتروف کی سیاسی زندگی میں یہ دور وہ دور تھا جب وہ ایک مارکسی دانشور کے ساتھ ساتھ کامیاب ٹریڈ یونینسٹ، ایک منتظم، ایک بہادر اور جیالے کارکن کے طور پر اپنا سکہ جمانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس کے نزدیکی رفقا میں کرکوف بھی تھا۔ یہ شخص بھی بہترین ناظم، شعلہ بیان مقرر اور ایک مسلمہ صحافی تھا۔ اس کی رفاقت اور اس کے ساتھ کام کرنے سے خود ڈیمیتروف کی بہت سی صلاحیتیں کندن بنیں اور اُس کو ذہنی اعتبار سے جلا ملی۔ چنانچہ یہ کامیابیاں تھیں جن سے اس کی مقبولیت اور محبوبیت میں گرانقدر اضافہ ہوا۔ اسی مقبولیت کی بنا پر اُس نے ۱۹۰۷ء اور ۱۹۰۸ء کے درمیانی سال میں اُس نے بلغاریہ میں ملک گیر پیمانے پر مرکزی ٹریڈ یونین قائم کی۔ اس نئی یونین کے قواعد و ضوابط اس نے مرتب کئے اور ۱۹۰۸ء میں اس مرکزی ٹریڈ یونین کے اخبار "ٹریڈ یونین" کا کالم ایڈیٹر نامزد ہو گیا۔ اس کالم نویسی نے ایک طرف اس کی صحافتی صلاحیتوں کو نکھارا تو دوسری طرف وہ بلغاریہ بھر کے مزدور کی قیادت کا حق دار تسلیم ہونے لگا اور پورے بلغاریہ کے محنت کشوں میں اس کا نام لیا جانے لگا۔ اس کی جان پہچان اور شہرت صرف شہروں میں کام کرنے والے مزدوروں یا کوئلے اور پتھر کی کانوں میں کام کرنے والے محنت کشوں کے حلقوں تک ہی محدود نہ تھی بلکہ دور دراز دیہات میں کھیتوں پر کام کرنے والے کسان اور کاشتکار اور کھیت مزدور بھی اس کا احترام کرنے لگے تھے اور اسے بہت حد تک اپنے دکھوں کا مسیحا جاننے لگے تھے۔

جان دے کر بھی مہم عشق کی سر کرتا ہے
یہ فرشتوں کا نہیں کام بشر کرتا ہے

اب اس کی شہرت کسی ایک گلی، کسی ایک کوچے اور کسی ایک شہر میں نہ محدود تھی نہ مقید اس کا نام اور اس کی شہرت پورے بلغاریہ کے محنت کشوں تک پہنچ چکی تھی۔ اس کا نام، اس کے افکار بلغاریہ کی حدود میں پھیلے ہوئے غریب و مجبور انسانوں کے دل کی دھڑکن بن رہے تھے۔ وہ جہاں بھی جاتا وہاں کے محنت کشوں میں طبقاتی شعور بیدار کرتا۔ انہیں اپنے حقوق کے حصول اور تحفظ کے لئے جدوجہد پر آمادہ کرتا اور انہیں سرمایہ داری و جاگیرداری نظام کے خلاف صف آرا ہونے کے لئے اکساتا۔ ان کو متحرک کرتا اور انقلاب کے لئے ان کو تیار کرتا۔

ہڑتالوں کا سلسلہ

اس کی اور بائیں بازو کے سوشلسٹوں کی جدوجہد کا نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۹۰۶ء میں بلغاریہ کے محنت کشوں نے پورے ملک میں زبردست ہڑتال کی۔ اس ہڑتال میں پورے ملک کے صنعتی اداروں کے مزدوروں نے پہلی بار زبردست اتحاد کا مظاہرہ کیا۔ اس کے دو سال بعد ۱۹۰۸ء میں ریلوے مزدوروں نے ہڑتال کر دی جو چالیس دن جاری رہی۔ اسی سال ہی SILVEN کے صنعتی شہر، جو کپڑے کی صنعت کا سب سے اہم مرکز تھا، میں کپڑے کے مزدوروں نے ہڑتال کر دی۔ ان ہڑتالوں نے پورے ملک کے پرولتاریہ میں زبردست انقلابی تحریک کو جنم دیا۔ ریلوے سٹرائیک نے تو بادشاہت کے خاتمے کی صورت اختیار کر لی اور صوفیا میں ریلوے مزدوروں نے بادشاہت مردہ باد کے نعروں کی گونج میں زبردست مظاہرہ کیا۔ اور صوفیا میں جب قومی تھیٹر میں ولی عہد آیا تو ریلوے مزدوروں نے وہاں بھی اس کے خلاف مظاہرہ کیا۔ ۱۹۰۹ء میں ماچس بنانے والے کارخانوں کے مزدوروں نے ہڑتال کر دی۔ اسی طرح سگریٹ کے کارخانوں کے مزدوروں نے بھی ہڑتال کی اور ۱۹۱۰ء میں PLAKALNITSA کی کانوں میں زبردست ہڑتال شروع ہو

گئی اور یہ ۳۵ دن تک جاری رہی۔ اس کے نتیجے میں بائیں بازو کے سوشلزم کے اثرات پرولتاریہ میں بہت حد تک سرایت کر گئے اور طبقاتی جدوجہد ایک نئے دور میں داخل ہو گئی۔ پورا ملک سرمایہ دار اور مزدور طبقہ کے متحارب کیمپوں میں تقسیم ہو گیا۔ اس ہڑتال کی قیادت صوفیا کی پارٹی کمیٹی کر رہی تھی اور چونکہ صوفیا کی پارٹی کا سیکرٹری جارج ڈیمیتروف تھا اس لیے اس ہڑتال کی قیادت کی ذمہ داری بھی اسی کے کندھوں پر تھی۔ چنانچہ جب پارٹی کی تیرہویں کانگرس منعقد ہوئی تو اس میں کان کنوں کی اس ہڑتال پر تفصیلی قرارداد منظور ہوئی جس میں کہا گیا تھا۔

"بلغاریہ کے محنت کشوں کی سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کی تیرہویں کانگرس اعلان کرتی ہے کہ:۔

PLAKALNITSA کی کانوں میں کام کرنے والے کان کنوں کی ہڑتال کے دوران حکومت کا رویہ اور اس کا کردار ہی بے نقاب نہیں ہوا بلکہ محنت کشوں کی اس آئینی جدوجہد کے دوران سرمایہ داری کی حامی جماعتوں اور اخبارات نے حتیٰ کہ برائے نام سوشلسٹ کہلانے والے قائدین نے نہ صرف خاموشی اختیار کی، بلکہ مزدوروں کے مفادات کے خلاف سرمایہ داروں اور ان کی حکومت کی تائید کرتے رہے ہیں۔ لیکن ہڑتالی مزدور مبارکباد کے مستحق ہیں کہ ان سب رکاوٹوں کے باوجود ہڑتالیوں نے اپنی یونین اور سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے پرچم تلے جدوجہد کر کے اپنی جرأت اور مستقل مزاجی سے ثابت کر دیا ہے کہ محنت کش طبقہ کے خلاف سرمایہ داروں کا کوئی ہتھیار، کوئی حربہ اور کوئی سازش کامیاب نہیں ہو سکتی اس لئے کانگرس ان تمام مظالم کی شدید مذمت کرتی ہے جو کان کنوں کی اس ہڑتال کے دوران روا رکھے گئے اور ساتھ ہی کانگرس ان تمام عناصر کی بھی شدید مذمت سے باز نہیں رہ سکتی جنہوں نے اس ہڑتال کو ناکام بنانے کے لئے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔

آخر میں یہ کانگرس کان کنوں اور ان کے رفقا کو اس زبردست اور کامیاب جدوجہد

پرہدیہ تبریک پیش کرتی ہے۔"

کان کنوں کی یہ ہڑتال اور یہ عظیم جدوجہد سوشل ڈیموکریٹک پارٹی اور جارجی ڈیمیتروف کی اپنی زندگی میں ایک بہت ہی اہم موڑ ثابت ہوا۔ اس جدوجہد اور اس کی کامیابی نے پارٹی اور اس کے قائدین دونوں کو اگر ایک طرف بلا کا اعتماد بخشا تو دوسری طرف ان کو اس جدوجہد سے کچھ سبق بھی حاصل ہوئے۔ چنانچہ ان تمام کامیابیوں اور اس دوران حاصل ہونے والے تجربات کی بنیاد پر ڈیمیتروف نے پارٹی کانگرس کے بعد کل بلغاریہ ٹریڈ یونین کانگرس کے اجلاس میں تفصیلی رپورٹ پیش کی اور اس کے بعد ڈیمیتروف اپنے رفقاء کے ساتھ مزدور تحریک کو وسعت دینے میں مصروف ہو گیا۔ کان کنوں کی عظیم تحریک نے جو مجموعی طور پر مزدور طبقے میں ابھار پیدا کیا تھا اُس کو اُس نے منظم کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ جن صنعتوں کے مزدور ابھی ٹریڈ یونین میں منظم نہیں ہوئے تھے ان کو ایک طرف منظم کیا گیا اور وہاں ٹریڈ یونین قائم کی گئی اور ساتھ ہی وہاں بائیں بازو کی سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کی شاخ بھی قائم کی جانے لگی کیونکہ ڈیمیتروف کے نزدیک مزدوروں کو ٹریڈ یونین میں منظم کرنا ایک عظیم کام ہے۔ ان میں اگر سیاسی شعور بیدار نہیں کیا جاتا اور ان کو ساتھ ساتھ ان کی اپنی سیاسی پارٹی میں منظم نہیں کیا جاتا تو یہ تمام کام ادھورا رہ جائے گا۔

ڈیمیتروف بلغاریہ کے جنرل ورکرز ٹریڈ یونین کے سیکرٹری کی حیثیت سے ہر اس جگہ پہنچا جہاں مزدوروں کی ہڑتال کی صورت میں اُس کی ضرورت محسوس کی گئی۔ اُس نے ہر ہڑتال کمیٹی سے رابطہ قائم رکھا اور ان ہڑتالی کمیٹیوں کو منظم کیا اور ان میں انقلاب دشمن طاقتوں کو دخل انداز ہونے سے باز رکھا۔ چنانچہ ۱۹۰۸ء سے ۱۹۱۲ء کے درمیانی عرصے میں پارٹی کی تنظیم اور پروگرام کی رہنمائی میں ۶۸۰ ہڑتالیں ہوئیں اور کم و بیش ان سب کی قیادت براہ راست جارجی ڈیمیتروف نے کی۔ ۱۹۱۱ء میں اُس نے بچوں اور عورتوں سے محنت کرانے کے بارے میں حفاظتی قوانین سے متعلق تحریک چلائی اور بالآخر قانون منظور کرا لیا گیا جس کے تحت عورتوں اور بچوں کو محنت میں کئی ایک تحفظ حاصل ہوئے۔ ۱۹۱۲ء میں ڈیمیتروف کے کہنے پر پارٹی اور ٹریڈ یونین نے محنت کش مردوں اور عورتوں کے حق رائے دہندگی کے لئے تحریک چلائی۔

ڈیمیٹروف

نظریاتی جنگ کے مجاہد کی حیثیت سے

باب — ۳

بیسویں صدی کی پہلی دہائی میں ڈیمیتروف نے جہاں ایک ٹریڈ یونینسٹ اور ایک مستعد منتظم کے طور پر اپنا سکہ جمایا وہیں اس دور میں وہ مارکسی تعلیمات کے عام کرنے میں بھی پارٹی کا ہاتھ بٹاتا رہا اور حقیقت یہ ہے کہ اس دور میں بائیں بازو کے سوشلسٹوں نے بلیگاف کی رہنمائی میں زبردست نظریاتی جنگ بھی لڑی۔ اس دور میں مارکسزم کی تبلیغ کے لئے زبانی اور تحریری دونوں محاذوں سے زبردست کام ہوا۔ ایک طرف مزدوروں کے کلب قائم کئے گئے، "سٹڈی سرکل ترتیب پائے"، مارکس کی تعلیمات کے لئے باقاعدہ اسکول بھی منظم کئے گئے۔ جہاں دو تین ماہ کے لئے داخل کیا جاتا تا اور ان کو باقاعدہ مارکسزم کی تعلیم دی جاتی۔ اور بلغاریہ جیسا مختصر ملک اس دور میں بھی ۔ مارکسی ادب کی نشر و اشاعت میں یورپ کے صف اوّل کے ملکوں میں شمار ہوتا تھا۔ آج مغربی ممالک اور ان کے ذرائع ابلاغ یہ پراپگینڈہ کرتے ہیں کہ بلغاریہ سوویت یونین کا دم چھلہ ہے اور سوویت یونین ہی کا یہاں پر سوشلزم قائم کرنے میں کامیاب ہوا ہے اور ہمارے ملک میں اولاً تو سوشلسٹ ملکوں کے بارے میں مبلغ علم نہ ہونے کے برابر ہے لیکن جہاں ہے بھی وہاں یہی تاثر ہے کہ یہ چھوٹے سوشلسٹ ملک سوویت یونین کے طفیلی ملک ہیں۔ حالانکہ بلغاریہ کو ہی لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس مختصر ملک میں سوشلزم کی جدوجہد کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ خود سوویت یونین کی تاریخ ہے۔ چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ ۱۹۰۵ء میں بلغاریہ کی اپنی زبان میں مارکس کی سب سے مشکل اور سب سے اہم کتاب "داس کیپٹل" کی پہلی جلد کا ترجمہ شائع ہو چکا تھا۔ ۱۹۰۶ء میں بلیگاف کی کتاب "سوشلزم

کی تاریخی نشوونما میں بلغاریہ کا حصّہ" شائع ہوئی۔ یہ کتاب آج بھی بلغاریہ کے سوشلسٹ ادب میں زبردست اہمیت رکھتی ہے۔ اس میں بلغاریہ میں سوشلسٹ افکار کی نشوونما کی پوری تاریخ بیان کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ بلغاریہ میں انقلابی پارٹی کے قیام کے لئے کس طرح اور کس انداز سے جدوجہد کی گئی۔ اسی بلیگاف نے مارکسزم میں تحریف کرنے والوں کے خلاف پمفلٹوں، کتابچوں اور اخباری مضامین کے ذریعے زبردست نظریاتی جنگ لڑی۔

بلغارین پارٹی اور دوسری انٹرنیشنل

سنہ ۱۹۰۳ء میں جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے کہ بلغاریہ کی سوشل ڈیموکریٹک پارٹی میں دو واضح گروہ وجود میں آگئے تھے۔ ایک گروہ بائیں رجحانات کے حامل افراد پر مشتمل تھا جو مارکسزم میں پختہ یقین رکھتے تھے۔ وہ بلیگاف کی قیادت میں منظم ہوگیا اور اس گروہ نے باقاعدہ اپنی تنظیم قائم کرلی۔ لیکن سنہ ۱۹۰۴ء میں دوسری انٹرنیشنل کا ایمسٹرڈیم میں جب اجلاس منعقد ہوا تو اس میں اتحاد کے نام پر تمام ممالک میں سوشلسٹ پارٹیوں کو متحد ہونے پر اصرار کیا گیا۔ اصل میں اس اجلاس میں جو قرارداد منظور ہوئی وہ تمام سوشلسٹ پارٹیوں میں ابن الوقتوں کو شہ دینے کا کام کر رہی تھی اور اس قرارداد کا اصل مقصد ہی ان سوشلسٹ پارٹیوں کے اندر کے انقلابی اور صحیح مارکسی عناصر کو پابہ زنجیر کرنا تھا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ خود دوسری انٹرنیشنل پر ابن الوقت عناصر کا تسلّط تھا۔ اس لئے وہ تمام ممالک میں اپنے ہم خیال ابن الوقت اور ڈھلمل عناصر کو آگے بڑھا رہے تھے۔ چنانچہ جب دوسری انٹرنیشنل نے یہ قرارداد منظور کی تو بلغاریہ کے بائیں بازو کی سوشل ڈیموکریٹک پارٹی نے بلیگاف کی قیادت میں اس کے خلاف زبردست احتجاج کیا۔ چنانچہ ۲۲ ستمبر ۱۹۰۴ء کو بلغاریہ کی بائیں بازو کی سوشل ڈیموکریٹک پارٹی نے اعلان کیا:۔

"بلغاریہ کی ورکرز سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کی مرکزی کمیٹی اور دائیں بازو کے عناصر کے درمیان اتحاد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ اس قسم کا اتحاد ان بنیادی اصولوں

سے غدّاری ہوگی جن کی حفاظت اور استحکام کے لئے خود بین الاقوامی سوشلسٹ کانگرس وجود میں آئی تھی۔ لہٰذا اس قسم کے اتحاد کا مطلب سوشلزم کے پرچم سے بے وفائی ہوگا۔"

چنانچہ بلغاریہ کی ورکرز سوشل ڈیموکریٹک پارٹی نے اپنی جدوجہد جاری رکھی اور اس جدوجہد کے بنیادی داؤ پیچ یہ تھے کہ محنت کشوں کا اتحاد اور آزادانہ طبقاتی جدوجہد جاری رکھی جائے اور ایمسٹرڈیم کانگرس کے فیصلوں اور احکامات کے سامنے سر تسلیم خم نہ کیا جائے۔ گو دوسری انٹرنیشنل کے لیڈروں نے بلغاریہ کے بائیں بازو پر اپنا دباؤ برابر قائم رکھنے کی کوشش کی اور ان کی طبقاتی جدوجہد کے اصولوں کی کبھی تائید نہیں کی۔ چنانچہ ۱۹۱۰ء کے موسم گرما میں دوسری انٹرنیشنل نے ٹراٹسکی کو بلغاریہ بھیجا تاکہ وہ دوبارہ بائیں بازو اور دائیں بازو میں اتحاد کی کوشش کرے لیکن بلغاریہ کے بائیں بازو کے عناصر اپنے مؤقف پر ڈٹے رہے بلکہ انہوں نے — KOLAROV ۔ V کی قیادت میں دوسری انٹرنیشنل پر الزام عائد کرتے ہوئے کہا:۔

"آخر بین الاقوامی سوشلسٹ کانگرس کی مرکزی قیادت ابن الوقتوں کے لئے اپنے دلوں میں اتنا نرم گوشہ کیوں رکھتی ہے۔ بلغاریہ کی سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے نزدیک ان ابن الوقتوں اور ان کی تنظیم کو تو اس بین الاقوامی تنظیم میں داخلہ کی اجازت ہی نہیں ملنی چاہئے تھی اور بین الاقوامی سوشلسٹ کانگرس کو بنیادی نظریات اور سرگرمیوں کے معاملے میں نہ تو اتنی نرمی دکھانی چاہئے اور نہ ہی اتنا لچک دار رویہ اختیار کرنا چاہئے۔"

بہرحال سیکنڈ انٹرنیشنل کی مرکزی قیادت اپنی ان ناکامیوں کے باوجود اپنے غیر اصولی رویے پر قائم رہی۔ چنانچہ ۱۹۱۱ء میں بھی اس قیادت نے اپنے کئی ایک نمائندے بلغاریہ روانہ کئے لیکن بلغاریہ کے بائیں بازو کے ان عناصر نے اپنے مؤقف میں تبدیلی یا ترمیم کرنے سے انکار کر دیا اور دائیں بازو کے عناصر سے متحد ہونے پر رضامند نہ ہوئے۔

بلقان کی ریاستوں کے سوشلسٹوں کی پہلی کانفرنس

بلغاریہ کے بائیں بازو کے عناصر کی اس اصول پرستی اور مستقل مزاجی نے ان کی تحریک کو بلغاریہ کے محنت کش طبقوں میں مقبول بنانے میں بہت مدد کی۔ صرف یہی نہیں بلکہ ان بائیں بازو کے عناصر کی اس اصول پرستی نے بلغاریہ کے محنت کشوں میں بین الاقوامی بھائی چارے کے جذبات کی بھی زبردست نشوونما کی اور محنت کش سمجھنے لگے کہ تمام ممالک کے محنت کشوں کے مفاد میں ہم آہنگی ہے۔ ان میں کوئی تضاد نہیں۔ یہ تضاد اوپری طبقے میں ہوتے ہیں اور یہ اوپری طبقے اپنے مفادات کی حفاظت کے لئے کبھی حب الوطنی کے نام پر اور کبھی مملکت کے دفاع کے نام پر محنت کشوں کو غلط راہوں پر ڈالتے رہتے ہیں۔ چنانچہ بلغاریہ کے ان بائیں بازو کے سوشلسٹوں نے محنت کشوں اور دانشوروں کو آگاہ کیا کہ کس طرح بلغاریہ کے حکمران طبقے قومی تعصب کو ہوا دے کر آئین میں ترامیم کروانا چاہتے ہیں اور بادشاہ کے اختیارات میں اضافے کے لئے فضا سازگار بنا رہے ہیں تاکہ بلقان کی ریاستوں میں جنگ کے شعلے بھڑکائے جا سکیں کیونکہ اس وقت صورت حال یہ تھی کہ بلغاریہ کے ابھی خاصے اہم علاقے مثلاً مقدونیہ، عدرنا وغیرہ اہل سلطنت عثمانیہ کے ماتحت ہی تھے۔ اور گو بائیں بازو کے یہ سوشلسٹ ان علاقوں کی آزادی اور بلغاریہ میں شمولیت کے حامی تھے لیکن اس مقصد کے لیے وہ جنگ کے مخالف تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ دراصل بلغاریہ کے سرمایہ دار جو جنگی جنون پھیلا رہے ہیں ان کے مقاصد عوام کی آزادی نہیں بلکہ ان کی جدوجہد کو قومی تعصب اور جنگی جنون میں تبدیل کرنا ہے اور اس فضا سے یورپی طاقتیں یونان، ترکی، برطانیہ سبھی فائدہ اٹھانا چاہتی ہیں۔ چنانچہ سوشل ڈیموکریٹک پارٹی نے بلغاریہ کے عوام کو متنبہ کیا کہ یورپی طاقتیں بلقان کی کمزور ریاستوں کو آپس میں لڑوا کر اپنا اثرورسوخ قائم کرنا چاہتی ہیں۔ اس لئے بلقان کی ریاستوں کو آپس کے متنازعہ مسائل گفتگو سے حل کر لینے چاہئیں بلکہ ان بائیں بازو کے سوشلسٹوں نے تمام بلقانی ریاستوں کے باشندوں سے اپیل

کی کہ وہ اپنی حکومتوں پر دباؤ ڈالیں اور آپس میں فیڈریشن قائم کرلیں تاکہ مشترکہ طور پر بیرونی حملہ آور اور یورپی طاقتوں کی مداخلت کو روکا جا سکے۔

تمام بلقانی ریاستوں میں جنگ کے خلاف فضا پیدا کرنے اور بلقان کے مسئلے کو گفتگو کے ذریعے حل کرنے کے لئے تمام بلقانی ریاستوں کی سوشل ڈیموکریٹک پارٹیوں کی ایک کانفرنس طلب کی گئی۔ چنانچہ بلغراد میں ۱۹۱۵ء میں ۷ جنوری کو ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں بلغاریہ، سربیا، کروشیا سلووینیا، بوسنیا، مقدونیہ اور ترکی کی سوشل ڈیموکریٹک پارٹیوں نے شرکت کی۔

جزیرہ نمائے بلقان کی ان چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی سوشل ڈیموکریٹک پارٹیوں کی یہ پہلی کانفرنس عالمی تاریخ میں ایک زبردست اہمیت کی حامل ہے۔ ان میں سے اکثر ریاستوں پر ابھی ترکی کی بالادستی قائم تھی۔ دوسری طرف برطانیہ، اٹلی، روس یہ سب ان ریاستوں پر اپنا اثر ورسوخ اور بالادستی قائم کرنے کے خواہش مند تھے اور یہ جزیرہ نمائے بلقان ایک نئی جنگ کے دہانے پر کھڑا تھا ایسے دور میں سوشلزم کی حامی جماعتیں سوشلسٹ طریقے سے جنگ کو روکنے اور مختلف قومیتوں اور قوموں کی آزادی اور خود مختاری کے مسائل کے حل کے لئے بلغراد کے شہر میں جمع ہو رہی تھیں۔ اور لطف یہ ہے کہ اس میں خود ترکی کے سوشلسٹ بھی موجود تھے۔ چنانچہ اس کانفرنس میں ذیل کی قرارداد منظور کی گئی۔ یہ قرارداد ایک تاریخی نوعیت کی قرارداد ہے جس میں کہا گیا تھا:

"بلقان کی ریاستوں کی پہلی سوشل ڈیموکریٹک کانفرنس اپنے مقصد میں کامیاب رہی ہے۔ اس کانفرنس کے باعث پہلی بار ان ریاستوں کے عوام کے نمائندے ایک برادرانہ ماحول میں مل کر بیٹھے ہیں۔ باوجود قوموں کے باہمی اختلافات کے محنت کش نمائندوں نے بلقان کے مسئلے کا متفقہ حل دریافت کر لیا۔ اس کامیابی کا راز جزیرہ نمائے بلقان کے محنت کش طبقہ کے مفادات سے دلچسپی اور سوشلزم کی حمایت کے جذبے میں ہے۔

جنوبی سلاویہ اور بلقانی اقوام پہلی بار ایک دوسرے کے قریب آئی ہیں۔

اس سے پہلے صدیوں سے یہ اقوام ایک دوسرے کے مخالف چلی آرہی تھیں۔ ان میں لڑائیوں کا سلسلہ جاری تھا اور ان کے آپس میں شدید اختلاف تھے۔ اور اب ان اقوام کے محنت کشوں کے نمائندوں نے مل کر آپس میں برادرانہ تعلقات قائم کرنے کی طرف پہلا قدم اٹھایا ہے۔ دیرینہ مخالفت اور پرانے اختلافات کو مٹا دیا ہے اور اب ان ریاستوں میں ایک متحدہ قومیت کی تشکیل اور عظیم بلقان فیڈرل جمہوریہ کے قیام کے امکانات روشن ہو گئے ہیں۔

ان ممالک کے عوام میں معاشی، سیاسی اور نسلی اختلافات بے شمار تھے۔ جن کا بظاہر کوئی حل نظر نہیں آتا تھا اور سرمایہ داروں نے ان اختلافات کو اپنے مفادات کے حصول اور تحفظ کے لئے ضروری خیال کرتے ہوئے خوب ابھارا ہوا تھا اور بظاہر یہ اختلافات عوامی اتحاد کی راہ میں ناقابلِ عبور اور مشکل نظر آرہے تھے۔ لیکن اس کانفرنس نے ان کا حل تلاش کر لیا اور سوشلزم کے پیش کردہ وہ بنیادی اصول معلوم کر لئے گئے ہیں، جو اس جزیرہ نما کے عوام میں اتحاد کا باعث بن سکتے ہیں۔ غرض کانفرنس نے نہ صرف معاشی اور سیاسی اختلافات کے اسباب و علل کی نشان دہی کی ہے بلکہ ان کا حل بھی پیش کر دیا ہے۔

اس کانفرنس کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ جزیرہ نمائے بلقان کی تمام ریاستوں میں سوشل ڈیموکریٹک پارٹیاں آپس میں ایک دوسری کے قریب آگئیں اور محنت کش عوام کی خوشحالی کے لئے جدوجہد کرنے والوں کے حوصلے بڑھ گئے۔"

ڈیمیتروف بحیثیت ایک نظریہ ساز کے

۱۹۱۱ء میں پارٹی نے محنت کشوں کو عملی جدوجہد کے لئے تیار رہنے کا حکم دے دیا۔ پارٹی نے جنگ بلقان کے خطرے سے محنت کشوں کو خبردار کر دیا تھا۔ یہ جنگ ۱۹۱۲ء میں شروع ہو گئی

تھی۔ اسی زمانے میں جنگ کے جو بادل منڈلا رہے تھے ان کی نشان دہی کرتے ہوئے "ہمیں بتا دینا چاہیئے" کے عنوان سے ڈیمیتروف نے ایک مضمون میں لکھا تھا جس میں کہا گیا تھا:

"سرمایہ دارانہ حکمت عملی ایک نئی جنگ کی طرف جا رہی ہے۔ محنت کشوں کو ایسے حالات میں متحد ہو جانا چاہیئے اور امن اور آزادی جیسے عظیم مقاصد کے لئے جدوجہد کو آگے بڑھانا چاہیئے۔"

اس وقت بلغاریہ کے محنت کش ڈیمیتروف کی قیادت میں پورے جوش و خروش کے ساتھ جدوجہد میں مصروف تھے۔ یہ جدوجہد اوقاتِ کار، چھٹی، بیکاری اور ٹیکس کے بارے میں حکومت کی حکمت عملی کے خلاف تھی۔

محنت کش طبقہ مارکس کی تعلیمات کے مطابق آگے بڑھتا ہے۔ یہ اپنی جدوجہد کو صرف معاشی مسائل تک محدود نہیں رکھ سکتا۔ انہیں تاریخی کردار ادا کرنا ہوتا ہے۔ یہ لوگ سرمایہ دارانہ سماج کے خاتمے اور سوشلسٹ معاشرے کی تعمیر کے لئے کام کرتے ہیں۔ یہ برسرِ اقتدار طبقہ کے خلاف لڑتے ہیں ڈیمیتروف اور پارٹی نے شروع ہی سے جو پروگرام اپنایا تھا اس میں معاشی مسائل کے ساتھ ساتھ سیاسی مسائل بھی شامل تھے۔ اس نے مزدوروں کو معاشی اور سیاسی دونوں مقاصد کے لئے لڑنے کی تعلیم دی تھی اور تاکید کی تھی کہ معاشی مسائل کے ساتھ ساتھ سیاسی مسائل پر بھی توجہ دی جائے۔ ۱۹۰۹ء اور ۱۹۱۰ء میں ڈیمیتروف نے محنت کش طبقہ کے بارے میں متعدد مضامین لکھے جن میں جدوجہد کے مقاصد اور طریقِ کار کی وضاحت کی گئی تھی۔

اس نے نہ صرف مظاہروں کی اہمیت پر لکھا بلکہ محنت کشوں کو مظاہروں پر اُبھارا اور انہیں مظاہروں کی تربیت دی۔ ۱۸۹۹ء میں صوفیا میں یوم مئی کے موقع پر ایک مظاہرے میں اس نے دوسروں کی نسبت زیادہ جوش و خروش کا مظاہرہ کیا تھا۔ اور ۱۹۱۱ء میں کانوں میں کام کرنے والے محنت کشوں کی ہڑتال کے دوران مظاہروں میں اُن کی قیادت کی تھی اور پیدل مارچ میں اُن کے ساتھ رہا تھا۔

ڈمیتروف نے ان سب زاروں اور دشمنوں کو بے نقاب کیا جو محنت کش طبقے میں چھپے ہوئے سازشوں میں مصروف تھے۔ اُس نے محنت کش طبقے میں اس رجحان کے خلاف شدید لڑائی لڑی جو مارکسزم کے خلاف تھا۔ اُس نے محنت کشوں کو انارکسٹوں کی طرف سے خبردار کیا۔ ۱۹۱۱ء میں انقلابی ٹریڈ یونین کلب نے انارکسٹ ٹریڈ یونینزم کی تبلیغ شروع کی تو اُس نے اس کی مخالفت کی اور محنت کشوں کو بتایا کہ :-

"انارکزم سرمایہ داروں کے ہاتھ میں ایک ہتھیار ہے۔"

۱۹۱۰ء میں ڈمیتروف نے ایک کتابچہ لکھا جس کا نام تھا "بلغاریہ میں ٹریڈ یونین کی تحریک"۔ اس کتابچے میں اُس نے بلغاریہ کی معاشی ترقی پر تبصرہ کیا تھا اور ٹریڈ یونین کی تنظیم اور ترقی پر روشنی ڈالی تھی۔ اس کے علاوہ ۱۹۰۴ء سے ۱۹۱۰ء تک کے حالات، واقعات اور مستقبل کے پروگرام کا خاکہ پیش کرتے ہوئے لکھا تھا :-

"سوشلسٹ ٹریڈ یونین تحریک نے ہمارے ہاں نہایت ٹھوس اور مستحکم کامیابی حاصل کی ہے۔ پُرانے کمزور ٹریڈ یونین گروپ گزشتہ چند سالوں میں ترقی کر کے حقیقی اور مضبوط ٹریڈ یونین میں تبدیل ہو گئے ہیں۔ اس قسم کی یونینیں سارے ملک میں قائم ہو چکی ہیں اور ان کا اثر ہر جگہ پہنچ رہا ہے۔ محنت کش عوام سرمایہ داروں کے خلاف پہلے سے زیادہ جوش و خروش اور جرأت سے کام لے رہے ہیں۔ ان کی جدوجہد روز بروز تیز سے تیز تر اور شدید سے شدید تر ہوتی چلی جا رہی ہے۔

محنت کش ملک کے مختلف حصوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ مختلف صنعتوں میں کام کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے عدم روابط کے باعث بے یار و مددگار تھے۔ ایک دوسرے کے حریف اور مخالف تھے اور روحانی طور پر نہایت کمزور تھے اور اب ٹریڈ یونین کے نظام میں منسلک ہو کر یہی کمزور اور بے یار و مددگار محنت کش، ایک متحدہ قوت اور بہادر فوج بن گئے ہیں اور سرمایہ دارانہ استحصال کے

خلاف نبرد آزما ہیں۔ آزادی اور انصاف کے حصول کے لئے جدوجہد میں مصروف ہیں غرض یہ لوگ ــــ ایک سب کے لئے اور سب ایک کے لئے ــــ کے اصول پر متحد ہو چکے ہیں۔"

پیشے، قومیت، جنس اور مذہب کا کوئی اختلاف بھی محنت کشوں کو متحد ہونے سے نہیں روک سکتا۔ اب انہیں آزادی، مساوات اور مسرت کے حصول کی خاطر جدوجہد کرنے سے کوئی منع نہیں کر سکتا۔ اب مزدوروں اور محنت کشوں کی جنگ ایک حقیقت بن چکی ہے۔ اب یہ عالم ہے کہ جب کوئی گروہ ــــ محنت کش گروہ ــــ اپنے مفادات کے لئے لڑتا ہے یا سرمایہ دارانہ لوٹ کھسوٹ کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتا ہے یا مزید حقوق اور مراعات کے لئے مطالبہ کرتا ہے تو پورا محنت کش طبقہ اس کی مدد کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر تمباکو کے کارخانے میں کام کرنے والے مزدور جب اپنے حقوق کے لئے لڑنا شروع کرتے ہیں، تو وہ اس لڑائی میں اکیلے نہیں لڑتے بلکہ تمام محنت کش عوام اُن کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ سوشلزم کے اثرات ہر جگہ پہنچ چکے ہیں۔ سوشلسٹ ٹریڈ یونین تحریک ہر کہیں مقبول ہے۔ مزدوروں کے قلب و نظر میں وسعت پیدا ہو چکی ہے۔ اب یہ ایک دوسرے سے اظہار ہمدردی کے علاوہ ایک دوسرے کی مالی مدد بھی کرنے لگ گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تمباکو ورکروں کی ہڑتال کے خلاف پوری قوت کے استعمال کے باوجود سرمایہ دار اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ اور آخر کار انہیں مزدوروں کے مطالبات کے سامنے جھکنا پڑا۔ اس ہڑتال میں ہڑتالیوں کی سب محنت کشوں نے مدد کی تھی۔ اس لئے کہ ان کی فتح سب کی فتح تھی۔ غرض محنت کشوں کی کوششیں گو بظاہر جُدا جُدا اور الگ الگ نظر آتی ہیں لیکن در اصل ان کا مقصد واحد ہے اور وہ ہے سرمایہ دارانہ استحصال کا خاتمہ

مستقبل کے پروگرام کے بارے میں ڈیمیتروف نے حسب ذیل تجاویز پیش کی تھیں۔

"ہم جس راہ پر چل رہے ہیں ان کا درست ہونا ان کی شاندار کامیابیوں سے ثابت ہو چکا ہے جو ہم نے اس راہ میں حاصل کی ہیں۔ ہماری ٹریڈ یونین کی تحریک نہایت کامیابی کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے۔ یہ اپنے پاؤں پر کھڑی ہو چکی ہے۔ اس میں استحکام اور مضبوطی آ چکی ہے اور یہ ہر قسم کے حالات کے مقابلے کے لئے پوری طرح تیار اور مسلح ہو چکی ہے۔

بلغاریہ کے محنت کش خواہ عورتیں ہوں یا مرد سب کو چاہئے کہ ٹریڈ یونین کے نظام کے تحت متحد ہو جائیں۔ سب کے سب بغیر کسی استثناء کے سوشل ڈیمو کریٹک پارٹی کے علمبردار بن جائیں اور آزادی اور مسرت کے حصول کے لئے منظم ہو کر جدوجہد کریں"

ڈیمیتروف پارٹی کے مقاصد کا بہترین اور ذہین شارح تھا۔ اس کی جدوجہد محنت کشوں کے لئے حد درجہ مفید تھی اور اس نے ہر موقع پر محنت کشوں کے مفاد کے لئے کام کیا۔

ڈیمیتروف کی کوششوں کے نتیجہ میں بلغاریہ کے محنت کشوں نے سویڈن کے ہڑتالیوں کی مدد کے لئے فنڈ جمع کیا تھا۔ اس نے بلغاریہ سے ہجرت کر کے امریکہ چلے جانے والوں کے ذریعہ امریکہ کے محنت کش طبقہ کی رہنمائی کی تھی۔ ۱۹۱۰ء میں اس نے امریکہ کے محنت کشوں کی طرف سے بلغاریہ کے ہڑتالیوں کی مالی مدد کا بندوبست کیا تھا۔ ۱۹۱۲ء میں اس نے بلغاریہ کے محنت کشوں سے برطانیہ کے محنت کشوں کو مدد دینے کا بندوبست کیا تھا۔ اسی سال بلغاریہ کی ورکرز ٹریڈ یونین کا تعلق سویڈن اور ہسپانیہ کی ٹریڈ یونینوں سے قائم ہوا۔ ٹریڈ یونین اور پارٹی کے پریس نے بلغاریہ کی جنرل ورکرز ٹریڈ یونین کے بین الاقوامی تعلقات پر جو ڈیمیتروف کی راہنمائی میں قائم ہوئے تھے، بھرپور تبصرہ کیا۔

بلغاریہ کے اصلاح پسندوں کو ڈیمیتروف کی جدوجہد اور اس کے نتائج سے اختلاف تھا۔

چنانچہ وہ سب اس کے مخالف تھے۔ اس کے ایک شدید مخالف نے کہا تھا کہ "دنیا میں کہیں بھی ہڑتال ہو ڈیمیتروف وہاں موجود ہوتا ہے۔" محنت کشوں کی انقلابی تحریک کے مخالفوں نے کئی بار کوشش کی کہ ڈیمیتروف کا کام تمام کر دیں۔ سنہ ۱۹۱۱ء میں جب کہ ڈیمیتروف کانوں میں کام کرنے والے محنت کشوں کے ایک جلسے میں تقریر کر رہا تھا اس پر گولی چلائی گئی۔ گولی اس کے سر کے اُوپر سے گزر گئی اور وہ بال بال بچ گیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ گولی چلانے والا اصلاح پسندوں کا ایک مقامی لیڈر تھا۔ اس موقع پر ڈیمیتروف نہ تو ہراساں ہوا نہ اس نے اپنی تقریر روکی بلکہ بدستور اپنی شعلہ بیانی سے محنت کش طبقہ کے دشمنوں کے عزائم بے نقاب کرتا رہا۔

سنہ ۱۹۱۱ء کا واقعہ ہے کہ ڈیمیتروف ایک دیہات میں مزدوروں کے جلسے میں تقریر کر رہا تھا کہ وہاں کے غدّاروں نے اس پر حملہ کر دیا۔ وہ چاہتے تھے کہ اسے موت کے گھاٹ اتار دیں لیکن انہیں اپنے ناپاک ارادوں میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ جلسہ ختم ہوا تو عوام نے ڈیمیتروف کی قیادت میں ایک شاندار جلوس نکالا۔

ڈیمیتروف نے اپنی کتاب "بلغاریہ میں ٹریڈ یونین تحریک کی ترقی" کے دیباچے میں ایک اصلاح پسند لیڈر کی منافقت اور غدّاری کا پردہ چاک کیا تھا۔ یہ کتاب سنہ ۱۹۱۱ء میں شائع ہوئی۔ یہ اصلاح پسند لیڈر دراصل خفیہ پولیس کا ایجنٹ تھا۔ اُس نے ڈیمیتروف کے خلاف اپنی توہین کا دعویٰ کر دیا۔ عدالت میں ڈیمیتروف نے اصلاح پسندوں کی منافقت کی وضاحت اور محنت کشوں کے مقاصد اور طریق کار کی تشریح کی۔ سرمایہ داروں کی عدالت نے اپنی سابقہ روایات کے مطابق مدعی کے حق میں فیصلہ کر دیا اور ٹریڈ یونین تحریک کے نوجوان لیڈر کو صوفیا کی "کالی مسجد" میں قید کر دیا۔ یہ مسجد ترکوں کے عہد کی یادگار ہے جسے ترکوں کے اقتدار کے بعد قید خانے میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ قید کی مدّت ڈیمیتروف نے بیکار نہیں گزاری۔ وہ قید خانے کی پابندیوں کے باوجود دنیا کے حالات سے باخبر رہا۔ اس نے پارٹی کے اخبار کے لئے مضامین لکھے جن میں رجعت پسندوں اور حکومت کی انقلاب دشمن حکمت عملی کی تنقیص کی گئی تھی۔

ڈیمیتروف نے صرف بلغاریہ کے اصلاح پسندوں کے خلاف لڑائی نہیں لڑی بلکہ اس نے بین الاقوامی سطح پر بھی اصلاح پسندی کے خلاف جہاد کیا۔ جو لوگ بین الاقوامی سطح پر ہونے والی کانفرنسوں میں شریک ہوتے رہتے تھے وہ جانتے تھے کہ اس نے کس جرأت اور بہادری کے ساتھ اصلاح پسندوں کا مقابلہ کیا۔

بلغاریہ کے بائیں بازو کے سوشلسٹوں نے بلغاریہ کے اصلاح پسندوں کو بین الاقوامی کانفرنسوں سے نکالنے کی تحریک کی تھی۔ یہ چاہتے تھے کہ پارٹی کو ٹھوس اصولوں پر مستحکم کریں۔ انہوں نے بین الاقوامی اصلاح پسندوں کی تحریک کے نمائندوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور انہیں اپنے مقاصد میں ناکام بنا کر چھوڑا۔ یہ لوگ بلغاریہ کے اصلاح پسندوں سے گٹھ جوڑ کرنے آئے تھے۔ ٹراٹسکی (TROTSKY) اور راکوفسکی (RAKOVSKY) بھی ان میں شامل تھے۔ یہ دونوں شکست خوردہ حالت میں بلغاریہ سے واپس گئے ڈیمیتروف اور بلغاریہ کے بائیں بازو کے دوسرے سوشلسٹ لیڈروں نے ان موقع پرستوں کے خلاف کامیاب جدوجہد کی جو دوسری بین الاقوامی کانفرنس میں دوسروں سے پیش پیش نظر آرہے تھے۔ ۱۹۱۱ء میں بوڈاپسٹ (BUDAPEST) میں ایک خاص اجلاس ہوا جس کا مقصد بلغاریہ کے حالات اور مسائل پر غور کرنا تھا اس موقع پر بھی ڈیمیتروف اور بلغاریہ کے بائیں بازو کے سوشلسٹ لیڈروں نے پارٹی کے مفادات کے دفاع کے ساتھ ساتھ بلغاریہ کے اصلاح پسندوں کی منافقت اور غداری کا خوب پردہ چاک کیا۔

بوڈاپسٹ (BUDAPEST) کے اس اجلاس میں کافی بحث وتمحیص اور غور وخوض کے بعد فیصلہ کیا گیا کہ بلغاریہ کے اصلاح پسندوں کی ٹریڈیونینوں کو بین الاقوامی یونین کی تنظیم سے نکال دیا جائے۔ اجلاس کی طرف سے ایک تجربہ کار لیڈر کو بلغاریہ بھیجا گیا جس کا مقصد اصلاح پسندوں اور بائیں بازو کے سوشلسٹوں میں مفاہمت کرانا تھا۔

اپریل ۱۹۱۲ء میں صوفیا میں متعدد اجلاس ہوئے لیکن اصلاح پسندوں اور بائیں بازو کے سوشلسٹوں میں مفاہمت نہ ہوسکی۔ ڈیمیتروف طبقاتی جدوجہد کے اصولوں پر سختی سے عمل کرنے کا حامی تھا اور یہ چیز اصلاح پسندوں کے نظریے کے خلاف تھی۔ چنانچہ یہ محاذ آرائی ایک مدت تک جاری رہی تاآنکہ انقلاب نے بلغاریہ کو فیصلہ کن دور میں داخل نہیں کر دیا۔

ڈیمیتروف

ایک پارلیمنٹیرین کی حیثیت سے

باب — ۴

چھوٹے ملکوں کا ایک مقدر ہوتا ہے کہ ان کی اہمیت ہمیشہ ایک حد تک ثانوی رہتی ہے اور ان کی عظمت بڑے ہمسایوں کے سائے تلے کچھ دبی دبی رہتی ہے۔ خواہ یہ ہمسائے سوشلسٹ ممالک ہی کیوں نہ ہوں۔ میں جیسے جیسے بلغاریہ کے مارکسی انقلابیوں کے کارنامے اور ان کی نظریاتی جدوجہد کے بارے میں تحقیق کر رہا ہوں ویسے ہی مجھے یہ احساس ہو رہا ہے کہ اس مختصر سے ملک کے مارکسیوں کی تحریروں کا بھی دوسری زبانوں میں ترجمہ ہونا چاہیئے۔ مثال کے طور پر بلغاریہ کے عظیم مارکسی بلیگاف کی تحریروں کا میرا نہیں خیال کہ انگریزی میں بھی ترجمہ ہوا ہو۔ یہ درست ہے کہ بلغاریہ کی حکومت نے اس کی کتابیں اور مضامین کو کئی جلدوں میں مرتب کیا ہے۔ لیکن یہ کام انگریزی میں بھی ہونا چاہیئے۔ اسی طرح سے ڈیمیتروف کی کتابوں اور مضامین جو انگریزی میں دستیاب ہیں کا اردو میں ترجمہ ہونا چاہیئے۔ ایسے کاموں میں دو فائدے ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کیسے یہ سوشلسٹ ممالک اپنی اپنی راہوں اور اپنی اپنی جدوجہد سے سوشلزم کی منزل پر پہنچے ہیں۔ دوسرے یہ بھی پتہ چلے گا کہ انقلاب کے بارے میں اس جہانِ رنگ و بو کے تمام ہی ممالک کے مجاہدوں اور مفکروں نے کام کیا ہے اور یہ کام اپنی جگہ پر اہمیت رکھتا ہے۔ یہ سطور مجھے اس لئے لکھنے کی ضرورت پڑی کہ میں یہ پڑھ کر چونک پڑا تھا کہ بلیگاف نے بیسویں صدی کی پہلی دہائی کے آخر میں ہی دوسری انٹرنیشنل کو توڑنے اور ایک نئی بااصول اور انقلاب کی حامی انٹرنیشنل کے قیام پر زور شروع کر دیا تھا کیونکہ مختلف ممالک کے بااصول مارکسی یہ محسوس کر رہے تھے کہ یہ دوسری

انٹرنیشنل کی قیادت مارکسی اصولوں سے مسلسل انحراف کر رہی ہے اور قومی تعصب رکھنے والی قیادتوں کو آگے بڑھا رہی ہے۔ صرف یہی نہیں، جیسے جیسے بلقان میں جنگ کے خطرات بڑھنے لگے اور بلیگاف اس جنگ کو روکنے کے لئے آواز بلند کر رہا تھا تو یہ دوسری انٹرنیشنل جنگ میں خود کو ملوث کرتی جا رہی تھی۔

نئی انٹرنیشنل کی ضرورت

بلیگاف نے "انٹرنیشنل اور جنگ" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا جس میں اس نے واضح الفاظ میں کہا تھا :-

"نئی انٹرنیشنل کو تنظیموں اور پارٹیوں کو شامل کرنے کے لئے نئے قواعد وضوابط اور اصول وضع کرنے ہوں گے۔ ان پارٹیوں اور تنظیموں کے لئے صرف یہ کہہ دینا کافی نہیں ہوگا کہ وہ ان اصولوں کو تسلیم کرتی ہیں کیونکہ پہلے صرف یہ زبانی دعویٰ انٹرنیشنل میں داخلہ حاصل کرنے کے لئے کافی ہوتا تھا۔ حالانکہ عملی طور پر یہ پارٹیاں انقلاب اور انقلاب عمل سے کوسوں دُور ہوتی تھیں۔"

یہی وہ زمانہ تھا جب خود بالشویک پارٹی اور اس کے قائد لینن دوسری انٹرنیشنل سے دل برداشتہ تھے اور وہ بھی تیسری انٹرنیشنل کے قیام کے حامی تھے اور وہ یہ چاہتے تھے کہ انٹرنیشنل ایسی پارٹیوں کے اتحاد سے قائم کی جائے جو عملاً انقلابی ہوں۔ کیونکہ اس وقت جب یورپ اور بالخصوص بلقان کی ریاستیں ایک جنگ کے دہانے پر کھڑی تھیں تو اصل مسئلہ یہ تھا کہ حکومتوں پر دباؤ ڈالا جائے اور ان کو جنگ سے باز رکھا جائے لیکن سب سے زبردست غداری خود دوسری انٹرنیشنل نے کی۔ اس میں شامل اکثر پارٹیاں جنگی جنون میں حکمران طبقے کی ہاں میں ہاں ملا رہی تھیں۔ چنانچہ یہ تھی فضا جس میں جارجی ڈمیتروف بلغاریہ کی پارلیمنٹ میں بائیں بازو کے سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے نمائندے کے طور پر منتخب ہوا۔ چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ ۱۹۱۳ء سے ۱۹۲۳ء تک کے دس سال

کا زمانہ ڈیمیتروف کی انقلابی زندگی کی دوسری دہائی تھا۔ اس دس سال کے عرصے میں اُس نے کئی ایک اہم عہدوں پر کام کیا ہے۔ وہ بائیں بازو کی سوشلسٹ پارٹی کی طرف سے پارلیمنٹ کا ممبر چنا گیا۔ صوفیا کی میونسپل کونسل اور ڈسٹرکٹ کونسل میں بھی عوام کی نمائندگی کرتا رہا۔ ڈیمیتروف نہ صرف بلغاریہ بلکہ پورے جنوبی یورپ میں پہلا شخص تھا جس نے پارلیمنٹ میں محنت کش طبقے کی نمائندگی کی۔

ڈیمیتروف ۳۱ سال کا تھا۔ اُس نے اپنی ذہانت، قابلیت اور خطیبانہ صلاحیت کے باعث بائیں بازو کے سوشلسٹوں کے پارلیمانی گروپ میں اپنے لئے مقام پیدا کر لیا تھا۔ یہ غریبوں کو لوٹنے والے طفیلی طبقوں کے خلاف تھا اور پارلیمنٹ میں محنت کشوں کے حق میں آواز بلند کرتا تھا اُس نے پارلیمنٹ کو محنت کشوں کے مفاد کا ترجمان اور پارٹی کی حکمت عملی کی توضیح و تشریح کے لئے نہایت چابکدستی سے ایک پلیٹ فارم کے طور پر استعمال کیا۔ اُس نے پارلیمنٹ کو قانونی موشگافیوں کی بجائے ایک ایسے ادارے میں تبدیل کر دیا جہاں سے وہ حکمران طبقے کے ناپاک عزائم کا مسلسل پردہ چاک کر سکتا تھا۔

کمیونسٹ اور پارلیمنٹ

ڈیمیتروف جب پارلیمنٹ یا میونسپل کونسل کے جلسوں کو عوام کی جدوجہد کے لئے استعمال کرتا تو کچھ 'مہم پسند انقلابی' ناک بھوں چڑھاتے اور کہتے کہ یہ غیر انقلابی فعل ہے۔ پارلیمنٹوں اور میونسپل کمیٹیوں کے چکر میں پڑنا وقت کا زیاں ہے اور انقلابی سرگرمیوں سے انحراف ہے اور عوام کو انقلاب کی راہ سے ہٹا کر انتخابات اور پارلیمنٹوں کے چکر میں پھنسایا جا رہا ہے کمیونسٹوں کی سیاست میں یہ الزامات نئے نہیں ہیں۔ قریب قریب ایک صدی سے پارلیمانی سرگرمیاں متنازعہ فیہ مسئلہ بنی رہی ہیں۔ ہمارے ہاں بھی کئی ایک مہم پسند انقلابی موجود ہیں جو انتخابات کو برژوا عمل کہہ کر ناک بھوں چڑھاتے ہیں اور عوام کو انتخابات کا بائیکاٹ کرنے کو کہتے ہیں۔ ان کے

نزدیک یہ انتخابات سرمایہ داروں کے ڈھکوسلے ہیں۔ لطف یہ ہے کہ ایک طرف یہ مہم پسند انقلابی انقلاب اور کمیونزم کے نام پر اس قسم کے الزام عائد کرتے ہیں اور ان پارلیمنٹ میں جانے والے کمیونسٹوں کو آئین پرست کمیونسٹ کا لقب دیتے ہیں تو دوسری طرف سرمایہ دار طبقہ مسلسل یہ پراپگنڈہ کرتا ہے کہ کمیونسٹ جمہوریت اور انتخاب میں یقین ہی نہیں رکھتے۔ نہ ہی یہ کمیونسٹ عوام کی مرضی اور انتخاب کے ذریعے برسر اقتدار آنے میں یقین رکھتے ہیں اور نہ ہی کمیونسٹ کبھی آئینی ذریعوں سے برسر اقتدار آتے ہیں بلکہ وہ تشدد اور جبر کے ذریعے اقتدار پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ لینن کو بھی اس قسم کی صورت حال کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اس کو بھی یہ الزامات سننے پڑے تھے۔ چنانچہ پارلیمنٹ میں شریک ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں اپنے ایک معرکتہ الآرا مضمون میں لکھا ہے۔ یہ مضمون اس وقت لکھا گیا تھا جب انقلاب سے پہلے روس میں آئین ساز اسمبلی میں شرکت اور عدم شرکت کا مسئلہ درپیش تھا اور مختلف گوشوں سے پارلیمنٹوں میں شرکت کے خلاف دھڑا دھڑ پمفلٹ اور مضامین شائع ہو رہے تھے۔ چنانچہ لینن نے ہالینڈ کے کمیونسٹوں کے ایک پمفلٹ کا جواب دیتے ہوئے کہا:۔

"اب ہم پارلیمنٹوں میں شرکت کرنے کے خلاف" ہالینڈ والی بائیں بازو" کی دلیلوں کا جائزہ لیں گے۔ یہ متذکرہ بالا" ہالینڈ والے" مقالوں میں سب سے اہم (انگریزی سے ترجمہ) چوتھا مقالہ ہے۔

جب پیداوار کا سرمایہ دار نظام ٹوٹ جاتا ہے اور سماج انقلاب کی حالت میں ہوتا ہے تو خود عوام کی سرگرمی کے مقابلہ میں پارلیمانی کارکردگی کی اہمیت رفتہ رفتہ ختم ہوتی جاتی ہے۔ جب ان حالات میں پارلیمنٹ انقلاب دشمنی کا مرکز اور آلہ بن جاتی ہے، جب کہ دوسری طرف مزدور طبقہ اپنے اقتدار کا آلہ سوویتوں کی صورت میں تیار کرتا ہے، تو ممکن ہے کہ پارلیمانی کارکردگی میں سب اور ہر طرح کی شرکت سے پرہیز ضروری ہو جائے۔"

پہلا جملہ صاف طور پر غلط ہے کیونکہ عوام کی سرگرمی ـــــ مثلاً زبردست ہڑتال ـــــ ہمیشہ پارلیمانی کارکردگی سے زیادہ اہم ہوتی ہے ، نہ کہ صرف انقلاب کے دوران یا، انقلابی صورت حال میں ۔ یہ صاف طور پر کمزور اور تاریخی وسیاسی لحاظ سے غلط دلیل خاص وضاحت کے ساتھ صرف یہ دکھاتی ہے کہ اس کے پیش کرنے والے قانونی اور غیر قانونی جدوجہد کو متحد کرنے کے عام یورپی تجربے (۱۸۴۸ء اور ۱۸۷۰ء کے انقلابوں سے پہلے کے فرانسیسی تجربے ۹۰ - ۱۸۷۸ء کے جرمن تجربے وغیرہ) اور متذکرہ بالا روسی تجربے دونوں کو نظرانداز کرتے ہیں ۔ یہ سوال عام اور خاص لحاظ سے زبردست اہمیت رکھتا ہے کیونکہ تمام مہذب اور ترقی یافتہ ملکوں میں وہ وقت تیزی سے قریب آرہا ہے جب یہ اتحاد انقلابی پرولتاریہ کی پارٹی کے لئے زیادہ سے زیادہ لازمی ہوتا جاتا ہے (اور کچھ حد تک ہوگیا ہے) کیونکہ پرولتاریہ اور بورژوازی کے درمیان خانہ جنگی پختہ اور قریب ہوتی جارہی ہے کیونکہ ریپبلکن اور عام طور پر بورژوا حکومتیں ہر طرح کی قانون شکنی کی حد تک جاکر کمیونسٹوں پر وحشیانہ مظالم کرتی ہیں (اس کی ایک مثال امریکہ ہے) وغیرہ وغیرہ ۔ یہ اہم سوال ہالینڈ والوں اور عام طور پر بائیں بازو والوں کے بالکل سمجھ میں نہیں آیا ہے ۔

دوسرا جملہ اول تو تاریخی لحاظ سے غلط ہے ۔ ہم بالشویکوں نے انتہائی انقلاب دشمن پارلیمنٹوں میں شرکت کی اور تجربے نے دکھایا کہ ایسی شرکت نہ صرف کارآمد تھی بلکہ انقلابی پرولتاریہ کی پارٹی کے لئے ضروری تھی ۔"

دراصل آج جب مغربی اخبارات ، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کمیونسٹوں پر یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ کمیونسٹ "غیر جمہوری" اور "تشدد اور خون خرابے" کے ذریعے حکومت اور اقتدار پر قابض ہونا چاہتے ہیں ۔ اور اپنے ان الزامات کے ثبوت میں سیاق وسباق کے بغیر کمیونسٹ رہنماؤں کے اس قسم کے

جملے" انقلاب بندوق کی نالی کے ذریعے آتا ہے۔" پیش کئے جاتے ہیں، تو مقصد یہ ہوتا ہے کہ کمیونسٹوں کو مار دھاڑ کرنے والے جن کے منہ کو خون لگا ہو، لوگوں کے ایک گروہ کے طور پر پیش کیا جائے تاکہ عوام ان سے متنفر ہو جائیں۔ کیونکہ آج ترقی یافتہ صنعتی ممالک نے ترقی کی اتنی منازل طے کر لی ہیں کہ وہاں کا مزدور طبقہ بھی بدامنی، تشدد اور خون خرابے سے لرزاں و ترساں ہوتا ہے۔ اس لئے یہ سرمایہ دار مزدوروں اور درمیانہ طبقہ کو کمیونسٹوں سے بدظن کرنے کے لئے اس قسم کا پراپیگنڈہ بالاصرار کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں بھی افغانستان کی سماجی تبدیلی کے عمل کو خون خرابے کے مظہر کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔ افغانستان کی حکومت مسلسل اصرار کر رہی ہے کہ پورے اس عمل میں صرف ستر افراد مارے گئے ہیں لیکن ہمارے اخبار اور بیشتر مغربی پریس پر زیادہ اعتبار کرتے ہیں اور مسلسل لکھے جا رہے ہیں کہ ہزاروں افراد اس انقلاب میں مارے گئے۔ مقصد عوام اور خواص دونوں کو سماجی تبدیلی کے عمل سے خوفزدہ کرنا اور ان جماعتوں سے متنفر کرنا ہوتا ہے جو سماجی تبدیلی کی داعی ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ کمیونسٹ سماجی تبدیلی میں یقین رکھتے ہیں اور اس سماجی تبدیلی کے لئے وہ تمام مجوزہ اسلوب اور طور طریقے استعمال کرتے ہیں۔ اگر حکمران طبقے تمام جائز اور جمہوری راہوں کو مسدود کر دیں اور جبر و تشدد پر اتر آئیں تو کمیونسٹ بھی مجبوراً منظم اور عوامی تشدد کے استعمال پر مجبور ہو جاتے ہیں وگرنہ ان کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ وہ کم سے کم خون بہا کر سماجی تبدیلی کے عمل کو مکمل کرنے اور انقلاب برپا کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔

ہم جیسے ترقی پذیر ممالک میں آج بھی کمیونسٹوں کے بارے میں سوڈیڑھ سو سالہ پرانے تصورات قائم و دائم چلے آتے ہیں اور ہمارے ہاں بھی کیفیت کچھ اسی قسم کی ہے جس کا تذکرہ مارکس نے ۱۸۴۸ء میں لکھے ہوئے اپنے کمیونسٹ مینی فیسٹو میں کہا تھا:۔

"یورپ کے اوپر ایک بھوت منڈلا رہا ہے ـــ کمیونزم کا بھوت۔ اس بھوت کو اتارنے کے لئے پرانے یورپ کی تمام طاقتوں، پوپ اور بادشاہ، میٹرنک اور

گیزو، فرانسیسی ریڈیکل اور جرمن پولیس کے جاسوسوں نے ایک مقدس اتحاد کر لیا ہے۔

وہ کون سی مخالف پارٹی ہے جسے اس کے ذی اقتدار حریفوں نے کمیونسٹ کہہ کر رسوا نہیں کیا؟ وہ کون سے مخالف ہیں جنہوں نے اپنے سے زیادہ ترقی پسند مخالف پارٹیوں پر اور اپنے رجعت پسند حریفوں پر بھی، اُلٹا کمیونزم کا الزام نہیں لگایا؟

اس حقیقت سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

۱۔ تمام یورپی طاقتوں نے کمیونزم کو بجائے خود اب ایک طاقت تسلیم کر لیا ہے۔

۲۔ وقت آگیا ہے کہ کمیونسٹ اب ساری دنیا کے سامنے برملا اپنے خیالات، مقاصد اور رجحانات کی اشاعت کریں اور کمیونزم کے بھوت کی اس طفلانہ کہانی کے جواب میں خود اپنی پارٹی کا مینی فیسٹو پیش کر دیں۔

کیا آج پاکستان میں افغانستان کے انقلاب کے بعد کچھ اسی قسم کی کیفیت نہیں ہے۔ نواب زادہ نصراللہ کہتے ہیں کہ عالمی کمیونزم ہمارے دروازے تک آپہنچ گیا ہے۔ مفتی محمود کہتے ہیں افغانستان کے مسلمان ہمارے بھائی ہیں، ان کو کمیونزم سے بچانا ہمارا فرض ہے۔ "نوائے وقت" دہائی دے رہا ہے کہ افغانستان میں اسلام کو خطرہ درپیش ہے۔ یہ تمام لوگ بغیر سوچے سمجھے واویلا کر رہے ہیں۔ دراصل سرمایہ دار طبقہ پچھلے سو ڈیڑھ سو سال سے اس آہ وزاری اور نالہ و شیون میں مبتلا ہے۔ اس لئے کبھی کمیونسٹوں پر تشدد کا الزام عائد ہوتا ہے اور کبھی غیر جمہوری طریقے اپنانے کا۔ حالانکہ کمیونسٹ تحریک اور اس تحریک کے لیڈروں کی پوری زندگی اس امر کی شاہد ہے کہ وہ عوام کے مفاد کی حفاظت کے لئے پارلیمنٹ ہو یا گلی کوچے جہاں بھی سیاست ہو رہی ہو ہر جگہ سینہ سپر رہتے ہیں۔

ڈیمیٹروف کی پارلیمانی زندگی

ڈیمیٹروف کی پارلیمانی زندگی بھی اس امر کی شاہد ہے کہ اس نے پارلیمنٹ اور میونسپل کونسلوں

کے جلسوں میں محنت کشوں اور ان کی جماعت کے مفاد اور پروگرام کا ہمیشہ دفاع کیا اور ہر قسم کی ناانصافی کے خلاف جدوجہد کی۔ ڈیمیتروف نے پارلیمنٹ کی غیر ضروری پابندیوں کا احترام بالائے طاق رکھ کر محنت کشوں کے مفاد کے لئے کام کیا اور اس وقت عوام کے مفاد کا تقاضا بھی یہی تھا۔

پارلیمنٹ میں اس کی تقریر سرمایہ داروں کے نمائندوں پر تنقید ہوتی۔ اس کی تقریر آغاز ہی میں بائیں بازو کے سوشلسٹوں اور سرمایہ داروں کے نمائندوں کے درمیان جدل اور مناظرے کی صورت اختیار کر لیتی۔ اس کی ان تقریروں نے جن میں سرمایہ داروں کے خلاف شعلہ افشانی ہوتی عوام میں مقبول اور محبوب بنا دیا اور وہ مزدور طبقے کا مسلّمہ رہنما تسلیم ہونے لگا۔

اُس نے پارلیمنٹ میں ہر مسئلے پر بحث کی۔ محنت کشوں کی زندگی اور اُن کی جدوجہد پر سوالات اٹھائے۔ فوج اور پولیس کے مظالم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ بچوں اور عورتوں کے بارے میں قوانین محنت کی کھلی خلاف ورزی پر اعتراض کیا۔ بے کاری کا شکار ہونے والوں کے جذبات و احساسات کی ترجمانی کی۔ سرکاری افسروں کی بددیانتیوں اور بے ایمانیوں کا پردہ چاک کیا۔ سرکاری ملازموں کے مفادات کے تحفظ کے لئے کام کیا۔ غیر ملکی محنت کشوں کی قید اور نظربندی پر احتجاج کیا۔ اور اُس نے پارلیمنٹ کے سامنے یہ مطالبہ رکھا کہ جو لوگ ۱۹۱۲ء اور ۱۹۱۳ء میں لڑی جانے والی جنگِ بلقان کے ذمہ دار ہیں۔ ان کے خلاف قانونی اور عدالتی کارروائی کی جائے۔ نیز ڈیمیتروف نے بلغاریہ میں ان روسیوں کی بستیوں کے قیام کی مخالفت کی جو انقلاب کے بعد غیر قانونی طور پر ۱۹۱۹ء اور ۱۹۲۰ء میں بلغاریہ چلے آئے تھے۔

صوفیا کی میونسپل کونسل میں ڈیمیتروف نے بائیں بازو کی سوشلسٹ پارٹی کے ان مقاصد کے لئے کام کیا جن کے لئے بلاغوف اور کرکوف کئی سالوں تک کام کر چکے تھے۔

میونسپل کونسل کے ہر اجلاس میں ڈیمیتروف عوامی مسائل کے بارے میں بحث کرتا۔ لوگوں کی خوراک رہائش اور روزگار کے بارے میں سوالات کرتا اور زور دیتا کہ میونسپل کونسل عوام کے لئے خوراک، رہائش اور روزگار کا بندوبست کرے۔ رہائشی مکانوں کے کرایوں اور عوامی اشیائے صرف کی

قیمتوں میں کمی کے لئے اصرار کرتا۔ میونسپل علاقے میں بے روزگاروں کے لئے کارخانوں کا قیام اور ذخیرہ اندوزوں کی ضبطی کا ہر روز مطالبہ کرتا۔ وہ میونسپل کونسل کی بے قاعدگیوں پر احتجاج کرتا۔ جن لوگوں نے ناجائز طور پر میونسپل علاقے کی زمینوں پر قبضہ کر لیا تھا، اُن کے خلاف کارروائی کا مطالبہ کرتا اور جن غریبوں کے پاس مکان نہ تھے اُن کے بارے میں زور دیتا کہ انہیں میونسپل کونسل کی طرف سے قطعاتِ اراضی دیئے جائیں۔ اُس نے ٹراموے اور بجلی کے محکموں میں کام کرنے والوں کے حقوق کے لئے آواز بلند کی۔ اور جن جوانوں کو فوج میں بلا لیا گیا تھا، اُن کے پسماندگان کے لئے امداد اور عام محنت کشوں اور ملازموں کی تنخواہوں میں اضافے کا مطالبہ کیا۔ اور اس بات پر زور دیا کہ میونسپل کونسل کے ملازموں کو پنشن کے حقوق دیئے جائیں۔ شہر کے نواحی علاقوں اور محلوں کی ترقی اور زمینداروں اور سرمایہ داروں پر ٹیکس لگانے کا مطالبہ کیا۔ اُس نے میونسپل کونسل کے خفیہ جلسوں کی مخالفت کی اور اس بات پر زور دیا کہ جلسے کی کارروائی باقاعدگی سے چھپوائی جایا کرے۔ اُس نے میونسپل کونسل کے بجٹ اور نظم و نسق میں خود مختاری کا مطالبہ کیا۔

صوفیا کی ڈسٹرکٹ کونسل کے جلسوں میں ڈمیتروف نے سرکاری افسروں کی بدعنوانیوں کو بے نقاب کیا اور واضح کیا کہ یہ لوگ قصبوں اور دیہاتوں میں کس طرح غریب عوام سے ناجائز اور مجرموں جیسا سلوک کرتے ہیں۔

اس زمانے میں ڈمیتروف کے کارنامے ہمہ گیر اور مختلف نوعیتوں کے ہیں۔ اس نے استعمار پسندوں کی لڑائی میں بلغاریہ کی شرکت کی مخالفت کی۔

اُسی نے فوج کے عزائم کو عوام کے سامنے بے نقاب کیا۔

اُسی نے جنگی قیدیوں کے بارے میں اپنے فرائض ادا کئے۔

اُسی نے پارٹی کی امن پسندانہ پالیسی اور جنگ کے خلاف رجحانات کی پوری طرح تشریح کی۔

اُس نے اور اُس کے ساتھیوں نے پہلی عالمی جنگ کے موقع پر حکومت کے اس

مطالبے کی مخالفت کی کہ عوام حکومت کو جنگ کے لئے قرض دیں۔



ڈیمیتروف اور اُس کی بیوی

۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء

پہلی سامراجی جنگ

باب ــــ ۵

یہ بہت ہی پُرآشوب دور تھا۔ جنگ کے بادل یورپ کے سر پر منڈلا رہے تھے اور جو بادل بلقان کی جنگ کے دوران گھر گھر کر آئے تھے وہ اب کھل کر برستے معلوم ہو رہے تھے اور یہ پورے عالم کو اپنی لپیٹ میں لے رہے تھے اور پھر اس جہانِ رنگ و بو میں دیکھتے دیکھتے آہن و آتش کا مینہ برسنے لگا۔ اس سمے ایک طرف سامراجی ممالک کے حاکم اس جنگ کو مقدس جنگ کے طور پر پیش کر رہے تھے اور اپنے عوام کو حب الوطنی اور دفاع مملکت اور مادر وطن کے نام پر متحرک کر رہے تھے تو دوسری طرف سماجی تبدیلی کے اصولوں پر ایمان رکھنے والے انقلابی اس جنگ کو سامراجی جنگ کا لقب دے رہے تھے۔ اور وہ مزدوروں اور کسانوں سے اپیل کر رہے تھے کہ وہ اپنے حاکموں کی فریب کاریوں کی جال میں نہ پھنسیں بلکہ اس جنگ کا، اس آہن و آتش کے کھیل کا ٹھنڈے دل سے تجزیہ کریں۔ چنانچہ لینن نے اسی جنگ کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا تھا۔

جنگ اور سوشل ڈیموکریسی

پوری جنگ، جس کی تیاری کئی دہائیوں سے تمام ملکوں کی حکومتیں اور بورژوا پارٹیاں کر رہی تھیں چھڑ گئی ہے۔ اسلحات کی دوڑ، ترقی یافتہ ملکوں کے درمیان سرمایہ دارانہ ارتقا کے جدید ترین دور یعنی سامراجی دور میں منڈیوں کے لئے انتہائی سخت جدوجہد اور زیادہ پچھڑے ہوئے مشرقی یورپ کی بادشاہتوں کے خاندانی مفاد ـــــ ان سب کا ناگزیر نتیجہ اس جنگ کی شکل میں نکلنا تھا اور ایسا

ہی ہوا غیروں کی سرزمین پر زبردستی قبضہ کرنا اور دوسری قوموں کو غلام بنانا، مقابلہ کرنے والی قوموں کو تباہ کرنا اور ان کی دولت کی لوٹ کھسوٹ کرنا، روس، جرمنی، برطانیہ اور دوسرے ملکوں میں اندرونی سیاسی بحرانوں سے محنت کش عوام کی توجہ ہٹانا، مزدوروں میں پھوٹ ڈالنا اور قومی لغویت اُبھارنا اور ان کے ہراول کو نیست و نابود کرنا تاکہ پرولتاریہ کی انقلابی تحریک کمزور ہوجائے — صرف یہ ہے موجودہ جنگ کا اصل مافیہ، اس کی اہمیت اور مفہوم۔

سب سے پہلے یہ سوشل ڈیموکریسی کا فرض ہے کہ وہ اس جنگ کا صحیح مطلب افشا کرے اور اس جنگ کی مدافعت میں حکمران طبقے، زمیندار اور بورژوازی جو فریب، غلط دلیلیں اور "حب وطن" نعرے پھیلا رہے ہیں اُن کا بے رحمی سے پردہ چاک کرے۔

شریک جنگ قوموں کے ایک گروپ کا رہنما جرمن بورژوازی ہے۔ وہ یہ کہہ کر مزدور طبقے اور محنت کشوں کی آنکھوں میں خاک جھونک رہا ہے کہ یہ جنگ مادرِ وطن کی حفاظت، آزادی اور تہذیب کے لئے، زار شاہی کے ہاتھوں مظلوم عوام کی نجات کے لئے اور رجعت پرست زار شاہی کی تباہی کے لئے کی جا رہی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ بورژوازی، جو غلامانہ ذہنیت سے پروشیائی امیرزادوں کے جوتے چاٹتا رہا ہے جن کا سربراہ ولہلم دوئم ہے، وہ ہمیشہ زار شاہی کا وفادار ترین اتحادی اور روس کے مزدوروں اور کسانوں کی تحریک کا دشمن رہا ہے۔ جنگ کا نتیجہ خواہ کچھ بھی ہو، عمل میں یہ جرمن بورژوازی پروشیائی امیرزادوں کے ساتھ مل کر روس میں انقلاب کے خلاف زار کی شاہی حکومت کی امداد کرے گا۔

دراصل جرمن بورژوازی نے سربیا کے خلاف قزاقانہ مہم شروع کی ہے جس کا مقصد اسے غلام بنانا اور جنوبی سلافیوں کے قومی انقلاب کا گلا گھونٹنا ہے۔ ساتھ ہی وہ اپنی فوجی قوتوں کا بڑا حصہ زیادہ تر آزاد ملکوں، بلجیم اور فرانس کے خلاف بھیج رہا ہے تاکہ زیادہ دولت مند حریفوں کی لوٹ مار کرے۔ دراصل جرمن بورژوازی نے، جو اپنی طرف سے مدافعتی جنگ لڑنے کا من گھڑت افسانہ مشہور کر رہا ہے، خود وہ لمحہ منتخب کیا جو جنگ میں اس کے لئے سب سے زیادہ

مفید تھا۔ اس نے روس اور فرانس کی منصوبہ بند اور طے شدہ ہتھیار بندی سے پہلے اور فوجی سامان میں اپنی جدید ترین ایجادات کو استعمال کر کے یہ جنگ شروع کی۔

جنگ میں شریک قوموں کے دوسرے گروپ کا سربراہ برطانوی اور فرانسیسی بورژوازی ہے وہ یہ کہہ کر مزدور طبقے اور دوسرے محنت کشوں کی آنکھوں میں خاک جھونک رہا ہے کہ وہ اپنے ملکوں کی مدافعت کے لئے، آزادی اور تہذیب کے لئے اور جرمن عسکریت پرستی اور مطلق العنانی کے خلاف جنگ لڑ رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بورژوازی ایک مدت سے یورپ کی سب سے زیادہ رجعت پرست اور خونخوار بادشاہت، روسی زار شاہی کی سپاہ کو بھاڑے کے ٹٹوؤں کی طرح استعمال کرنے پر کروڑوں خرچ کرتا رہا ہے اور جرمنی پر حملہ کرنے کے لئے اسے تیار کرتا رہا ہے۔

دراصل برطانوی اور فرانسیسی بورژوازی کا لڑائی کا مقصد جرمن نوآبادیات پر قبضہ کرنا اور ایک ایسی حریف قوم کو تباہ کرنا ہے جس کی معاشی ترقی زیادہ تیز رہی ہے۔ اس "نیک" مقصد کے حصول کے لئے "ترقی یافتہ" اور "جمہوری" قومیں جابر زار شاہی کی مدد کر رہی ہیں تاکہ وہ پولینڈ یوکرین وغیرہ کا گلا اور زیادہ گھونٹ سکے اور روس کے اندر انقلاب کو اور زیادہ کچل سکے۔

جنگ میں شریک کوئی بھی گروپ غارت گری، اذیتوں اور جنگی مظالم کے معاملے میں ایک دوسرے سے پیچھے نہیں ہے لیکن مزدور طبقے کی آنکھوں میں خاک جھونکنے کے لئے اور اس کی توجہ واحد سچی جنگ آزادی یعنی "اپنے" اور "بدیسی" ملکوں دونوں کے بورژوازی کے خلاف خانہ جنگی سے ہٹانے کے لئے یہ "بلند" مقصد پیش نظر رکھتے ہوئے ہر ملک کا بورژوازی حب الوطنی کے جھوٹے نعروں کے ذریعے "اپنی" قومی جنگ کی اہمیت کو بڑھا چڑھا رہا ہے اور دعویٰ کر رہا ہے کہ وہ مال غنیمت حاصل کرنے اور علاقوں پر قبضہ کرنے کے لئے نہیں بلکہ اپنے آپ کو چھوڑ کر باقی تمام دوسرے عوام کی "نجات" کی خاطر دشمن پر فتح حاصل کرنا چاہتا ہے۔

تمام ملکوں کی حکومتیں اور بورژوازی جتنی شدت سے مزدوروں میں پھوٹ ڈالنے اور انہیں

ایک دوسرے کے خلاف صف آرا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اس بلند مقصد کے لئے جتنے زیادہ وحشیانہ طریقے سے مارشل لا اور فوجی سنسر نافذ کرتے ہیں (یہ اقدام آج بھی جنگ کے زمانے میں بیرونی دشمن کے مقابلے میں" اندرونی" دشمن کے خلاف زیادہ بے دردانہ طور پر کئے جا رہے ہیں) اتنا ہی زیادہ طبقاتی شعور رکھنے والے پرولتاریہ کا اشد فریضہ تمام ملکوں کی "محب وطن" بورژوا گٹھ بندیوں کی بے لگام جارحانہ وطن پرستی کے مقابلے میں اپنی طبقاتی وحدت کی، اپنی بین الاقوامیت کی اور اپنے اشتراکی عقیدوں کی مدافعت کرنا ہے۔ اگر طبقاتی شعور رکھنے والے مزدور اس مقصد سے دستبردار ہو جاتے ہیں تو اس کا مطلب اشتراکی آرزوئیں تو کجا اپنی آزادی اور جمہوریت کی آرزوؤں سے بھی منہ موڑنا ہے۔

سوشلسٹ پارٹیاں اور جنگ

لینن کہتا ہے کہ یہ انتہائی تلخ احساس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ یورپ کے سربراہ ملکوں کی سوشلسٹ پارٹیاں یہ فریضہ پورا کرنے میں ناکام رہی ہیں۔ ان پارٹیوں کے رہنماؤں کا رویہ، خاص کر جرمنی میں، قریب قریب سوشلزم کے مقصد سے سراسر غداری ہے۔ ساری دنیا کے اس تاریخی اہمیت کے لمحے میں موجودہ دوسرے سوشلسٹ انٹرنیشنل (۱۹۱۴ء - ۱۸۸۹ء) کے اکثر رہنما اشتراکیت کا بدل قوم پرستی کو بنا رہے ہیں۔ ان کے اس رویّے کا نتیجہ یہ ہے کہ ان ملکوں کی مزدور پارٹیاں حکومتوں کے مجرمانہ عمل کی مخالفت نہیں کر رہی ہیں بلکہ مزدوروں سے اپیل کرتی ہیں کہ وہ سامراجی حکومتوں کے نقطۂ نظر سے اپنا اتفاق ظاہر کریں۔ انٹرنیشنل کے لیڈروں نے جنگی قرضوں کی حمایت میں ووٹ دے کر "اپنے" ملکوں کے بورژوازی کے جارحانہ قوم پرست (محب وطن) نعرے دہرا کر، جنگ کو بجا ثابت کر کے اور اس کی مدافعت کر کے شریک جنگ ملکوں کی بورژوا حکومتوں میں شامل ہو کر وغیرہ وغیرہ سوشلزم کے ساتھ غداری کی ہے۔ آج کے یورپ کے انتہائی بااثر سوشلسٹ رہنما اور سوشلسٹ پریس کے اتنے ہی انتہائی بااثر ترجمان جن

خیالات کا اظہار کر رہے ہیں وہ جارحانہ قوم پرست، بورژوا اور اعتدال پسند ہیں۔ انہیں کسی طرح اشتراکی نہیں کہا جا سکتا۔ سوشلزم کو اس طرح بدنام کرنے کی ذمہ داری سب سے پہلے جرمنی کے سوشل ڈیمو کریٹوں پر عائد ہوتی ہے جو دوسری انٹرنیشنل میں سب سے زیادہ مضبوط اور با اثر پارٹی تھے۔ لیکن فرانسیسی سوشلسٹوں کو بھی بری نہیں کیا جا سکتا جو اس بورژوازی کی حکومت میں وزارتوں کی کرسیوں پر جلوہ افروز ہیں۔ جس نے اپنے وطن سے غداری کی اور کمیون کو کچلنے کے لئے بسمارک کے ساتھ جوڑ توڑ کیا۔

جرمنی اور آسٹریا کے سوشل ڈیمو کریٹ جنگ کی حمایت میں یہ دلیل پیش کر کے اپنے آپ کو حق بجانب ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ وہ اس کے ذریعے روسی زار شاہی کے خلاف لڑ رہے ہیں۔ ہم روسی ڈیمو کریٹ اعلان کرتے ہیں کہ یہ صفائی سراسر بہانہ ہے۔ پچھلے چند برسوں میں ہمارے ملک میں زار شاہی کے خلاف انقلابی تحریک نے پھر سے بڑی وسعت اختیار کر لی ہے۔ اس تحریک کا رہنما ہمیشہ روس کا مزدور طبقہ رہا ہے۔ پچھلے چند برسوں میں جو سیاسی ہڑتالیں ہوئیں اور جن میں لاکھوں مزدوروں نے حصہ لیا ان کا نعرہ یہ تھا ــــ زار شاہی کا تختہ اُلٹ دو اور جمہوری ریپبلک قائم کرو۔ عین جنگ سے پہلے جب فرانسیسی ریپبلک کے صدر پوانکارے نکولائی دوئم سے ملنے آئے تھے تو انہوں نے پیٹرس برگ کی سڑکوں پر مورچے دیکھے تھے جنہیں روسی مزدوروں نے ہی کھڑا کیا تھا۔ انسانیت کو زار شاہی کی لعنت سے نجات دلانے کے لئے روسی پرولتاریہ نے کسی بھی قربانی دینے سے گریز نہیں کیا ہے۔ اور ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ بعض حالات میں اگر کوئی چیز زار شاہی کے خاتمے کو ٹال رہی ہے، اور جو چیز تمام روس کی جمہوریت کے خلاف جد وجہد میں زار شاہی کے ہاتھ مضبوط کرتی ہے تو وہ یہی موجودہ جنگ ہے جس نے زار شاہی کے رجعت پرست مقاصد کو کامیاب بنانے کے لئے برطانوی، فرانسیسی اور روسی بورژوازی کی تجوریاں کھول رکھی ہیں۔ زار شاہی کے خلاف روسی مزدور طبقے کی انقلابی جد وجہد میں اگر کوئی چیز حائل ہے تو وہ جرمنی اور آسٹریا کے سوشل ڈیمو کریٹ لیڈروں کا رویہ ہے، جسے روس کے جارحانہ قوم پرست اخبار بطور

مثال پیش کرنے سے کبھی نہیں تھکتے۔

اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ جرمن سوشل ڈیمو کریسی اتنی کمزور تھی کہ وہ کسی قسم کا انقلابی عمل نہیں کر سکی تو کم از کم اسے جارحانہ قوم پرست کیمپ میں شامل نہیں ہونا چاہیئے تھا یا ایسے اقدام نہیں اٹھانا چاہیئں تھے جنہوں نے اٹلی کے سوشلسٹوں کو یہ کہنے پر آمادہ کیا کہ جرمن سوشل ڈیموکریٹک رہنما پرولتاری بین الاقوامی پرچم کو ذلیل کر رہے ہیں۔

بولشویک پارٹی اور جنگ

ہماری پارٹی، روسی سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی نے جنگ کے سلسلے میں بڑی بڑی قربانیاں دی ہیں اور دیتی رہے گی۔ ہمارے تمام مزدور اخبار دبا دیئے گئے ہیں۔ اکثر مزدور یونینیں بند کر دی گئی ہیں اور ہمارے بے شمار رفیق یا تو گرفتار کر لیے گئے ہیں یا جلاوطنی میں ہیں۔ اس کے باوجود ریاستی دوما میں روسی سوشل ڈیموکریٹک لیبر گروپ نے یعنی ہمارے پارلیمانی نمائندوں نے اپنا یہ لازمی اشتراکی فریضہ سمجھا کہ جنگی قرضوں کی تائید میں ووٹ نہ دیں، وہ اپنا پرزور احتجاج ظاہر کرنے کے لئے دوما کو چھوڑ کر باہر آ گئے۔ انہوں نے اپنا یہ فرض تصور کیا کہ یورپی حکومتوں کی پالیسی کو سامراجی پالیسی قرار دیں۔ اگرچہ زار کی حکومت نے اپنا ظلم و ستم بہت بڑھا دیا ہے اس کے باوجود روس کے سوشل ڈیموکریٹک مزدور جنگ کے خلاف اپنی پہلی غیر قانونی اپیلیں شائع کر چکے ہیں اور اسی طرح جمہوریت کی جانب اور انٹرنیشنل کی جانب اپنا فریضہ پورا کر رہے ہیں۔

جب کہ انقلابی سوشل ڈیموکریسی کے ممبر جس کی نمائندگی جرمن سوشل ڈیموکریٹوں کی اقلیت اور غیر جانبدار ملکوں میں بہترین سوشل ڈیموکریٹ کرتے ہیں۔ دوسری انٹرنیشنل کے اس انہدام کی وجہ سے ان سب کے سر شرم سے جھک گئے ہیں، جب کہ سوشل ڈیموکریٹک پارٹیوں کی اکثریت کی جارحانہ قوم پرستی کے خلاف برطانیہ اور فرانس دونوں کے سوشلسٹ اپنی آواز بلند کر رہے ہیں؛ جب کہ موقع پرست جن کی نمائندگی مثال کے طور پر جرمن SOZIALISTISCHE MONATSHEFTE

کرتا ہے جو ایک مدت سے قوم پرست اعتدال پسند رویہ اختیار کیے ہوئے ہیں، وہ یورپی سوشلزم کے خلاف بجا طور پر اپنی فتح منا رہے ہیں، تو اس وقت پرولتاریہ کو وہ لوگ سب سے زیادہ نقصان پہنچا رہے ہیں جو موقع پرستی اور انقلابی سوشل ڈیموکریسی کے درمیان جھولتے ہیں (جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی میں "مرکز" کی طرح) اور جو دوسری انٹرنیشنل کے انہدام کو نظر انداز کرنے یا زمانہ ساز جملوں سے اصلیت کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس کے برعکس اس انہدام کو بلا تکلف تسلیم کرنا چاہیے۔ اس کے اسباب سمجھنا چاہیے تاکہ تمام ملکوں کے مزدوروں کا نیا اور زیادہ پائیدار اشتراکی اتحاد قائم کیا جا سکے۔

جنگ اور بلغاریہ کے سوشل ڈیموکریٹ

لینن جو جدوجہد روس میں کر رہا تھا، سامراجی جنگ کے حامیوں کے نظریاتی کھوکھلا پن کا جس طرح وہ پردہ چاک کر رہا تھا کچھ اسی قسم کا عمل بلغاریہ جیسے مختصر سے ملک اور اس کی ننھی منی سوشل ڈیموکریٹک پارٹی میں بھی جاری و ساری تھا۔ چنانچہ یہ ایک حقیقت ہے کہ جہاں یورپ کے مختلف ملکوں کی سوشل ڈیموکریٹک پارٹیوں نے اپنے اپنے ملک کے سرمایہ داروں کی حمایت کی اور اس جنگ کو مقدس جنگ قرار دیا وہاں صرف بلغاریہ ہی کی پارٹی تھی جس نے بجائے سرمایہ داروں کی حمایت کے لینن کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے عوام کو سرمایہ داروں کے خلاف جنگ کرنے اور استحصال کی جنگ کو عوامی جنگ میں بدل ڈالنے کی دعوت دی۔

بلغاریہ ستمبر ۱۹۱۵ء میں جنگ میں شریک ہوا تھا۔ اسی روز سے بلغاریہ کے بائیں بازو کے سوشلسٹوں نے روس کے بولشویکیوں کے اصولوں پر چلنا شروع کر دیا تھا اور ان عناصر کی علانیہ مخالفت کرنے لگ گئے تھے جو محنت کشوں کے بین الاقوامی اتحاد کے خلاف سازش میں مصروف تھے۔ بلغاریہ کی پارٹی وطن پرست سوشلسٹوں کے خلاف تھی۔ وطن پرست سوشلسٹ محنت کش عوام کو سرمایہ داروں کے مفاد پر قربان کر رہے تھے۔ یہ غیر ملکی استعمار کے حامی اور ایجنٹ تھے۔

پارٹی کا نمائندہ اور بلغاریہ کی ٹریڈ یونین کے سیکرٹری کی حیثیت سے ڈیمیتروف نے بلقان سوشلسٹ فیڈریشن موومنٹ کے لئے خاص طور پر کام کیا۔ اور محنت کشوں کو اس موومنٹ (تحریک) پر متحد اور متفق کرنے کی کوشش کی۔ اس تحریک کا ایک بڑا اور اہم مقصد جزیرہ نمائے بلقان کو جنگ میں شمولیت سے بچانا تھا۔ یہ تحریک ۱۹۱۰ء میں شروع ہوئی۔ ۱۹۱۱ء میں ڈیمیتروف کی کوششوں سے سربیا اور بلغاریہ کی ٹریڈ یونین میں سمجھوتہ ہوگیا اور جلد ہی رومانیہ کی ٹریڈ یونین بھی اس سمجھوتے میں شریک ہوگئی۔ ۱۹۱۲ء میں ڈیمیتروف نے پارٹی کے نمائندے کی حیثیت سے رومانیہ کی سوشلسٹ پارٹی کی کانفرنس میں شرکت کی۔ اس کانفرنس کا مقصد بلغاریہ اور رومانیہ کے محنت کشوں کو بلقان کی جنگ کے خلاف متحد کرنا تھا۔ اس وقت اس جنگ کی تیاریاں کی جا رہی تھیں۔ رومانیہ کی پولیس نے اس بہادر انقلابی کو جو بلقان کی ریاستوں کے محنت کشوں کو جنگ کے خلاف متحد کر رہا تھا گرفتار کر کے ملک سے نکال دیا۔

۱۹۱۵ء میں موسم گرما میں دوسری بلقان سوشل ڈیموکریٹک کانفرنس رومانیہ میں ہوئی۔ اس میں ڈیمیتروف اور اس کے ساتھیوں نے سرگرمی سے حصہ لیا۔ کانفرنس میں بائیں بازو کی سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے حامیوں نے استعمار پسندوں کی جنگ کے خلاف جدوجہد کا فیصلہ کیا۔ بلقان سوشل ڈیموکریٹک فیڈریشن قائم کی گئی جس میں بائیں بازو کے سوشلسٹوں نے سرگرمی سے حصہ لیا۔ ستمبر ۱۹۱۵ء کو بائیں بازو کی سوشلسٹ پارٹی نے ایک منشور شائع کیا جس میں بلغاریہ کے عوام کو جنگ کے خلاف جدوجہد کی دعوت دی گئی تھی۔ منشور میں بلغاریہ کے شاہ پسندوں اور سرمایہ داروں کے عزائم کو بے نقاب کیا گیا تھا۔ اور حکومت نے اس پر فوجوں کو بغاوت پر آمادہ کرنے کی کوشش کا الزام لگایا لیکن اس وقت حکومت میں بائیں بازو کے سوشلسٹوں پر ہاتھ اٹھانے کی ہمت نہ ہوئی۔ عوام سوشلسٹوں کے ساتھ تھے اور ملک میں بغاوت ہو جانے کا خطرہ تھا۔ چنانچہ ڈیمیتروف کے خلاف کوئی کارروائی نہ ہو سکی البتہ اس کے بعد حکومت نے متعدد بار کوشش کی کہ ڈیمیتروف کو کسی نہ کسی طرح سزا دے کر قید کر دیا جائے لیکن ہر دفعہ بلغاریہ کی انقلابی تحریک کی قوت اس کی مدافعت اور حفاظت کرتی رہی اور وہ جنگ میں بہت حد تک آزادانہ سرگرم عمل رہا تاآنکہ بلغاریہ کی سرحدوں کی دوسری طرف روس میں انقلاب بپا ہو گیا۔ یہ انقلاب جس نے پوری دنیا کو، اس پورے کرۂ ارض کو ہلا کر رکھ دیا۔

۱۹۱۷ء

روس کا سوشلسٹ انقلاب

باب — ۶

سامراجی جنگ پورے شباب پر تھی لیکن جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا۔ لڑائی میں شدت پیدا ہو رہی تھی۔ جانی نقصان، مالی نقصان بڑھ رہا تھا۔ مورچے پر لڑنے والا غریب انسان تھک رہا تھا۔ موت چاروں طرف جب رقص کر رہی ہو تو زندگی کی قدر بڑھنے لگتی ہے۔ زندہ رہنے کی خواہش بے تاب کر دیتی ہے اور جنگ کی ہولناکیوں کے خلاف اندر ہی اندر نفرت پیدا ہونے لگتی ہے۔ چنانچہ یہی موقع ہوتا ہے جب کہ ایک منظم اور فعال کمیونسٹ پارٹی سامراجی جنگ کو طبقہ واری جنگ میں تبدیل کر سکتی ہے۔ چنانچہ روس کے بولشویکوں نے لینن کی راہنمائی میں اس سامراجی جنگ کو طبقہ واری جنگ میں تبدیل کرنے کے لئے سخت جدوجہد کی۔ لینن نے اسی زمانے میں یہ نعرہ دیا تھا۔ ایک رجعتی لڑائی کے دوران میں ایک انقلابی جماعت اپنی حکومت کی شکست کے سوا کچھ نہیں چاہ سکتی۔ یہ قول فیصل ہے۔ چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ سنہ ۱۹۱۵ء اور سنہ ۱۹۱۶ء کے دوران بولشویکوں نے روسی سپاہیوں اور مزدوروں میں انتھک پراپیگنڈہ کیا کہ یہ جنگ ان کی جنگ نہیں ہے۔ یہ زار کی جنگ ہے، یہ سرمایہ دار اور جاگیردار طبقے کی جنگ ہے اور عام روسیوں کو ورغلا کر، قومی جنون میں مبتلا کر کے گاجر مولی کی طرح کٹوایا جا رہا ہے تاکہ زار شاہی زندہ و پائندہ رہے تاکہ سامراجی دوسری قوموں کو غلام رکھ سکیں، ان کو لوٹ سکیں، ان سے خام مال سستے داموں حاصل کر سکیں اور اس طرح سے اپنے منافعوں میں اضافہ کرتے رہیں۔ بالآخر یہ جہد مسلسل رنگ لائی اور روس کی فوجوں میں، کارخانوں میں، کھیتوں میں ہلچل شروع ہو گئی اور انقلاب کی بکھری ہوئی چنگاریاں دیکھتے دیکھتے شعلہ جوالا کا روپ دھارنے

ملکیں اور روئے زمین کا پہلا سوشلسٹ انقلاب برپا ہوگیا۔ یہ انقلاب انوکھا بھی تھا اور پہلودار بھی۔ اس نے پوری دنیا کو متاثر کیا۔ مجبور و مقہور عوام میں ایک نیا جذبہ، نیا ولولہ اور نیا جوش پیدا کیا۔ اور سچ یہ ہے کہ سوشلسٹ انقلاب ایک بحر بیکراں ہے جو عوام کی بے پناہ بے اطمینانیوں، اَن گنت تلخیوں اور محرومیوں کی بے شمار ندیوں، نالوں اور چشموں کو اپنی آغوش میں سمیٹ لیتا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ سوشلسٹ انقلاب ہر قسم کے مظلوم و مجبور اور ناخوش و غیر مطمئن لوگوں کی عوامی تحریک کی تکمیل اور اتمام ہے۔ ان لوگوں میں محکوم اور غلام نوآبادیاتی قومیں بھی شامل ہیں۔ خارجی لحاظ سے یہ ساری تحریکیں سرمایہ داری کے خلاف احتجاج کا اظہار ہیں اور یہ انقلابی پرولتاریہ کا کام ہوتا ہے کہ وہ ان تحریکوں کے اصلی اور بنیادی جوہر کو ابھارے اور ان کو انقلابی راہ پر گامزن کرے۔

بلغاریہ اور رُوس کا سوشلسٹ انقلاب

رُوس بلغاریہ کا قریب ترین اور عظیم ترین ہمسایہ تھا۔ اس کے انقلاب سے جب دُور دراز ملک متاثر ہو رہے تھے تو بلغاریہ کا متاثر ہونا تو قدرتی تھا۔ جب کہ پچھلے دس بارہ سال سے بلغاریہ کے بائیں بازو کی سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کا رُوس کی بولشویک پارٹی سے گہرا ذہنی اور جسمانی رابطہ قائم ہو چکا تھا۔ چنانچہ جب انقلاب کی خبریں یہاں بلغاریہ میں پہنچنی شروع ہوئیں تو یہاں پر بھی ڈیمیتروف اور اس کے رفقا کی سرگرمیوں میں صرف تیزی ہی نہیں آئی بلکہ بلغاریہ کی بائیں بازو کی سوشل ڈیموکریٹک پارٹی نے اس انقلاب کو کھلم کھلا خوش آمدید کہا۔ چنانچہ پارٹی کے سرکاری اخبار RABOTNICHESKI VESTNIK نے اپنی ۱۰۔ نومبر ۱۹۱۷ء کی اشاعت یعنی انقلاب کے تیسرے دن ہی انقلاب کو خوش آمدید کہتے ہوئے لکھا تھا:۔

"رُوس میں رونما ہونے والے اہم ترین واقعات ایک بار پھر پوری دنیا کی توجہ کا مرکز بن گئے ہیں۔ ۷۔ نومبر کو رُوس کا انقلاب مضبوط اور با اعتماد قیادت کے ہاتھوں میں منتقل ہو گیا ہے اور ۷۔ نومبر کو یہ رُوسی جمہوریہ ایک واضح، صاف اور یقینی راہ

پر رواں دواں ہوا ہے۔ یہ راستہ ہے امن کا، یہ راستہ ہے آزادی کا، یہ راستہ ہے نجات کا، یہ راستہ ہے ایک نئے مستقبل کا اور یہ اعلان ہے کہ ان کے مصائب و آلام کے دن ختم ہوئے۔ ہم بہادر، جفاکش اور جیالے روسی پرولتاریہ کو جو امن، مساوات اور بھائی چارے کا نقیب بن کر ابھرا ہے دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔"

بلغاریہ کی پارٹی نے صرف سوویت یونین کی حکومت کو انقلابی کامیابی پر دلی مبارک باد ہی نہیں بھیجی تھی بلکہ اس انقلاب کے بعد بلغاریہ کی پارٹی نے روس کی بولشویک پارٹی کے نعروں اور اس کے طریق انقلاب کے بارے میں زبردست مہم چلائی تاکہ بلغاریہ کی حکومت پر دباؤ ڈالا جا سکے کہ وہ سامراجیوں کے ساتھ مل کر روسی انقلاب کو کچلنے کی سازش میں شریک نہ ہو۔ چنانچہ ۲۔جنوری ۱۹۱۸ء کو پھر پارٹی کے سرکاری اخبار نے ایک اداریہ لکھا جس میں کہا گیا تھا:۔

"روسی انقلاب سے سوشلزم کی بین الاقوامی روح بیدار ہوئی ہے۔ اس لئے بلغاریہ کا پرولتاریہ اور ہماری سوشل ڈیموکریٹک پارٹی پورے تیقن اور اعتماد کے ساتھ اعلان کرتے ہیں کہ ہم روسی انقلاب اور اس کی کامیابی اور کامرانی میں اپنی آزادی اور نجات کا راز مضمر پاتے ہیں۔"

آج مغربی پریس اور اس سے متاثر ہو کر ہم اس امر کا اعلان کرتے رہتے ہیں کہ مشرقی یورپ کی یہ سوشلسٹ حکومتیں سوویت روس کی کاسہ لیس ہیں اور اس کی فوج ان پر مسلط ہے لیکن ۱۹۱۷ء میں جب سوشلسٹ ڈیموکریٹک پارٹی نے کھلم کھلا یہ اعلان کیا تھا کہ روس کے انقلاب کی کامیابی و کامرانی میں ہم اپنی آزادی اور نجات دیکھ رہے ہیں تو اس وقت تو روس کا کوئی دبدبہ نہیں تھا۔ اس کی کوئی طاقت نہ تھی۔ یہ سوشلزم اور محنت کش طبقہ کا بین الاقوامی کردار تھا جو بلغاریہ کی سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کو یہ الفاظ کہنے پر مجبور کر رہا تھا اور ایک بلغاریہ کی سوشل ڈیموکریٹک پارٹی پر ہی کیا موقوف تھا اس وقت دیس دیس کی سوشل ڈیموکریٹک پارٹیوں اور آزادی کے لئے لڑنے

والی جماعتوں نے اس انقلاب کو خوش آمدید کہا تھا۔

بلغاریہ میں انقلاب کی تیاریاں

اس انقلاب نے بلغاریہ کے اندر فوجیوں میں بھی ہلچل پیدا کر دی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اسی زمانے میں ڈیمیتروف خفیہ طور پر مختلف فوجی چھاؤنیوں میں جاتا ہے اور پولیس کی ہزار کوششوں کے باوجود اس نے محاذ پر فوجیوں سے خطاب کیا۔ ان کے خفیہ ٹھنڈی سرکل لئے اور فوجیوں کو جنگ کی اصل صورت حال اور روس کے انقلاب اور اس کی اہمیت سے باخبر کیا۔ اس کی ان مساعی جلیلہ کے نتیجہ میں ڈراما کے شہر اور چھاؤنی میں ورکرز کلب قائم ہو گیا۔ حالانکہ اس قسم کے کلب قائم کرنے پر حکومت نے پابندی لگا رکھی تھی۔ اور فوجی بھی اس کلب میں جانے لگے۔

سنہ ۱۹۱۷ء کا واقعہ ہے کہ ڈیمیتروف ریل میں سفر کر رہا تھا۔ یہ اوّل درجے کے ایک ڈبے میں تھا۔ اس کے ساتھ ایک کرنل بھی اسی درجے میں سفر کر رہا تھا۔ دوران سفر محاذ جنگ سے واپس آنے والا ایک زخمی سپاہی بھی اسی ڈبے میں آ گیا۔ کرنل نے اُسے ڈانٹ کر ڈبے سے نکل جانے کا حکم دیا۔ اس پر ڈیمیتروف نے سپاہی کی حمایت کی اور کرنل سے اُس کی تلخ کلامی ہو گئی۔ آخر کرنل کی شکایت پر ڈیمیتروف کے خلاف مقدمہ چلایا گیا۔ جس میں اس پر الزام لگایا گیا کہ اُس نے فوجی سپاہی کو افسر کے خلاف بغاوت پر اُبھارا ہے۔ عدالت نے اُسے تین سال قید تنہائی کی سزا کا حکم دے دیا۔

ڈیمیتروف نے صوفیا میں قید کے دوران اپنی معلومات میں اضافہ کے ساتھ ساتھ جرمن زبان بھی سیکھ لی۔ اُس نے لینن کی کتاب "ریاست اور انقلاب" کا مطالعہ کیا اور بعد میں اس کتاب کا بلغاریائی زبان میں ترجمہ کیا۔

قید خانے میں بھی اس نے ملک کے سیاسی حالات پر نظر رکھی اور عوام کی راہنمائی کرتا رہا۔ اُس نے ایک خط میں تجویز پیش کی کہ زرعی یونین سے اتحاد کر لیا جائے۔ اس وقت زرعی یونین کا

لیڈر سٹامبولیسکی (STAMBOLIISKI) بھی صوفیا کے قید خانے میں تھا۔

ڈیمیتروف ابھی قید ہی میں تھا کہ محنت کشوں نے بغاوت کر دی اور محاذ پر لڑنے والے سپاہیوں نے لڑنے سے انکار کر دیا۔ باغیوں نے مسلح ہو کر صوفیا پر چڑھائی کر دی۔ جن لوگوں نے بلغاریہ کو خواہ مخواہ جنگ کی آگ میں ڈالا تھا، وہ سب صوفیا ہی میں تھے۔ باغیوں نے ڈیمیتروف اور دوسرے لیڈروں کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ یہ لیڈر اس وقت صوفیا کے قید خانے میں تھے۔

حکومت نے عوامی مطالبے سے مجبور ہو کر زرعی یونین کے لیڈروں کو رہا کر دیا، لیکن ڈیمیتروف کو بدستور قید میں رکھا۔ رہا ہونے والے لیڈروں نے باغی سپاہیوں کو متحد کر کے جمہوری حقوق کا مطالبہ کر دیا۔ اس طرح حکومت اور جمہوریت پسندوں میں لڑائی شروع ہو گئی۔ اس موقع پر جرمنی فوجوں نے جمہوریت پسندوں کے خلاف حکمران طبقہ کی مدد کی تھی۔

حکومت نے جرمنی فوجوں کی مدد سے بغاوت کو ناکام بنا دیا۔ لیکن بغاوت کی صدائے بازگشت سارے ملک میں سنائی دی اور جگہ جگہ عوام نے پولیس اور فوج کا مقابلہ کیا۔

اس بغاوت میں عوام کا خاص مطالبہ ڈیمیتروف کو رہا کرنے کا تھا۔ حکمران طبقہ اس کی رہائی کے خلاف تھا۔ لیکن عوام کے بے پناہ جوش اور مطالبے نے انہیں ڈیمیتروف کو رہا کر دینے پر مجبور کر دیا اور دسمبر ۱۹۱۸ء کو ڈیمیتروف صوفیا کے مرکزی قید خانے سے باہر آ گیا۔

ڈیمیتروف نے رہا ہونے کے بعد از سرِ نو انقلاب کے لئے جدوجہد شروع کر دی۔ باوجود جنگی حالات کے اس نے کانوں میں کام کرنے والوں کا اجلاس بلایا۔ ۱۹۱۹ء میں اُسے انقلابی سرگرمیوں کے پیشِ نظر پھر قید کر دیا گیا۔ اس کی گرفتاری کی خبر صوفیا پہنچی تو یہاں کے عوام نے ایک شاندار جلوس نکالا، احتجاجی مظاہرہ اور اس کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ اس وقت صوفیا پر برطانوی اور فرانسیسی فوجوں کا قبضہ تھا۔ جب انہوں نے نعرے لگاتا ہوا عوامی جلوس دیکھا اور معلوم کیا کہ یہ لوگ ڈیمیتروف کی رہائی کا مطالبہ کر رہے ہیں تو یہ لوگ بھی جلوس میں شامل ہو گئے۔

جلوس پارٹی کی قیادت میں نکالا گیا تھا۔ اس میں محنت کش طبقے کی بہت بڑی تعداد شریک

تھی۔ حکومت عوام کے جوش و خروش اور مظاہرے سے گھبرا گئی اور ڈیمیتروف کو فوراً رہا کر دیا گیا۔ رہائی کے فوراً بعد ڈیمیتروف نے پارٹی کلب میں محنت کشوں سے خطاب کیا۔

سنہ ۱۹۱۹ء کا پورا سال جد و جہد میں گزرا۔ ڈیمیتروف صوفیا کے محنت کشوں کی امیدوں کا سہارا اور توجہات کا مرکز بنا رہا۔ اس سال تیسری انٹرنیشنل منعقد ہوئی جس میں بائیں بازو کی سوشلسٹ پارٹی بلغاریہ کی کمیونسٹ پارٹی کے نام سے شریک ہوئی۔

تیسری انٹرنیشنل

تیسری انٹرنیشنل یعنی کمیونسٹ انٹرنیشنل اور کمیونسٹ پارٹی کا نام بلغاریہ کے بائیں بازو کے سوشلسٹوں کے لئے کوئی نئی چیز نہ تھا۔ بلاغوف نے دوسری انٹرنیشنل کی ناکامی کے بعد سنہ ۱۹۱۴ء میں ہی اس مسئلے پر روشنی ڈال دی تھی۔

بلغاریہ کی کمیونسٹ پارٹی نے بین الاقوامی کمیونسٹ پارٹیوں کی تنظیم (COMINTERN) کی قیادت میں تیزی سے ترقی کی۔ اس کے سامنے روس کی بولشویک پارٹی کے تجربات تھے۔ جن سے اُس نے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ کومینٹرن (COMINTERN) کی راہنمائی میں پارٹی نے رجعت پسندوں کو شکست دینے اور بلغاریائی عوام کی مدد کرنے میں پوری پوری کامیابی حاصل کی۔

سنہ ۱۹۱۹ء کے آخر میں ڈیمیتروف پھر پرنیک (PERNEEK) پہنچ گیا اور باوجود مشکلات اور ہنگامی حالات کے اُس نے کانوں میں کام کرنے والوں کی ہڑتال منظم کی۔ حکمران طبقہ نے ہڑتالیوں کو ناکام بنانے اور اُن کے جلسوں کو ممنوع قرار دینے اور ڈیمیتروف کو تقریر سے روکنے کی بے حد کوشش کی۔ اس طرح محنت کشوں اور پولیس میں کشیدگی بڑھ گئی۔ پولیس پوری طرح مسلح تھی۔ فوج بھی اس کی مدد کر رہی تھی۔ لیکن عوام دب نہ سکے۔ آخر تصادم ہوا اور نتیجے میں ایک افسر مارا گیا۔ بہت سے لوگ گرفتار کر لئے گئے۔ پولیس نے ڈیمیتروف کو گرفتار کرنے کے لئے ان تھک جد و جہد

کی لیکن اُسے گرفتار نہ کیا جا سکا۔ محنت کشوں نے اُسے پولیس کے نرغے سے نکال کر صوفیا پہنچا دیا۔ فوجی افسر کے قتل کے الزام میں جن محنت کشوں کے خلاف فوجی عدالت میں مقدمہ چلایا گیا اُن کے بچاؤ کے تمام انتظامات ڈیمیتروف نے کئے۔ آخر اس مردِ مجاہد کی قابلیت عوام کے احتجاج اور خود ملزموں کے استقلال نے انہیں سزا سے بچا لیا اور حکمران لوگ غصّے میں دانت پیستے رہ گئے۔

ڈیمیتروف نے صوفیا کے محنت کشوں کی قیادت کی۔ اُس نے چل پھر کر جلسے کرنے اور میٹنگز بلانے کا طریقہ رائج کیا۔ سارا سارا دن جلسے ہوتے رہتے۔ ابھی ایک جگہ جلسہ ہے تو تھوڑی دیر بعد دوسری جگہ میٹنگ ہو رہی ہے۔ ہر قصبے اور ہر شہر میں جلسے ہوئے۔ روز پولیس سے تصادم ہوتا۔ غرض دن رات چوبیس گھنٹے جد و جہد اور دوڑ دھوپ کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ کمیونسٹ پارٹی ان محنت کشوں کی رہائی اور عام معافی کے لئے کوشش کر رہی تھی، جنہیں فوجی عدالتوں نے سزائیں دی تھیں اور اس کے ساتھ ہی پارٹی مطالبہ کر رہی تھی کہ جنگ کے اصل مجرموں کو سزائیں دی جائیں جنہوں نے بلا وجہ ملک کو جنگ کی آگ میں دھکیلا تھا۔ پارٹی میثاق نیولی (۲۷-۱۱-۱۹۱۹) جس کے مطابق بلغاریہ کے صوبہ مقدونیہ کا ایک حصّہ یونان اور یوگوسلاویہ کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ نیز بلغاریہ پر تاوانِ جنگ ڈالا گیا تھا اور اس کی فوجوں کو غیر مسلح کر دیا گیا تھا، کے خلاف احتجاج کر رہی تھی اور ساتھ ہی ساتھ اشیائے صرف کی گرانی اور رہائشی مکانوں کی قلت دُور کرنے کا مطالبہ کر رہی تھی۔ پارٹی کی ان تمام کوششوں کی اصل رُوح اور محرک ڈیمیتروف تھا اور اس کی اَن تھک کوششوں سے یہ سب کچھ ہو رہا تھا۔

انقلاب کے لئے جد و جہد کا کوئی ایسا پہلو نہ تھا جو ڈیمیتروف کی قابلیت اور اعلیٰ صلاحیتوں کا مظہر نہ ہو۔ پارٹی تمام غریبوں اور بے کس عوام کے حقوق کے لئے لڑ رہی تھی۔ ایک سڑک پر مظاہرے کے دوران تین محنت کش مارے گئے۔ ان کا ماتمی جلوس ایک زبردست مظاہرے کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے ممبران اور ڈیمیتروف اس احتجاجی جلوس کی قیادت کرتے ہوئے آگے آگے چل رہے تھے اور پولیس سے دست بدست لڑائی لڑی جا رہی تھی۔ یہ منظر ڈیمیتروف

کی جرأت کا آئینہ دار تھا۔

ڈیمیتروف نہ صرف صوفیا بلکہ پورے ملک میں محنت کشوں کی قیادت کر رہا تھا۔ اس کی جرأت اور بے باکی نے مزدوروں اور عوام کے حوصلے بڑھا دیے تھے۔ اس کی مستقل مزاجی، ذہانت اور ولولہ انگیز تقریروں نے حکومت کو مشتعل کر دیا تھا۔

۱۹۱۹ء میں ڈیمیتروف نے ملک میں مختلف مقامات کے دورے کئے۔ شمالی بلغاریہ کے علاقہ میں اس کے ایک دورے کا ایک یادگار واقعہ ہے کہ یہ سرکاری پابندیوں کے باوجود تقریر کر رہا تھا۔ جس ہال میں جلسہ تھا وہ سامعین کی نسبت چھوٹا تھا اور بہت سے لوگ ہال سے باہر ہی اس کی تقریر سن کر نعرے لگا رہے تھے اور بار بار تالیاں بجا رہے تھے۔ اتنے میں پولیس آ گئی۔ ڈیمیتروف نے دیکھ لیا کہ پولیس آ رہی ہے۔ لیکن اُس نے تقریر جاری رکھی۔ اس دوران پولیس کا ایک افسر ڈیمیتروف کے قریب آ گیا اور چلا کر کہنے لگا:

"خاموش —!"

ڈیمیتروف نے بات اَن سُنی کر دی اور تقریر جاری رکھی۔ ہر شخص کی نظر مقرر پر تھی۔ لوگ اس کی حرکات و سکنات اور لب و لہجے کا بغور جائزہ لے رہے تھے۔ باوجود پولیس کی مداخلت کے کوئی شخص اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ اب پولیس افسر ڈیمیتروف کے بالکل نزدیک پہنچ چکا تھا۔ لیکن مقرر کی تقریر بدستور جاری رہی۔ آخر پولیس افسر نے چیخ کر کہا:

"خاموش! ورنہ گولی چلا دوں گا۔"

اس پر کارکنوں کے ایک جتھے نے ڈیمیتروف کو گھیرے میں لے لیا۔ یہ لوگ مارنے مرنے پر تیار ہو گئے۔ پولیس افسر نے ریوالور نکال کر مقرر کی طرف کر دیا اور گولی چلا دینے کی دھمکی دی۔ مقرر پر اس دھمکی کا کچھ اثر نہ ہوا اور پارٹی کے مقاصد کے لئے جدوجہد کی دعوت دیتا رہا۔ آخر ریوالور چلا۔ اس کی آواز میں مقرر کی تقریر کے آخری الفاظ دب کر رہ گئے۔ ہال میں لڑائی شروع ہو گئی۔ پولیس کو راہِ فرار اختیار کرتے بن پڑی اور ورکروں کے ایک دستے نے ڈیمیتروف کو بخیر و عافیت

سٹیشن پر لے جا کر گاڑی میں بٹھا دیا۔

مانگ رہا ہے ہر انسان — روٹی، کپڑا اور مکان

۲۲۔ دسمبر ۱۹۱۹ء کو صوفیا میں کمیونسٹ پارٹی نے ایک جلوس نکالا۔ مظاہرین نعرہ لگا رہے تھے:

"مانگ رہا ہے ہر انسان — روٹی، کپڑا اور مکان!"

یہ مظاہرہ بلغاریہ کی طرف سے سفید رُوس کو دی جانے والی مدد کے خلاف تھا۔ جلوس کے دوسرے روز حکومت نے ریل، ڈاک، تار اور دوسرے سرکاری محکموں کے ان ملازموں کو نوکریوں سے فارغ کر دیا جنہوں نے جلوس میں شرکت کی تھی۔ اس پر ٹرانسپورٹ ورکرز نے عام ہڑتال کا اعلان کر دیا اور پیرنیک کی کانوں میں کام کرنے والوں نے بھی ہڑتال کر دی اور یہ ہڑتال ۵۵ روز تک جاری رہی۔

بلغاریہ میں یہ پہلی سیاسی ہڑتال تھی جو حکومت کی منتقمانہ حکمت عملی کے خلاف کی گئی تھی۔ کمیونسٹ اس ہڑتال کو عوامی تحریک کا رنگ دینے میں ناکام رہے۔ ڈیمیتروف نے ناکامی سے کامیابی کی طرف (FROM FAILURE TO VICTORY) نام کا ایک کتابچہ شائع کیا جس میں ہڑتال سے حاصل ہونے والے تجربات پر روشنی ڈالی گئی تھی۔ اُس نے لکھا تھا:

"اس ناکام ہڑتال سے معلوم ہوتا ہے کہ محنت کشوں اور ملازموں پر سرمایہ داروں کا اثر ہے۔ نیز دائیں بازو کے سوشلسٹوں کی پالیسی غلط ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام ورکرز متحد ہو کر کمیونسٹ ورکرز موومنٹ کی راہ پر چلیں۔ سرمایہ داروں کی متحدہ قوت، پولیس کے سہارے چلنے والی حکومت اور فوجی قوت کے بل پر زندہ رہنے والی مملکت کے خلاف تمام محنت کشوں کا متحد ہو جانا ضروری ہے۔ محنت کش خواہ کسی صنعت یا کاروبار میں ہوں انہیں کمیونزم کے جھنڈے تلے جمع ہو جانا چاہئے۔"

ہڑتال کی ناکامی کے بعد پورے ملک میں بدترین صورتِ حال پیدا ہو گئی تھی۔ پارلیمنٹ میں کمیونسٹ ممبروں کو تحفظ کے حقوق سے محروم کر دیا گیا۔ بہت سے ممبروں کو روپوش ہو جانے پر مجبور کر دیا گیا۔ حکومت ڈیمیتروف پر دانت پیس رہی تھی لیکن اس بہادر اور جری انسان نے ان حالات میں بھی تحریک کی قیادت میں کوتاہی واقع نہ ہونے دی۔

اُس نے بلغاریہ کے عوام کو سفید روس کے انقلاب دشمن دستوں کے خلاف منظم کیا فسطائی حکمران دستوں پر بھروسہ کئے ہوئے تھے اور اُن کی مدد سے ملک کو فسطائیت کی راہ پر آگے لئے چلے جا رہے تھے۔ اور دوسری طرف کمیونسٹ پارٹی مطالبہ کر رہی تھی کہ ان بدیشی دستوں کو ملک سے فوراً باہر نکال دیا جائے۔

ڈیمیتروف نے فوجوں میں خفیہ سٹڈی سرکل قائم کرنے پر خاص توجہ دی۔ اور اُس نے فوج میں خفیہ طور پر کام کیا۔ وہ اکثر بھیس بدل کر فوجی سپاہیوں اور افسروں کے سٹڈی سرکلوں میں پہنچ جاتا اور مختلف مسائل پر ان سے گھنٹوں بات چیت کرتا۔ اُس کی ان باتوں کا اثر آج بھی ان لوگوں میں نمایاں نظر آتا ہے جنہوں نے اس کی باتیں سنی تھیں اور ابھی تک بقیدِ حیات ہیں۔

وہ نہایت ذہین تھا۔ خلافِ قانون کارروائی اس انداز میں کرتا کہ گرفت سے بچ جاتا۔ پارٹی کے اغراض و مقاصد کے حصول کے لئے کوئی معمولی سا موقع بھی ہاتھ سے جانے نہ دیتا۔ وہ ایسے مواقع پر جہاں اس کی ضرورت محسوس کی جاتی معجزانہ طور پر پہنچ جاتا۔ حالانکہ پولیس اس کی تلاش میں ہوتی۔ ۱۹۲۰ء کا ایک ناقابلِ فراموش واقعہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ ان دنوں یہ روپوش تھا۔ پولیس اس کی تلاش میں گھر گھر پھر رہی تھی۔ صوفیا کی میونسپل کونسل کا جلسہ تھا۔ جلسہ میں بجٹ پر بحث ہونی تھی اور ڈیمیتروف کونسل کا ممبر ہونے کی حیثیت سے جلسہ میں بجٹ پر بحث کرنا چاہتا تھا اور کمیونسٹ پارٹی بھی اس کی معرفت اپنا پروگرام اجلاس میں پیش کرنا چاہتی تھی۔ دشمن اس کے خلاف سازش میں مصروف تھا۔ مشہور کیا جا رہا تھا کہ ڈیمیتروف نے پولیس سے بچنے کے لئے بزدلی کا مظاہرہ کیا ہے اور کونسل کے اجلاس میں شریک ہو کر پارٹی کے پروگرام کی وضاحت سے کترا

رہا ہے۔ اور اس طرح محنت کش طبقہ کے مفاد کو نقصان پہنچا رہا ہے۔ ڈمیتروف سب حالات سے باخبر تھا۔ وہ جانتا تھا کہ دشمن اس کے بارے میں کیا افواہیں پھیلا رہا ہے۔ چنانچہ اس نے پارٹی کے ذمہ داروں سے مشورہ کے بعد کونسل کے اجلاس میں شریک ہونے کا فیصلہ کر لیا اور اچانک جلسے میں پہنچ گیا۔ جونہی دشمنوں کی نظریں اس پر پڑیں بوکھلا سے گئے۔ اور پولیس کو فون پر اطلاع دینے لگے کہ ڈمیتروف کونسل کے جلسے میں ہے۔ لیکن دیکھتے کیا ہیں کہ فون کے سب تار کٹے ہوئے ہیں اور ہال کے دروازے پر ڈمیتروف کے محافظوں کا قبضہ ہے۔ چنانچہ ڈمیتروف نے اجلاس میں پورے اطمینان کے ساتھ تقریر کی۔ پارٹی کا مقصد واضح کیا اور پھر اس طرح غائب ہو گیا کہ پولیس اُسے گرفتار نہ کر سکی۔

اس واقعہ سے صوفیا کے محکمہ پولیس کی نااہلی اور غفلت کی پُرزور مذمت کی گئی اور اخبارات نے اس واقعہ پر اداریئے لکھے۔

بلغاریہ کی کمیونسٹ پارٹی ۱۹۲۳ء کے آخر میں روپوش ہو گئی تھی اور ڈمیتروف اس سے پہلے ہی روپوش تھا البتہ پارٹی کی قیادت بدستور اسی کے ہاتھوں میں تھی اور فرائض کی ادائیگی میں کبھی کوتاہی نہیں کرتا تھا۔ وہ جلسوں میں شریک ہوتا اور اس کے رضا کار اسے پولیس سے بچا لیتے صوفیا کی میونسپل کونسل کے اجلاس میں اس کی شرکت کا واقعہ کوئی نادر مثال نہیں۔ اس قسم کے مواقع متعدد بار آئے کہ ڈمیتروف نے ڈرامائی انداز میں جلسوں میں تقریریں کیں اور پولیس اس کا کچھ نہ بگاڑ سکی۔



ڈیمیٹروف کی بہن اور والدہ مقدمے کی سماعت کے دوران

ڈیمیتروف

اور

تیسری کمیونسٹ انٹرنیشنل

ا۔ لینن سے ملاقات ـــــــــــــــــــ ۱۰۳

باب ۔۔۔ ۷

روس کے سوشلسٹ انقلاب نے جہاں بلغاریہ اور تمام دنیا کو اندرونی طور پر انقلابی سرگرمیاں تیز کرنے کی راہ پر لگایا تھا، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ روس کے انقلاب کے بعد پورے یورپ میں انقلاب کی تیز و تند ہوائیں چلنے لگی تھیں اور درجنوں ملک ہنگری، پولینڈ، جرمنی اور بلغاریہ یہ سب انقلاب کے طوفانی تھپیڑوں کی زد میں آ رہے تھے، تو دوسری طرف خارجی طور پر بھی سوویت روس اور لینن ایک بین الاقوامی تنظیم کے قیام کے لئے جد و جہد کر رہے تھے کیونکہ پوری دنیا میں ایک انقلاب کی لہر اٹھ رہی تھی اور لاکھوں کروڑوں انسان سڑکوں پر نکل رہے تھے۔ دیس دیس کے لوگ اپنی اپنی آزادی اور سماجی تبدیلی کے لئے جد و جہد کر رہے تھے۔ یہ پورا عمل ایک حقیقت کی طرف واضح اشارہ کر رہا تھا کہ سامراج دشمن تحریک ابھر رہی ہے اور سامراج کی شکست کے لئے ضروری ہے کہ دیس دیس کی سامراج دشمن اور انقلابی تحریکوں کو منظم اور مستحکم بنانے کے لئے ایک بین الاقوامی مرکز کی اشد ضرورت ہے۔ چنانچہ یہ ذمہ داری سوویت روس، وہاں کی کمیونسٹ پارٹی اور اس کے قائد نے اپنے ذمہ لی اور انہوں نے بین الاقوامی تنظیم کے قیام کے لئے جد و جہد شروع کی۔

یہ جنوری کا مہینہ تھا اور ۱۹۱۸ء کا سال تھا جب پیٹرو گراڈ جو اب لینن گراڈ کہلاتا ہے، میں کمیونسٹ انٹرنیشنل کے قیام کے لئے ایک استقبالیہ کمیٹی قائم کرنے کی ابتدا کی گئی۔ اس استقبالیہ کمیٹی کا کام عالمی کمیونسٹ اور انقلاب پسند پارٹیوں کو بین الاقوامی کانفرنس میں شرکت کے لئے

دعوت دینا تھی۔ اس استقبالیہ کمیٹی میں امریکہ، برطانیہ، فرانس، جرمنی، ناروے، سویڈن، چیکوسلاویکیہ رومانیہ اور بلغاریہ کے نمائندے شریک ہوئے۔ اس وقت تک تمام ممالک میں انقلابی اور مارکسی پارٹیوں کے نام بالعموم سوشل ڈیموکریٹک یا لیبر پارٹی یا مزدوروں کی پارٹیاں ہی تھے لیکن سوویٹ رُوس کے انقلاب کے بعد اور کمیونسٹ انٹرنیشنل کے قیام کے موقع پر اکثر وبیشتر ممالک کی پارٹیوں نے اپنا نام کمیونسٹ پارٹیوں میں تبدیل کر لیا۔

۲ مارچ ۱۹۱۹ء میں ماسکو کے شاہی محل کریملین میں اس تیسری انٹرنیشنل کمیونسٹ کانفرنس کا افتتاح ہوا۔ اس کانفرنس کی مجلس صدارت کے لیے سوویت رُوس سے لینن، جرمنی سے EBERLEIN اور سوئٹزرلینڈ سے PLATTEN کو منتخب کیا گیا۔ اس کانفرنس میں یورپ، امریکہ اور ایشیا کے اکیس ممالک کی ۳۵ تنظیموں کے ۵۲ نمائندوں نے شرکت کی۔ بلغاریہ بھی ان میں شریک تھا۔ پہلے صفحات میں ذکر کیا جاچکا ہے کہ بلغاریہ کے انقلابی قائد بلیگوف کئی سال پہلے سے ایسی تنظیم کی ضرورت کا اظہار کر رہا تھا کیونکہ دوسری انٹرنیشنل کی ڈھلمل ابن الوقتی اور سودے بازی کی پالیسیوں نے اس میں شریک انقلابی پارٹیوں کو بہت مایوس اور بددل کر دیا تھا اور بالخصوص جب سامراجی جنگ شروع ہوئی تو اس کی مزاحمت کی بجائے دوسری انٹرنیشنل نے جنگ کی حمایت کی اور ایسے عناصر کو شہ دی جو سوشلزم کے نام پر اپنے ملکوں کے حاکموں اور سامراجیوں کی جنگی مساعی میں امداد واعانت کی پالیسیوں پر گامزن تھے۔ چنانچہ جب تیسری انٹرنیشنل کے قیام کا موقع آیا تو بلغاریہ کے انقلابیوں نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اس میں شرکت کا فیصلہ کیا۔

دراصل بلغاریہ کے انقلابیوں نے اپنے تجربے سے سیکھا تھا کہ انقلاب کے لئے ایسی پرولتاری پارٹی کی اشد ضرورت ہے جو نظریاتی طور پر مارکسزم سے پوری طرح لیس ہو اور اس میں زبردست ڈسپلن، ہم آہنگی اور نظری یکسانیت ہو۔ جب رُوس میں بولشویک پارٹی کی قیادت میں انقلاب برپا ہوگیا تو بلغاریہ کے انقلابیوں کو مستحکم اور منضبط پارٹی کی ضرورت اور اہمیت

کا اور بھی احساس ہو گیا۔

ڈیمیتروف ابتدا سے ہی بلغاریہ کے نمائندے کے طور پر اس تیسری انٹرنیشنل میں شریک ہوا تھا لیکن اس موقع پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کمیونسٹوں کی سیاست میں اس بین الاقوامی تنظیم کی اہمیت اور تاریخ پر مختصر سی روشنی ڈال دی جائے کیونکہ پوری نصف صدی سے عالمی سامراج کمیونسٹوں کی بین الاقوامی تنظیموں کو تضحیک کا نشانہ بنا رہا ہے۔ ہمارے جیسے ملکوں میں بھی سامراج اور ملکی حاکم اور ان کے ہم نوا مسلسل یہ پراپیگنڈہ کرتے چلے آ رہے ہیں کہ کمیونسٹ اپنے ملک کے وفادار نہیں ہوتے۔ ان کو روس سے ہدایات موصول ہوتی ہیں۔ آج کل کمیونسٹوں کو کبھی ماسکو نواز کہا جاتا ہے یا پیکنگ نواز۔ ان کو پاکستان نواز یا اپنے ملک کا نواز نہیں کہا جاتا۔ یہ ہے نتیجہ اس مسلسل پراپیگنڈے کا جو پچھلے ۶۰ برس سے جب سے سوویت انقلاب کے بعد یہ عالمی پرولتاریہ کی تیسری بین الاقوامی تنظیم وجود میں آئی اُس دن سے یہ پراپیگنڈہ بھی کیا جا رہا ہے، لیکن اب ان جھوٹ بولنے والوں کو کیسے سمجھایا جائے کہ سوویت انقلاب سے پہلے بھی یہ بین الاقوامی تنظیم موجود تھی۔ لُطف یہ ہے کہ پہلی بین الاقوامی تنظیم ۱۸۴۸ء میں مارکس اور فریڈرک اینگلز نے قائم کی تھی اور اسی بین الاقوامی تنظیم کے لیے اُنہوں نے مشہور عالم کمیونسٹ مینی فیسٹو لکھا تھا۔ یہ پہلی تنظیم کمیونسٹ لیگ کے نام سے قائم ہوئی تھی اور یہ ۱۸۴۷ء سے ۱۸۵۲ء تک قائم رہی۔ اس پہلی کمیونسٹ انٹرنیشنل کی تفصیلی روئیداد خود اینگلز نے اپنے ایک مضمون میں قلمبند کی ہے۔ اسی طرح سے دوسری انٹرنیشنل انیسویں صدی کے چل چلاؤ کے زمانے میں معرض وجود میں آئی۔ اس کے قیام میں اینگلز کا بہت بڑا ہاتھ تھا۔ یہ دوسری انٹرنیشنل پہلی جنگ عظیم تک قائم رہی اور رُوس میں انقلاب اور سوویتوں کے قیام کے بعد یہ تیسری انٹرنیشنل وجود میں آئی۔

لینن سے ملاقات

ان تو ڈیمیتروف کا تیسری کمیونسٹ انٹرنیشنل اور اس کے قائدین سے جسمانی رشتہ ۱۹۲۰ء

میں قائم ہوا اور یہی وہ زمانہ تھا جب ڈیمیتروف کو لینن سے بہ نفس نفیس ملنے کا اتفاق ہوا اور اس کی شخصیت کے سحر نے اس کو تمام عمر کے لئے مسحور کر لیا۔ ہاں تو ۱۹۲۰ء میں ڈیمیتروف اور اس کے ساتھیوں کو کوم انٹرن (COMINTERN) کے دوسرے اجلاس میں شریک ہونا تھا اس وقت یہ سب مفرور قرار دیئے ہوئے تھے۔ پولیس ان کی تلاش میں تھی۔ اور ان کے لئے سوائے اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ چھپ کر روس جائیں۔ چنانچہ یہ لوگ بحیرہ اسود کی راہ سے روانہ ہوئے۔ یہ راستہ نہایت خطرناک تھا اور ان کا سفر عام شکاری کشتیوں کے ذریعہ تھا۔

جس کشتی میں ڈیمیتروف تھا اُسے مخالف ہواؤں نے رومانیہ کے ساحل پر پہنچا دیا۔ رومانیہ کی پولیس نے اسے اور اس کے ساتھی کو جاسوسی کے الزام میں گرفتار کر لیا۔ کوم انٹرن کے اس اجلاس سے لینن نے بھی خطاب کرنا تھا۔ ایسے موقعہ پر اُن کا اجلاس تک نہ پہنچ سکنا اور بجائے روس کے رومانیہ میں گرفتار ہو جانا سب کے لئے افسوس ناک حادثہ تھا۔

رومانیہ میں ڈیمیتروف اور اس کے ساتھی کی گرفتاری کے خلاف بلغاریہ اور جزیرہ نمائے بلقان کی دوسری ریاستوں میں شدید احتجاج ہوا۔ آخر سوویت حکومت کی مداخلت پر معاملہ رفع دفع ہوا اور رومانیہ کی حکومت نے ڈیمیتروف اور اس کے ساتھی کو رہا کر دیا۔ ڈیمیتروف کے ساتھ گرفتار ہونے والا شخص کولاروف (KOLAROV) تھا۔ اس واقعہ کے پورے ۱۴ سال بعد ۱۹۳۴ء میں ڈیمیتروف کا پھر روس میں روسی شہریت کی حیثیت سے استقبال کیا گیا۔ پہلی بار رومانیہ کی قید سے رہا ہو کر روس پہنچا تھا۔ اور دوسری بار جرمنی کی نازی حکومت کی جیل سے رہا ہو کر آیا تھا۔ ۱۹۲۰ء میں ڈیمیتروف خفیہ طور پر اٹلی گیا، جہاں اُس نے بلغاریہ کی کمیونسٹ پارٹی کے نمائندے کی حیثیت سے اٹلی کی کمیونسٹ پارٹی کے جلسے میں شرکت کی۔ اٹلی سے لینن گراڈ ہوتا ہوا جنوری ۱۹۲۱ء کو ماسکو پہنچا۔ جہاں اُس نے بلغاریہ کی کمیونسٹ پارٹی کی طرف سے کوم انٹرن (COMINTERN) بین الاقوامی کمیونسٹ تحریک کے تیسرے اجلاس میں شرکت کی۔

ماسکو میں ڈیمیتروف نے پہلی بار لینن سے ملاقات کی۔ لینن نے بلغاریہ کے حالات دریافت

کرنے کی غرض سے ڈیمیتروف کو ملاقات کی دعوت دی تھی۔ اور نہایت غور سے اس کی باتیں سنتا رہا۔ ڈیمیتروف نے مفصل حالات بیان کئے۔ عوام کے جوش و خروش اور انقلابی بحرانوں کے بارے میں سب کچھ تفصیل سے بتایا۔ لینن نے تمام باتیں سننے اور ان پر غور کرنے کے بعد ڈیمیتروف کو اور زیادہ محتاط رہ کر کام کرنے کی ہدایت کی اور بتایا کہ بلغاریہ میں رجعت پسندوں کی طاقت بہت زیادہ ہے اور کمیونسٹوں میں ان کے بھرپور مقابلے کی قوت نہیں۔

ماسکو میں لینن اور ڈیمیتروف کے درمیان کم و بیش دو گھنٹے تک گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔ دورانِ گفتگو لینن نے کمیونسٹ پارٹی کی نئی پالیسی کے بارے میں اپنی ایک کتاب کا مسودہ ڈیمیتروف کو دیا اور کہا کہ آپ اسے دیکھیں اور دورانِ مطالعہ اگر کوئی تجویز ذہن میں آئے تو مجھے کل تک بتا دیں۔

کومنٹرن کے اجلاس کے بعد ڈیمیتروف نے انٹرنیشنل ٹریڈ یونین کی تنظیم کے بارے میں سرگرمی سے کام کیا اور اسے مرکزی کونسل کا ممبر چن لیا گیا۔

ان دنوں ماسکو میں سوویٹ ٹریڈ یونین کا اجلاس بھی ہو رہا تھا۔ ڈیمیتروف بلغاریہ کی ٹریڈ یونین کی طرف سے سوویٹ ٹریڈ یونین کے نام مبارکباد کا پیغام لے کر گیا تھا۔ چنانچہ اس موقع پر اس نے یہ پیغام پہنچایا۔

لینن سے ملاقات کے بعد ڈیمیتروف اس کا قابل اعتماد اور عقیدت کیش شاگرد بن گیا تھا۔ اس نے عوام کے بین الاقوامی مسائل کے حل میں مارکسزم اور لینن ازم سے راہنمائی حاصل کرنے کا طریقہ سیکھ لیا تھا اور تجربات سے پورا پورا فائدہ اٹھایا تھا۔

سنہ ۱۹۲۱ء کے آخر میں ڈیمیتروف روس سے واپس بلغاریہ چلا آیا اور یہاں آ کر بلغاریہ کی انقلابی تحریک کی قیادت اور راہنمائی کرنے لگا۔

سنہ ۱۹۲۱ء تا سنہ ۱۹۲۳ء کا زمانہ نہایت جوش و خروش اور ہنگامی حالات کا زمانہ تھا۔ ڈیمیتروف نے اس زمانے میں رات دن ایک کر کے محنت کی اور عوام، محنت کش طبقہ، پارٹی اور ٹریڈ یونین

تحریک کی قیادت کرتا رہا۔ اس کام کے ساتھ ساتھ عوام کی راہنمائی کے لئے کتابیں بھی لکھتا رہا۔

آخرکار ۱۹۲۲ء میں وہ واقعات رونما ہونے شروع ہو گئے جن کے بارے میں لینن نے ماسکو میں ڈیمیٹروف سے ملاقات کے دوران پیشین گوئی کی تھی۔

۱۹۲۳ء

بلغاریہ میں فاشزم

اور

اس کے خلاف جدوجہد

باب — ۸

مارچ ۱۹۱۹ء میں تیسری انٹرنیشنل کا قیام عمل میں آیا اور اسی مہینے بلغاریہ کے انقلابیوں کے قائدین جو اس تیسری انٹرنیشنل کے قیام کے لئے پیٹرو گراڈ گئے تھے نے واپس آکر اپنی پارٹی کی بائیسویں کانگریس کے انعقاد کا اعلان کیا۔ اس وقت تک اس پارٹی کا نام بلغارین ورکرز سوشل ڈیموکریٹک پارٹی (BULGARIAN WORKERS SOCIAL DEMOCRATIC PARTY) تھا۔ چنانچہ ۲۵ رمئی ۱۹۱۹ء کو اس پارٹی کی بائیسویں کانگریس شروع ہوئی۔ اس میں پارٹی کے نئے انقلابی پروگرام اور سیاسی صورت حال کا تجزیہ کیا گیا۔ چنانچہ کانگریس نے محسوس کیا کہ روس کے سوشلسٹ انقلاب، سوویتوں کے قیام اور سامراجی ممالک کی مداخلت نے زبردست انقلابی صورت حال پیدا کر دی اور سرمایہ داری نظام ایسے بحران میں پھنس گیا ہے کہ اس کے لئے اس سے نکلنا محال ہے۔ اس لئے اس وقت پرولتاریہ انقلاب بپا کر سکتا ہے۔ چنانچہ اس تجزیے کی روشنی میں بلغاریہ کی پارٹی نے اعلان کیا کہ پارٹی کا مقصد

۱۔ بلغاریہ میں سوشلسٹ انقلاب بپا کرنا اور بلغاریہ کو سوشلسٹ سوویت ری پبلک میں تبدیل کرنا ہے۔

۲۔ ملک میں عوامی رضاکاروں کو منظم کرنا اور سرخ فوج کا قیام ہے۔

۳۔ تمام ذرائع پیداوار کو محنت کشوں کے تصرف میں لانا ہے۔

۴۔ نجی تجارت کا خاتمہ۔

۵۔ پیداوار پر محنت کشوں کا کنٹرول، مزدوروں کا تحفظ اور عوام کے مفاد کی حفاظت کرنا۔

ان مقاصد کے حصول کے لئے ریاستی اقتدار پر قبضہ پارٹی کا فوری کام ٹھہرا۔

اس پروگرام میں اور پارٹی کی خواہشات اور تمناؤں کے اعلان میں کئی ایک خامیاں اور کوتاہیاں موجود تھیں۔ پارٹی نے کسانوں کو متحرک کرنے اور ان کے مسائل کو اپنے پروگرام میں شامل کرنے پر کوئی زیادہ توجہ نہ دی اور بیرونی حالات نے ضرورت سے زیادہ پارٹی کو خوش فہمیوں میں مبتلا کر دیا۔ چنانچہ اس دور میں پارٹی کے اندر مہم جُو اور طفلانہ کمیونزم کے رجحانات بڑی شدت کے ساتھ پروان چڑھ رہے تھے اور پارٹی کے لئے زبردست خطرہ پیدا کر رہے تھے۔

یہ تھے حالات جن میں ڈیمیتروف اور پارٹی ان سالوں میں زبردست سرگرم عمل رہی اور اس کی سرگرمیوں کا ذکر بہت حد تک پہلے صفحات میں کیا جا چکا ہے۔ لیکن مجموعی طور پر رُوسی انقلاب کے بعد سے ۱۹۲۱ء تک کے چھ سالوں میں بلغاریہ کے انقلابیوں کے اثر و رسوخ اور تنظیم کے پھیلاؤ اور مقبولیت کا اندازہ ذیل کے اعداد و شمار سے لگایا جا سکتا ہے۔

پارٹی کا اثر و رسوخ

۱۹۱۵ء میں جب بلغاریہ نے سرکاری طور پر جنگ میں شرکت کا اعلان کیا تو اُس وقت پارٹی کے اراکین کی تعداد صرف تین ہزار اکتیس (۳۰۳۱) تھی۔ لیکن ۱۹۱۹ء میں پارٹی کانگریس کے موقع پر پارٹی کے اراکین کی تعداد ۲۵ ہزار تک پہنچ چکی تھی اور ۱۹۲۲ء میں یہی تعداد ۳۸ ہزار سے تجاوز کر گئی تھی۔ اراکین کی کل تعداد ۳۸۰۳۶ تھی۔ یہ تو تھی پارٹی کے اراکین کی تعداد لیکن ہمدرد اور پیروکاروں کی تعداد کہیں زیادہ تھی جو لاکھوں تک پہنچتی تھی اور یہ لوگ مختلف ٹریڈ یونینوں، نوجوان کمیونسٹوں کی تنظیم اور طلبا کی انجمنوں میں منظم تھے۔ اس کے علاوہ کسانوں میں بھی پارٹی کے ہمدرد موجود تھے۔

پارٹی کے اثر و رسوخ میں اضافے کا اندازہ اس دور کے انتخابات کے اعداد و شمار سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد جب بلغاریہ میں قومی اسمبلی کے انتخابات کا انعقاد عمل میں آیا تو پارٹی کو ان انتخابات میں ایک لاکھ ۲۰ ہزار ووٹ حاصل ہوئے اور ۲۲۰ نشستوں کے ایوان میں ۴۷ نشستیں پارٹی نے حاصل کیں اور آخری انتخاب یعنی ۱۹۲۳ء میں جو عمل میں آیا اس میں پارٹی کو ۲ لاکھ ۳ ہزار ووٹ حاصل ہوئے۔ اسی طرح اس پورے عرصے میں پارٹی کو میونسپل کمیٹیوں کے انتخابات میں بھی زبردست کامیابیاں حاصل ہوئیں اور کئی ایک میونسپل کمیٹیوں میں پارٹی کو اکثریت حاصل ہو گئی۔

اس عرصے میں جیسے جیسے انقلابی عناصر اور ان کی پارٹی کے اثر و رسوخ میں اضافہ ہو رہا تھا اور محنت کش طبقہ زیادہ سے زیادہ پارٹی کے پرچم تلے منظم ہو کر انقلابی عمل کو تیز کر رہا تھا ویسے ہی بلغاریہ کے بڑے زمیندار اور سرمایہ دار بوکھلا رہے تھے اور وہ حکومت پر دباؤ ڈال رہے تھے کہ وہ اس "بولشویک حملے" کے خلاف سخت اقدام کرے۔ چنانچہ ۱۹۲۱ء میں تمام سرمایہ دار جماعتوں نے متحدہ محاذ قائم کرنے کا فیصلہ کیا اور اس محاذ کا نام "آہنی بلاک" رکھا گیا۔ ۱۹۲۲ء میں بلغاریہ کی فسطائی جماعت "نیشنل یونین" کا قیام عمل میں آیا۔ اس میں بڑے بڑے سرمایہ دار اور زمینداروں کے علاوہ فوجی جرنیلوں نے بھی شرکت کا اعلان کر دیا۔ اس نیشنل یونین جس کو بلغاریہ کی زبان میں NARODEN SAGOVOR کہتے تھے، کو دیکھتے دیکھتے ایک طرف شاہی دربار کی اشیر باد حاصل ہو گئی تو دوسری طرف جرمن نواز پارٹیوں اور عناصر نے بھی اس نئی جماعت کو خوش آمدید کہا۔

یہ بڑا کرب ناک دور تھا کہ ایک طرف یورپ کے ملکوں میں مزدور کسان روٹی روزگار کے حصول اور سماجی تبدیلی کے لئے گلی کوچوں میں انقلاب زندہ باد کے نعرے لگاتے ہوئے نکل رہے تھے تو دوسری طرف فاشزم کے پرچم تلے مختلف ملکوں کے بدترین رجعت پسند اور فوجی ٹولے بدست منظم ہو رہے تھے۔ ہمیں فاشزم کے نام سے کسی مغالطے میں نہیں پڑنا چاہئے کہ

فاشزم کوئی الگ نظام ہے۔ یہ سرمایہ داری نظام کی مکروہ صورت ہے۔ جب سرمایہ داری نظام کے تضاد آشکارا ہونے لگتے ہیں۔ جب مزدور طبقہ شعور حاصل کر کے اس نظام کے خلاف سینہ سپر ہونے لگتا ہے۔ پھر اس زمانے میں، اس دور میں سرمایہ دار حاکم برائے نام جمہوریت کی نقاب بھی اتار پھینکتے ہیں اور دیکھتے دیکھتے وہ بدترین آمریت کو مسلط کر دیتے ہیں۔ سیاسی جماعتوں پر پابندیاں عائد کر دی جاتی ہیں۔ اخبارات پر سنسر بٹھا دیا جاتا ہے۔ نشر و اشاعت کے تمام ذرائع ان سرمایہ داروں کی آمریت کو نیک اور شریف کے طور پر پیش کرنے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ مزدوروں کی تنظیموں کو یا تو توڑ دیا جاتا ہے یا غنڈوں کے ذریعے ان میں خوف و ہراس کی فضا پیدا کر دی جاتی ہے۔ انقلابی لٹریچر نذر آتش کر دیا جاتا ہے۔ کمیونسٹوں کی پکڑ دھکڑ شروع ہو جاتی ہے اور پارٹیوں کو خلاف قانون قرار دے دیا جاتا ہے۔ چنانچہ بالکل یہی فضا ۱۹۲۳ء میں بلغاریہ میں دیکھنے میں آ رہی تھی۔ کیونکہ اس سے پہلے اٹلی میں مسولینی نے فاشزم کے لئے راہ ہموار کر کے پورے یورپ کے سرمایہ داروں اور بادشاہت کے حامیوں کی راہنمائی کر دی تھی۔

ہر ملک کی تاریخ میں کچھ دن، کچھ مہینے اور کچھ سال خاص اہمیت کے حامل ہوتے ہیں چنانچہ ۱۹۲۳ء کا سال بلغاریہ کی تاریخ میں ایک سیاہ باب کا عنوان ہے۔ یہی وہ سال ہے جب فسطائیوں نے بلغاریہ میں اپنی عوام دشمن کارروائیاں شروع کی تھیں اور دیکھتے دیکھتے رجعت پسند، متعصب وطن پرست، جنگ باز اور منافع خور، سرمایہ دار اور جاگیردار عناصر بلغاریہ کے بادشاہ کے گرد گھیرا ڈالنے میں کامیاب ہو گئے اور بادشاہ بھی انقلاب کی ہواؤں سے لرزہ براندام تھا اور وہ بھی محسوس کر رہا تھا کہ انقلابی بلغاریہ کو ایک سوشلسٹ جمہوریہ میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ان تمام عناصر نے بلغاریہ کے عوام کے خلاف گٹھ جوڑ کر لیا۔ یہی وہ عناصر تھے جنہوں نے بلغاریہ کو پہلی سامراجی جنگ میں ملوث کیا تھا اور اب جب اس جنگ کے بوجھ تلے کچلے ہوئے عوام احتجاج کر رہے تھے، یہی عوام جو معاشی بدحالی اور بے روزگاری کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو چکے تھے۔ یہ

بھوکے اور مفلوک الحال تھے۔ ان کی بھاری اکثریت کمیونسٹ پارٹی اور زرعی یونین کے ساتھ تھی۔ اس وقت کمیونسٹ پارٹی اور زرعی یونین ہی دو جماعتیں تھیں جنہیں عوام کی تائید و حمایت حاصل تھی۔ عوام ان کے ساتھ تھے اور یہ عوام کی فلاح و بہبود، بہتری اور بھلائی کے لئے کوشش کر رہی تھیں۔

فسطائیوں کے حربے

انقلاب دشمن حکمران ٹولے کی سب سے بڑی کوشش یہ تھی کہ عوام کو متحد نہ ہونے دیا جائے اور کمیونسٹ پارٹی اور زرعی یونین کے اثرات کو پھیلنے سے روکا جائے۔ اس وقت زرعی یونین کی حکومت تھی۔ الگزنڈر سٹمبولسکی (ALEXANDER STAMBLUSKI) اس کا سربراہ تھا۔ وہ فاشسٹوں کے خلاف تھا اور فاشسٹ اس کی حکومت کے دشمن تھے اور سازشوں کے ذریعہ عوامی لیڈروں کے قتل کی تیاریاں کر رہے تھے کیونکہ فاشسٹ سمجھتے تھے کہ اس حکومت کا تختہ الٹنے کے بغیر وہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔

چنانچہ ۹۔ جون ۱۹۲۳ء کو فوجی افسروں اور فسطائیت کے حامیوں نے مل کر زرعی یونین کی حکومت کا تختہ الٹ دیا اور الیگزنڈر کو نہایت بیدردی سے قتل کر دیا۔ اس حادثہ کے بعد بلغاریہ پر آئندہ بیس سال تک کے لئے فسطائی آمریت کا راج مسلط ہو گیا۔

دیہاتوں میں عوام نے اپنے بچاؤ کے لئے فسطائی حکومت کی مخالفت شروع کر دی۔ محنت کش لوگ کمیونسٹ پارٹی کی طرف سے کسی پروگرام کے اعلان کی انتظار میں تھے۔ بعض مقامات پر مزدوروں نے کاشتکاروں سے مل کر فسطائی حکومت کے خلاف بغاوت بھی کی۔ لیکن پارٹی نے کاشتکاروں کی مدد کے پروگرام کا کوئی اعلان نہ کیا۔ دراصل بلغاریہ کی کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کا خیال تھا کہ یہ اختلافات اور تضادات، یہ قتل و غارت اور خانہ جنگی شہری اور دیہاتی سرمایہ داروں میں ہے۔ غریب عوام محنت کش مزدوروں اور کاشتکاروں کا اس ہنگامہ آرائی سے کوئی تعلق نہیں۔ اس خیال کے پیش نظر کمیونسٹ پارٹی غیر جانبدار رہی۔ دراصل بلغاریہ کی کمیونسٹ پارٹی نے فسطائیت کی اصل ماہیت کو سمجھنے اور

بروقت اس کی مزاحمت کرنے میں زبردست ٹھوکر کھائی۔ چنانچہ جب زرعی یونین پر حملہ ہوا تو کمیونسٹ پارٹی خاموش رہی۔ وہ یہ بھول گئی کہ اس کے بعد اس کی باری ہے۔ چنانچہ وہی ہوا۔ فسطائی ٹولے نے پہلے زرعی یونین پر حملہ کیا اور اس طرف سے کامیابی حاصل ہو جانے کے بعد کمیونسٹ پارٹی پر کاری ضرب لگائی۔ اب ملک پر ایک قسم کی خونخوار آمریت کا تسلط تھا۔ ہزاروں کاشتکار، محنت کش مزدور، عوامی راہنما اور دانشور قتل کر دیئے گئے۔ غرض ۱۹۲۳ء کے جون اور جولائی کے دو ماہ نہایت پر آشوب حالت میں گزرے۔ فسطائی حکمرانوں کے مظالم کے باعث عوام میں ان کے خلاف نفرت پھیل گئی۔ کمیونسٹ پارٹی نے بھرپور جدوجہد اور فسطائیت کے خلاف بغاوت کی تیاری شروع کر دی۔ پارٹی نے زرعی یونین کی جدوجہد سے لاتعلق رہ کر جو غلطی کی تھی اس کا ازالہ بھی اس میں تھا کہ عوام کو از سرِ نو منظم اور متحد کیا جائے۔ چنانچہ بلغاریہ کی کمیونسٹ پارٹی نے محنت کشوں کے متحدہ محاذ کے قیام کا اعلان کر دیا اور عوام کو اس محاذ میں شرکت کی دعوت دی۔

خفیہ سرگرمیاں اور انقلاب

فسطائی حکمرانوں نے کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے ممبروں کے خلاف عدالتی کارروائیوں کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔ ڈیمیتروف روپوش تھا اور پولیس اس کی تلاش میں سرگرداں تھی۔ روپوش رہتے ہوئے بھی ڈیمیتروف نے مختلف آرٹیکل لکھ کر شائع کرائے اور ان کے ذریعے فسطائیوں کے خلاف متحدہ محاذ بنانے میں عوام کی راہنمائی کی۔ اس نے لکھا کہ:۔

"محنت کش عوام اور دانشور کسی سیاسی پارٹی کو اپنے اعتماد کے قابل نہیں سمجھتے ان میں سے اکثر کمیونسٹ پارٹی کے ساتھ ہیں اور بہت سے زرعی یونین کے ساتھ اور کچھ ایسے ہیں جو سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے طرف دار ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ محنت کش عوام کی مختلف پارٹیوں کے مقاصد اور مطالبات میں کسی قسم کے اختلافات نہیں اور نہ ہی ہونے چاہئیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ یہ سب

ایک متحدہ محاذ بنا کر کام کریں۔ اس اتحاد کا یہ مطلب نہیں ہوگا کہ پارٹی اپنے بنیادی اصولوں سے ہٹ گئی ہے یا یہ کہ اُس نے اپنی انفرادیت ختم کر دی ہے بلکہ یہ اتحاد صرف عمومی مقاصد کے حصول کا ذریعہ اور محنت کش عوام کے لئے سرمایہ داروں کے خلاف ایک پلیٹ فارم مہیا کرنے کے لئے ہوگا۔"

اس قسم کے اتحاد کی اپیل اس خط میں بھی کی گئی تھی جو کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی تنظیم کی طرف سے سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے نام لکھا گیا تھا۔ دراصل اس خط کا مسودہ بھی ڈیمیتروف ہی کی کوششوں سے تیار ہوا تھا۔ خط میں کہا گیا تھا:۔

"کمیونسٹ پارٹی کا تیسری انٹرنیشنل سے الحاق اور سوشلسٹ پارٹی کا دوسری انٹرنیشنل سے الحاق کا یہ مقصد نہیں کہ محنت کشوں کو متحد ہو کر جدوجہد کرنے سے روکا جائے۔ پارٹیوں کا باہمی اختلاف مشترکہ جدوجہد کے دوران خود بخود رفع ہو جائے گا۔ ہم سب عوام کی اکثریت پر یقین رکھتے ہیں۔ کیا آپ سرمایہ داروں کی پارٹیوں سے قطع تعلق کرنے اور محنت کشوں اور کاشتکاروں کی پارٹی۔ کمیونسٹ پارٹی ـــــ سے اتحاد کے لئے تیار ہیں؟ کیا آپ ہمارے ساتھ مل کر سرمایہ داروں کے خلاف لڑنے کے لئے تیار ہیں؟ جب کہ سرمایہ داروں نے محنت کش طبقہ کے مفاد کے لئے خطرات پیدا کر دیئے ہیں۔ کیا آپ ہمارے ساتھ مل کر سرمایہ داروں رجعت پسندوں اور فسطائیوں کے خلاف لڑنے کے لئے تیار ہیں؟ جنہوں نے محنت کشوں کے سیاسی حقوق، آزادی اور زندگی تک کو خطرے میں ڈال دیا ہے اور کیا آپ لوگ ہمارے ساتھ مل کر محنت کش عوام کی حاکمیت کے قیام کے لئے جدوجہد کرنے کے لئے تیار ہیں؟ جو بلغاریائی عوام کے حقوق اور مفادات کی محافظ ہوگی۔ غرض ہمارا متحدہ محاذ وسیع ہوگا اور اس میں محنت کش عوام کی تمام تنظیمیں شامل ہوں گی۔"

سوشل ڈیموکریٹک لیڈروں نے اتحاد کی اس پرُخلوص اپیل کو رد کر دیا اور اس طرح انہوں نے ملک میں رجعت پسندی اور فسطائیوں کی کامیابی کے لئے راہیں ہموار کر دیں۔

۱۵۔ اگست ۱۹۲۳ء کو بلغاریہ کی کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی تنظیم نے فسطائیت کے خلاف مسلح بغاوت کی تجویز پیش کی جس میں کہا گیا تھا:

"۹۔جون کا انقلاب حکومت کی پرانی کیفیت کا آئینہ دار ہے اور اس بحران سے نکلنے کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے عوام کی مسلح بغاوت۔ یہ بغاوت مزدوروں اور کاشتکاروں کی متحدہ حکومت اور اقتدار کے لئے ہونی چاہیے۔

یہ بغاوت حکومت کی بدعنوانیوں اور لوٹ کھسوٹ پر مبنی پالیسیوں کا واحد اور ضروری جواب ہوگی۔ اور اگر حالات سازگار ہوئے تو یہ جواب کمیونسٹ پارٹی دے گی۔ یہی وجہ ہے کہ کمیونسٹ پارٹی آئینی حدود میں رہتے ہوئے مسلح بغاوت کے لئے تیاری کر رہی ہے۔"

بلغاریہ کی کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی نے ستمبر ۱۹۲۳ء کو فسطائی حکومت کا تختہ اُلٹنے کے لئے بغاوت کا اعلان کر دیا۔ ۲۰۔ ستمبر ۱۹۲۳ء کو مرکزی کمیٹی کے اجلاس میں فیصلہ ہوا کہ ۲۰۔ ستمبر کی تاریخ مسلح بغاوت کے لئے مقرر کی جاتی ہے ـــــ اور ـــــ

"اس بغاوت کا مقصد موجودہ حکومت کا تختہ الٹنا ہے۔ یہ حکومت ۹۔ جون کو فوجی فسطائیت کے ذریعہ قائم ہوئی تھی۔ ہم اس فوجی حکومت کی جگہ محنت کشوں کی عوامی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔

کمیونسٹ پارٹی زرعی یونین کے اتحاد اور تعاون سے کام کرنا چاہتی ہے۔

ہمیں کمیونسٹ پارٹی اور زرعی یونین کے نمائندوں پر مشتمل ایک انقلابی فوجی حکومت قائم کرنی ہے جو مسلح بغاوت میں عوام کی راہنمائی کرے گا۔"

اس فیصلے کے مطابق ۲۳۔ دسمبر ۱۹۲۳ء کو بلغاریہ کے محنت کشوں، مزدوروں اور کسانوں نے

فسطائی حکومت کے خلاف بغاوت کر دی۔ بغاوت کی قیادت کمیونسٹ پارٹی کر رہی تھی اور اس کا مقصد محنت کش طبقہ کی حکومت قائم کرنا تھا۔ یہ تاریخی نوعیت کی بغاوت تھی جو بلغاریہ میں فسطائیت کے اقتدار کے خلاف عوام نے برپا کی تھی۔

ڈیمیتروف نے واسل کولاروف (VASSIL KOLAROFF) کے ساتھ مل کر بغاوت میں سرگرم حصہ لیا۔ اس وقت یہ بلغاریہ کی کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کی نمائندگی کر رہا تھا۔ مرکزی کمیٹی نے فیصلہ کیا تھا کہ ڈیمیتروف کو بغاوت کی قیادت کے لیے خفیہ طور پر صوفیا سے چلے جانا چاہیئے حکومت نے ڈیمیتروف اور کولاروف کے لیئے بغاوت میں شرکت ناممکن بنا دی تھی۔ لیکن پولیس کی ہزار کوشش کے باوجود ان دونوں نے بغاوت میں حصہ لیا۔ پولیس نہ انہیں صوفیا میں گرفتار کر سکی اور نہ ہی بغاوت کے مختلف مراکز کی طرف آتے جاتے راستے میں ان پر قابو پا سکی۔ راستے میں ان دونوں لیڈروں کو تعاقب کرنے والوں سے بچنے کے لیئے روپوش ہونا پڑا۔ ایک موقع پر انہوں نے کار چھوڑ کر پیدل چلنا شروع کیا۔ ایک دوسرے موقع پر گھوڑوں پر لدا ہوا سامان تعاقب کرنے والوں کو دھوکا دینے کے لیئے پھینک دیا اور خود پہاڑوں میں روپوش ہو گئے۔ پولیس نے ایک مکان پر چھاپا مارا۔ اس وقت ڈیمیتروف اور کولاروف دونوں اس مکان میں چھپے ہوئے تھے۔ انہوں نے چھاپے کے دوران اپنے ہوش وحواس برقرار رکھے اور پولیس کی گرفت سے بچ گئے۔ اس طرح دونوں پُرخطر اور نامساعد حالات سے دوچار ہوتے ہوئے بھی بغاوت کے مختلف مرکزوں تک پہنچ کر باغیوں کی راہنمائی کرتے رہے۔

بغاوت کے مرکز ضلع فرڈانینڈ (FERDUNAND) میں ڈیمیتروف اور کولاروف نے لڑائی کی قیادت کی۔ پورا ہفتہ لڑتے رہے۔ کئی ایک معرکوں میں کامیاب بھی ہوئے۔ سرکاری فوجوں کی مختلف ٹیالینوں سے ان کا مقابلہ ہوا۔

انہوں نے لڑنے والے مجاہدوں کی قیادت کی اور سرکاری فوجوں کو کبھی ایک مرکز پر جمع ہو کر باغیوں کے خلاف کارروائی کرنے سے روکے رکھا۔ سرکاری فوجوں کے پیغام رسانی کے سلسلے میں مداخلت کر کے اسے ناکارہ بنا دیا۔ لڑنے والے باغیوں کی امداد کے لیئے محاذ کے قریب

کے دیہاتیوں کو آمادہ کیا۔ گولا بارود کا بندوبست کیا۔ لڑائی کے مرکزوں تک انقلابی کمیٹی کی ہدایات اور خبریں پہنچانے کا اہتمام کیا اور ان پر عمل کی نگرانی کی۔ محاذ سے پیچھے کے علاقوں میں نظم و ضبط سے متعلق احکامات جاری کیے۔ لڑنے والوں کے لئے خوراک اور دوسری ضروریات کا بندوبست کیا۔

انقلاب میں ناکامی

دس روز تک ڈیمیتروف رات دن کام کرتا رہا۔ اسے آرام کے لئے ایک لمحہ بھی میسر نہ آیا کبھی مورچوں پر جاتا اور کبھی ہیڈ کوارٹر میں ہوتا۔ غرض پورا مہینہ یادگار قسم کی جدوجہد میں مصروف رہا۔

بغاوت میں ناکامی کے بعد ڈیمیتروف ہزاروں کی تعداد میں انقلابیوں کو ساتھ لے کر یوگوسلاویہ کے علاقہ میں چلا گیا۔ یوگوسلاویہ کی حکومت نے ان لوگوں کے ساتھ پہلے سیاسی قیدیوں کا اور بعد میں سیاسی پناہ گزینوں کا سلوک کیا۔

یوگوسلاویہ کے ایک سرحدی گاؤں میں ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا۔ اس گاؤں میں ایک کلرک سے ملاقات ہوئی۔ اس نے باتوں باتوں میں بتایا کہ

"میں جنگ کے دوران بلغاریہ میں جنگی قیدی رہا ہوں۔ جب میں اور میرے ساتھی بلغاریہ کی جیل میں تھے تو پارلیمنٹ کا ایک ممبر جس کا نام ڈیمیتروف تھا۔ ہماری خبر گیری کے لئے ہمارے پاس آیا اور جیل کے عملے کو ہمارے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی تھی۔"

اس کلرک سے پوچھا گیا کہ "کیا تم ڈیمیتروف کو پہچان سکتے ہو؟"

اُس نے کہا: "ہاں ضرور پہچان سکتا ہوں۔"

اس پر ڈیمیتروف کی طرف جو پاس ہی کھڑا تھا اشارہ کیا گیا تو کلرک نے قدرے تامل کے بعد اسے پہچان لیا۔ حالانکہ اس ملاقات کے وقت ڈیمیتروف کی داڑھی مونڈی ہوئی تھی اور ۱۹۲۳ء کی بغاوت سے یہ باقاعدہ داڑھی رکھا کرتا تھا۔

ڈیمیتروف اور کولاروف نے یوگوسلاویہ کی سرحد عبور کرنے کے فوراً بعد بلغاریہ کی کمیونسٹ

پارٹی کے ممبروں، مزدوروں اور کسانوں کے نام ایک کھلا خط لکھا جو غیر قانونی طور پر بلغاریہ پہنچایا گیا۔ اس خط میں آئندہ کے پروگرام کے بارے میں وضاحت کی گئی تھی۔ مزید برآں محنت کش طبقہ کو ہدایت کی گئی تھی کہ یہ لوگ مایوسی اور بد دلی کا شکار نہ ہوں اور پارٹی سے کہا گیا تھا کہ محنت کش عوام کو متحد کرنے کی کوشش کی جائے۔

اس تاریخی نوعیت کے خط میں لکھا تھا:۔

"حوصلہ نہ ہاریں۔ دشمن بلغاریہ کے محنت کش عوام کی رُوح اور جوشِ عمل کو شکست نہیں دے سکتا۔ یہ عارضی شکست ہمیں فتح کی راہ دکھاتی ہے اور بلغاریہ میں ایک نہ ایک دن محنت کشوں کی اپنی حکومت مزدور قائم ہوگی۔

وہ تمام پارٹیاں جو آج قانون قانون پکار رہی ہیں یعنی سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کی پارٹیاں جنہوں نے ۹۔ جون کو حکومت پر قبضہ کیا تھا موجودہ شورش کی ذمہ دار ہیں۔ حالات خواہ کیسے ہی کیوں نہ ہوں آخر فتح ہماری ہوگی۔ یعنی مزدوروں، کاشتکاروں اور غریب عوام کی فتح۔"

یہ خط جو ڈیمیتروف اور کولاروف دونوں نے مل کر لکھا تھا، تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس سے بین الاقوامی سیاسی حالات کے ساتھ ساتھ بلغاریہ کی معاشی اور معاشرتی حالت پر بھی روشنی پڑتی ہے اور ملک کے وہ حالات سامنے آجاتے ہیں جو بغاوت کا اصل باعث تھے نیز اس خط سے بلغاریہ کی خارجہ حکمت عملی کی خامیاں بھی نمایاں ہو جاتی ہیں۔

بلغاریہ میں فسطائی اقتدار کے خلاف عوامی بغاوت کے اصل محرکات اور اسباب و علل کے جاننے کے لئے محولہ بالا خط کا مندرجہ ذیل حصہ پڑھنا ضروری ہے۔

"حکومت نے زرعی یونین کی طرف سے ممکنہ خطرات کا سدباب کر چکنے کے بعد دوسری عوامی جماعتوں کی طرف توجہ کی اور خاص طور پر بلغاریہ کی کمیونسٹ پارٹی کا جائزہ لیا۔ یہ پارٹی فسطائی حکومت کے لئے زبردست خطرہ تھی۔ اس لئے کہ یہی ایک

پارٹی تھی جو محنت کشوں کو متحد کرنے اور زرعی یونین کے منتشر گروہوں کو ایک مرکز پر لانے کی کوشش کر رہی تھی۔ گویا کمیونسٹ پارٹی بلغاریہ کے محنت کش عوام کی سب سے بڑی جماعت بنتی چلی جا رہی تھی۔ سارے ملک کے مزدور اور کاشتکار متحد ہو رہے تھے اور منظم ہو رہے تھے۔ ان حالات میں عوام دشمن سرمایہ داروں کو فسطائی حکومت نے اس عوامی جماعت یعنی کمیونسٹ پارٹی کو کچل ڈالنے کا پروگرام بنایا اور فیصلہ کیا کہ جس طرح زرعی یونین کو ختم کر دیا گیا ہے اسی طرح کمیونسٹ پارٹی کو بھی مٹا دیا جائے۔ اس پروگرام کے مطابق ۱۲ ستمبر کو پورے ملک میں کمیونسٹوں کی گرفتاریوں کا سلسلہ شروع کیا گیا اور پوری پوری کوشش کی گئی کہ کمیونسٹوں کو مشتعل کیا جائے تاکہ ان کی جوابی کارروائی کو بہانہ بنا کر ان کے خلاف فوجی کارروائی کے لئے وجہ جواز پیدا کی جائے۔ آخر کمیونسٹ پارٹی کے صبر و تحمل کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور ۲۳ ستمبر کو ملک میں محنت کش عوام کے جوش و خروش اور جذبات کا بند ٹوٹ گیا۔"

رجعت پسندوں نے ملک پر آمریت مسلط کر رکھی تھی۔ جبر و تشدد کے ہتھیاروں سے کام لے کر عوام کو دبانے کی پوری پوری کوشش کی جا رہی تھی۔ ان حالات میں عوامی بغاوت لازمی تھی جس کے مقاصد ڈیمیتروف اور کولاروف کے مشترکہ خط میں اس طرح بیان کئے گئے تھے۔

"بغاوت کا مقصد ملک میں ایک قسم کی آمریت کا قیام نہیں اور نہ ہی اس کا مقصد ملک میں سوویت نظام رائج کرنا تھا۔ بلکہ بغاوت اور جد و جہد کا مقصد ملک کو فسطائی آمریت سے بچانا اور عوام کو ظلم و تشدد سے نجات دلانا تھا۔ بغاوت کا مقصد ملک میں عوامی حکومت کا قیام تھا۔ حکومت کا یہ دعویٰ سراسر غلط اور بے بنیاد ہے کہ باغیوں نے اپنے زیر تسلط علاقوں میں سوویت نظام رائج کر دیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ جن علاقوں پر باغیوں نے قبضہ کیا تھا ان میں مزدوروں اور کاشتکاروں کی مشترکہ حکومت

قائم کی تھی"۔

یہ خط ویانہ (۱۸۔۱۸۔۱۸۔۱۸) سے شائع ہونے والے کمیونسٹ پارٹی کے ترجمان اخبار جس کی ادارت ڈیمیتروف کر رہا تھا میں چھپا تھا۔ دونوں پارٹی کے مقاصد کو آگے بڑھانے میں خاصے ممد اور موثر ثابت ہوئے۔ اس خط اور اخبار دونوں نے دائیں بازو کے حامیوں کے خلاف پارٹی کی جد و جہد، محنت کشوں کے اتحاد اور فسطائی آمریت کی تردید میں عوام کی راہنمائی کی۔
دس سال بعد ریشتاغ فائر کیس کی کارروائی کے دوران ڈیمیتروف نے ۱۹۲۳ء کی بغاوت کے بارے میں کہا تھا:۔

"مجھے اس تاریخی نوعیت کی مجاہدانہ بغاوت پر فخر ہے۔ مجھے اعتراف ہے کہ اس وقت میں اور میری پارٹی بالشویک نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت عوامی بغاوت کامیاب نہ ہو سکی۔ ہماری تنظیم، پالیسی اور طریق کار بالشویک اصولوں کی ناقص پیروی تھی۔ ہمارے پاس انقلابی تجربہ کی کمی تھی۔ ہم نے ۹ جون کے موقع پر غیر جانبدار رہ کر غلطی کی تھی اور اس طرح فسطائیت کے حامیوں کو اقتدار اور قوت حاصل کرنے کا موقع مل گیا۔

پارٹی نے اس خون خرابے سے سبق حاصل کیا اور بلغاریہ کے محنت کش عوام کی آزادی کے لئے بہتر طور پر جد وجہد کے لئے تیاری ہو گئی۔ اب عوام کمیونسٹ پارٹی کی قیادت میں فتح اور کامیابی کی راہ پر آگے بڑھ رہے ہیں۔ کمیونزم کو شکست دینے کے لئے فسطائیوں نے تیس ہزار سے زیادہ محنت کشوں، مزدوروں، کاشتکاروں اور دانش وروں کا قتل عام کیا ہے۔ خود میرا بھائی فسطائیوں کی قید میں ہلاک ہوا لیکن یہ مظالم کمیونزم کو آگے بڑھنے سے روک نہ سکے۔ اور آج ۱۹۲۳ء کے مقابلے میں بلغاریائی عوام زیادہ جوش و خروش کے ساتھ کمیونزم کی حمایت کر رہے ہیں۔ یہ حالات رجعت پسندوں اور عوام دشمن سازشوں کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہیں"۔

ڈیمیتروف نے ۲۲ ستمبر ۱۹۴۵ء کو بلغاریہ میں کامیاب بغاوت کے بعد اپنے ایک خط میں لکھا تھا:۔

"۱۔ستمبر ۱۹۲۳ء کی بغاوت کی ناکامی کی اصل وجہ یہ تھی کہ اس وقت تک مزدوروں اور کاشتکاروں میں مضبوط اتحاد کے لئے کوئی ٹھوس اور واضح قسم کی قدرِ مشترک تلاش نہیں کی گئی تھی اور فسطائی سرکار کے خلاف کی جانے والی جدوجہد میں کمیونسٹ پارٹی اور زرعی یونین نے ایک دوسرے کا تعاون حاصل نہیں کیا تھا۔

۲۔ناکامی کی دوسری وجہ یہ تھی کہ باغیوں نے فوجیوں کو پوری طرح اپنے ساتھ نہیں ملایا تھا۔اس کے برعکس فسطائی سرکار نے فوجوں کو باغیوں کے خلاف استعمال کیا تھا۔

۳۔بغاوت میں ناکامی کی تیسری وجہ ملک کے عوام اور دانشوروں کے باہمی اختلافات میں تلاش کی جاسکتی ہے۔"

ستمبر ۱۹۲۳ء کی ناکام بغاوت نے عوام کو فسطائیت کا شدید مخالف بنادیا تھا۔حکمران ٹولے نے ہزار جتن کئے کہ کسی نہ کسی طرح باغی عناصر کو بے اثر کردے لیکن اسے کامیابی حاصل نہ ہوئی۔عوام کی بھاری اکثریت نے حکومت کی اطاعت سے انکار کردیا۔سول نافرمانی کا جذبہ شدید سے شدید تر ہوتا چلا گیا۔بغاوت میں ناکامی نے انہیں مستعد کردیا تھا۔عوام نے اپنے حالات کا محاسبہ کیا اور خامیوں کی اصلاح کی جس کے نتیجے میں ۹ ستمبر ۱۹۴۴ء کی بغاوت کامیاب ہوئی
ڈیمیتروف نے ۱۹۲۳ء کی ناکام بغاوت میں پیدا ہونے والے حالات کو ۱۹۴۴ء کی بغاوت کی کامیابی کے اسباب کے طور پر بیان کیا ہے۔

ڈیمیتروف

ایک جلاوطن رہنما کی حیثیت میں

باب — ۹

بلغاریہ میں ۱۹۲۳ء میں جب فسطائیت کا ہولناک دور شروع ہوا تو یہ کرب اور آشوب کا وہ دور تھا جس سے یورپ کے اکثر ممالک دوچار تھے۔ تلخیوں کا یہ دور جب بلغاریہ میں فسطائیت کامیاب و کامران ہوئی اور انقلابی طاقتوں کو ہزیمت اٹھانی پڑی تو یہ وہی زمانہ تھا جب یورپ کے اکثر ممالک اسی قسم کی صورتِ حال سے دوچار تھے۔ جرمنی ہو یا ہنگری، آسٹریا ہو یا فن لینڈ ان سبھی ملکوں میں انقلابی طاقتوں کو ہزیمت اٹھانا پڑی اور سرمایہ داری نظام کے حامیوں نے اپنی ظاہری جمہوریت کی نقاب اتار پھینکی اور کھلم کھلا آمریت، جبر اور تشدد کا دور دورہ شروع کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکل رہا تھا کہ مختلف ملکوں کے کمیونسٹ قائدین اپنے ملکوں کو خیرباد کہہ رہے تھے یا پھر روپوشی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو رہے تھے۔ چنانچہ ڈیمیتروف کو بھی بلغاریہ کو خیرباد کہنا پڑا اور اس کی زندگی کی آئندہ دہائی جلاوطنی اور خفیہ سرگرمیوں کے لئے ماسکو، وی آنا اور برلن کو اپنا مرکز بنایا۔ سب سے پہلے تو ڈیمیتروف اور بلغاریہ کے دوسرے قائدین کے سامنے اہم مسئلہ یورپی عوام کو بلغاریہ کی اصل صورت حال سے آگاہ کرنا اور ان فسطائی طاقتوں کے خلاف متحد و منظم کرنا تھا۔

۱۹۲۳ء میں وی آنا پہنچ کر اُس نے فسطائیت کے خلاف عوام میں جوش و خروش اور نفرت کے جذبات ابھارنے کے لئے متعدد مضامین لکھے۔ محنت کش طبقہ کو فسطائیت کی حقیقت سے باخبر کیا۔ اُس نے عوام کو بتایا کہ فسطائیت کوئی ایسی چیز نہیں جو دوسرے عوامل سے الگ اتفاقی طور

پر جو تجزیہ یورپ میں ظاہر ہوئی ہے بلکہ یہ کھلم کھلا ایک آمریت ہے اور سازش ہے جو محنت کش طبقہ کے خلاف تیار کی گئی ہے۔ غرض اُس نے فسطائیت کے اصل خدوخال عوام کے سامنے بے نقاب کئے۔ اور ستمبر کی ناکام بغاوت کے فوراً بعد ڈیمیتروف اور کولاروف نے بلغاریہ میں فسطائی مظالم کے خلاف بین الاقوامی رائے عامہ کو منظم اور متحرک کرنے کی مہم کا آغاز کیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ انہوں نے بلغاریہ کے کمیونسٹ جو جیلوں میں ڈال دیئے گئے تھے ان کی رہائی کے لئے بھی کمیٹیاں قائم کیں۔

اُس نے محنت کش طبقہ کے ترجمان اخباروں میں مضامین لکھے اور بلغاریہ میں ہونے والے فسطائی مظالم کو دنیا کے سامنے بے نقاب کیا۔ ان مضامین میں ڈیمیتروف نے انقلاب کی خاطر جدوجہد کرنے والوں کو مل کر اور ایک دوسرے کے تعاون سے آگے بڑھنے کی دعوت دی۔ یہ مضامین کمیونسٹ پارٹی کی قیادت کا بہترین سرمایہ سمجھے جاتے ہیں۔ اس زمانے میں اُس نے یورپ کے دوسرے ممالک میں روا رکھے جانے والے مظالم کے خلاف بھی آواز اٹھائی۔ چنانچہ ڈیمیتروف نے رومانیہ میں سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے مظالم کی بھی مخالفت کی۔ یہ لوگ حکمران طبقہ سے مل کر محنت کش غریبوں کا استحصال کر رہے تھے اور انہیں ہر قسم کے حقوق سے محروم رکھے ہوئے تھے۔

متحدہ محاذ کے لئے جدوجہد

ڈیمیتروف نے ان مظالم کے خلاف بھی صدائے احتجاج بلند کی جو یونان میں سرمایہ دار طبقہ غریب محنت کش عوام پر ڈھا رہا تھا۔ یونان میں فسطائیت کے لئے راہ ہموار کی جا رہی تھی۔ ڈیمیتروف نے اس کی زبردست مخالفت کی اور ۱۹۲۴ء میں یونان کی کمیونسٹ پارٹی کو فسطائیت کے خطرے سے خبردار کیا اور عوام دوست رہنماؤں کو بتایا کہ یونان فسطائیت کے خطرات سے دوچار ہے اُس نے یونان کی کمیونسٹ پارٹی پر زور دیا کہ پارٹی عوام کو فسطائیت کے مقابلے کے لئے تیار

کرے۔

چنانچہ جب ۱۹۲۹ء میں فسطائیوں نے یوگوسلاویہ کی حکومت کا تختہ الٹ کر وہاں بھی آمریت قائم کرلی تو ڈیمیتروف نے یوگوسلاویہ میں رونما ہونے والے واقعات کے خلاف بھی آواز بلند کی اور اُس نے فسطائی مظالم کے خلاف بین الاقوامی سطح پر عوامی اتحاد کے لئے کوششیں تیز کردیں۔ اس نے اپنے تجربات کی روشنی میں بین الاقوامی ٹریڈ یونین کی چوتھی کانگرس منعقدہ ۱۹۲۸ء میں پیش کی گئی ایک رپورٹ میں کہا تھا:۔

"ہمیں اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ فسطائیت کوئی علاقائی مسئلہ نہیں اور نہ ہی یہ عارضی چیز ہے۔ یہ سرمایہ دار طبقہ کی ہمہ گیر آمریت کا نظریہ ہے اور موجودہ استعمار کے زمانے میں سرمایہ داروں کے غلبے کا نظام ہے۔

محنت کش عوام کے لئے فسطائیت ایک خطرہ ہے اور یہ خطرہ بڑھتا اور پھیلتا چلا جارہا ہے۔

ٹریڈ یونین پر قابو پانا اور طبقاتی ٹریڈ یونین کی قوت کو کچل ڈالنا فسطائیت کا اولین تقاضا ہے۔ چونکہ طبقاتی ٹریڈ یونین کے بغیر محنت کشوں کا اقتدار قائم نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے فسطائیت کے لئے ضروری ہوجاتا ہے کہ مزدوروں اور کاشتکاروں کو کسی نہ کسی طور پر قابو میں رکھا جائے۔ چنانچہ ٹریڈ یونین کی تباہی اور بربادی کے بغیر فسطائیت کامیاب نہیں ہوسکتی۔"

ڈیمیتروف نے اس رپورٹ میں انقلابی ٹریڈ یونین کے لئے ان بنیادوں کی نشان دہی کی جو عوامی حمایت حاصل کرنے اور فسطائیت کے مقابلے کے لئے ضروری ہیں۔ اس نے محنت کشوں کو اصلاح پسند لیڈروں کی مکاری اور دغابازی سے ہوشیار رہنے کی تاکید کی۔ یہ لیڈر ملک میں فسطائی اقتدار قائم کرنے کی کوششوں اور سازشوں میں لگے ہوئے تھے۔

۱۹۲۹ء میں ڈیمیتروف نے کہا تھا:۔

"فسطائیت کے خلاف لڑنا جنگ کے خلاف لڑنا ہے۔

فسطائیت کے خلاف جدوجہد کا اوّلین اور واحد مقصد جنگ کے خلاف جدوجہد کرنا ہے۔ فسطائیت اور جنگ، ہر دو کے خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انقلابیوں کو متحد اور مضبوط کیا جائے۔ مزدوروں، کاشتکاروں اور مظلوم اقلیتوں کو کمیونسٹ پارٹی کے جھنڈے تلے جمع کیا جائے۔"

یہ دس سال ڈیمیٹروف نے بلغاریہ کمیونسٹ فیڈریشن کے لئے کام کرنے میں صرف کئے۔ وہ فیڈریشن کا سیکرٹری تھا اور رات دن فیڈریشن کے لئے کام کرتا تھا۔

بلقان کے کمیونسٹوں کے اتحاد کی کوشش

فسطائیت اور جنگ کے خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے ضروری تھا کہ جزیرہ نمائے بلقان کے ملکوں کی کمیونسٹ پارٹیوں کو مضبوط اور مستحکم کیا جائے۔ ان پارٹیوں کے لئے ایسے لیڈروں کی ضرورت تھی جو ارادے کے پکے، جرات و ہمت کے پیکر اور عزم و استقلال کی صلاحیتوں کے مالک ہوں۔ ڈیمیٹروف نے ان دس سالوں میں خفیہ رہ کر کمیونسٹ پارٹیوں کے لئے اور خاص کر بلغاریہ کی کمیونسٹ پارٹی کے لئے ان تھک محنت کی۔ اس نے بلقان کی کمیونسٹ پارٹیوں کو لینن کی تعلیمات سے روشناس کرایا اور انہیں مارکسسٹ اور لیننسٹ پارٹیوں میں بدل دیا۔ اس کام کے لئے اس نے اپنے تمام تجربات اور پوری صلاحیتوں سے کام لیا۔

ڈیمیٹروف بلقان میں انقلابی تحریکوں کے بارے میں پوری پوری معلومات رکھتا تھا۔ اُسے ان تحریکوں کو درپیش مسائل اور مشکلات کا علم تھا۔ اور وہ ان کے بنیادی مسائل کی نوعیت سے بھی اچھی طرح باخبر تھا۔ کمیونسٹ انٹرنیشنل کی انتظامیہ کا ممبر ہونے کی حیثیت سے بلقانی ممالک کی کمیونسٹ پارٹیوں کی سرگرمیوں میں اتحاد اور ہم آہنگی پیدا کر کے ان کی مدد کر سکتا تھا۔

بلغاریہ کی تمام ٹریڈ یونین کو بلغاریہ کی کمیونسٹ پارٹی سے متحد اور متفق کرنے کے سوال پر

کمیونسٹ انٹرنیشنل میں ایک تجویز کی تشریح کرتے ہوئے ڈیمیتروف نے کہا تھا:۔

"ہمارا اصل موقف اور مطالبہ یہ ہے کہ ٹریڈ یونین کو چاہیئے کہ صرف اور صرف طبقاتی جدوجہد کے اصول پر آپس میں متحد ہوں اور اس سلسلے میں کسی دوسری بات کا خیال نہ کریں۔ اس اتحاد کے لئے سب یونینوں کا مشترک اجلاس طلب کرنا ضروری ہے اور اس اجلاس میں فیصلہ کیا جائے گا کہ کونسی انٹرنیشنل سے اتحاد کیا جائے۔ اجلاس میں جو فیصلہ ہوگا اس کی پابندی سب کے لئے ضروری ہوگی۔ اتحاد کا یہ طریقہ آسان، سادہ، عام فہم اور جمہوری اصولوں کے عین مطابق ہے۔"

بلقان کمیونسٹ فیڈریشن کا سیکرٹری ہونے کی حیثیت سے ڈیمیتروف یوگوسلاویہ کی کمیونسٹ پارٹی کے لئے خاص طور پر مددگار ثابت ہو رہا تھا۔ اس نے مختلف ممالک کے پرانے اختلافات کو مٹانے اور بظاہر ناقابل حل مسائل کے حل کرنے میں واضح کامیابیاں حاصل کیں۔ اس نے دائیں بازو کے طرف داروں کے خلاف جدوجہد میں پارٹی کی خاص مدد کی اور لینن کی تعلیمات کی روشنی میں یوگوسلاویہ کے بہت سے الجھے ہوئے مسائل حل کر دیئے۔

ڈیمیتروف نے بلقان کی دوسری اقوام کی آزادیوں کے لئے بھی محنت کی۔ بلقان کی کمیونسٹ پارٹیوں میں قومی مسائل کے سلجھانے کے لئے اس نے لینن کی وضع کردہ قومی حکمت عملی اپنائی جس سے نہایت مفید نتائج سامنے آئے۔

سرمایہ داروں کی ریشہ دوانیاں

ڈیمیتروف اچھی طرح جانتا تھا کہ انقلاب دشمنوں، دائیں بازو کے موقع پرستوں اور عوام دشمن یعنی فسطائیت کے حامیوں کی سازشوں اور شرارتوں سے پارٹی کو کس طرح بچایا جا سکتا ہے۔

اس نے ہر خامی اور گمراہی کی ہر ممکن صورت کے بارے میں سب کچھ جان لیا تھا۔ اس نے ۱۹۲۹ء میں کوم انٹرن (COMINTERN) کے اجلاس میں بلغاریہ کے نمائندے کی حیثیت سے

جرمنی کے سوال پر تقریر کرتے ہوئے دشمن کی سازشوں اور ارادوں کو پوری طرح بے نقاب کیا تھا اور کہا تھا:۔

"ہم جانتے ہیں کہ جرمنی کی کمیونسٹ پارٹی کے لئے اصل خطرہ کیا ہے اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ پارٹی کو اس خطرے سے بچانا نہایت ضروری ہے۔ ہمیں واشگاف الفاظ میں اعلان کر دینا چاہئے کہ نہ تو ہم نے دائیں بازو کی طرف داری کی ہے اور نہ ہی دائیں بازو کے حامیوں کی طرف سے پیش آنے والے خطرات کی روک تھام اور مزاحمت کی کوششوں سے دستبردار ہوتے ہیں۔

جو کچھ اس وقت ہو رہا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ سرمایہ داروں کی طرف سے عوامی اتحاد اور کوم انٹرن کے بالشویکی کردار پر حملہ ہونے والا ہے۔ یہ لوگ جو درپردہ سرمایہ داروں کے ایجنٹ ہیں کوم انٹرن کے مقابلے میں ایک بین الاقوامی یونین کے قیام کی فکر میں ہیں۔ ان حالات میں پوری کوم انٹرن یعنی دنیا بھر کی کمیونسٹ پارٹیوں کو سرمایہ داروں کی سازشوں کے مقابلے کے لئے تیار رہنا چاہئے اور انقلابی روح کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہو جانا چاہئے اور عوامی اتحاد اور بالشویکی کردار کے بچاؤ کے لئے محنت کرنی چاہئے۔"

ستمبر ۱۹۲۶ء کو ڈیمیتروف نے برلن (جرمنی) کا دورہ کر کے وہاں کے حالات کے بارے میں لکھا تھا:۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں کوم انٹرن کو اختلافات سے بچانے کے لئے پوری پوری کوشش کرنی چاہئے۔ سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی کے اتحاد کی حفاظت اور انقلاب دشمن رجحانات کی روک تھام کے لئے ان تھک محنت کی ضرورت ہے۔

جرمنی کی کمیونسٹ پارٹی میں موجودہ اختلافات سوویت یونین کی پارٹی کے اختلافات کا نتیجہ ہیں۔ جرمنی کی پارٹی کے مخالفوں کے پاس پارٹی سے اختلاف کی

کوئی دلیل نہیں ۔ یہ لوگ صرف اور صرف سوویت یونین کی پارٹی کے مخالفوں کی دلیلیں پیش کرتے ہیں اور انہی کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں ۔ ان حالات میں جرمنی کی پارٹی کے مخالفوں یا بین الاقوامی سطح پر کمیونسٹ تحریک کے مخالفوں کی شرارتوں کا ستباب کیا جانا اور پارٹی کے اتحاد نظم وضبط اور استحکام کے لئے کوشش کرنا نہایت ضروری ہے ۔

میرا خیال ہے کہ پارٹی کی اعلانیہ مخالفت کرنے والوں کی نسبت وہ لوگ زیادہ مضر اور خطرناک ہیں جو پارٹی میں رہ کر پارٹی کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں ۔ اعلانیہ مخالفت کرنے والے پارٹی کے مخلص کارکنوں کو دھوکا نہیں دے سکتے یہی پارٹی کے مخالف کومِ انٹرن کے مختلف شعبوں میں دخیل ہیں ۔ یہ لوگ ایک قسم کی مہلک بیماری ہیں اور ہمارے لئے ضروری ہے کہ اس بیماری سے بچنے کا اہتمام کریں ۔ ایسا نہ ہو کہ یہ بیماری پوری کومِ انٹرن یعنی کمیونسٹ پارٹیوں کی بین الاقوامی تنظیم میں پھیل جائے ۔ میں اس خیال کا حامی نہیں کہ پارٹی کے مخالفوں کی پھیلائی بیماریوں کا علاج محض دواؤں سے ہو سکتا ہے ۔ دوائیں بھی ضروری ہیں لیکن اصل علاج عمل جراحی میں ہے ۔ ان کے پھیلائے ہوئے شکوک وشبہات کا تدارک محض دلائل سے ممکن نہیں ۔ دلائل کے ساتھ ساتھ سخت اقدام بھی ضروری ہے ۔"

ڈیمیتروف بلقان کی کمیونسٹ پارٹیوں کو شروع سے سمجھاتا چلا آ رہا تھا کہ پارٹی کے اندر اور باہر مخالفوں کو یعنی پارٹی کے کھلے اور چھپے دشمنوں کو کس طرح شکست دی جا سکتی ہے ۔ وہ اپنے وسیع تجربات کی روشنی میں عوام دشمن قوتوں کی سازشوں اور شرارتوں کی روک تھام کے سلسلے میں پارٹیوں کی راہنمائی کر رہا تھا ۔

ڈیمیتروف ان دس سالوں میں محنت کش طبقہ کے مفادات کے لئے دوسرے بے شمار کاموں کے ساتھ ساتھ بلقان میں سوویت روس کے خلاف غلط پروپیگنڈا کرنے والوں سے بھی لڑتا رہا اور یو ۔ ایس ۔ ایس ۔ آر (U.S.S.R) کے بارے میں پھیلائی ہوئی غلط باتوں کی تردید کرتا رہا ۔ اس نے

بلغان کے ملکوں کے عوام کی طرف سے استعمار دشمن لیگ کے کاموں میں پوری پوری سرگرمی سے حصہ لیا اور انکی جنگ مخالف کانگرس کی تیاری اور تنظیم میں بھی شریک رہا۔

سیاسی، نظریاتی اور انتظامی امور کی سرانجام دہی میں ڈیمیٹروف نے رات دن محنت کی اور اس مقصد کے لیئے زیادہ سے زیادہ علم حاصل کیا۔ اُس نے اپنی طبعی صلاحیتوں سے کام لے کر سیاسی، ادبی، ثقافتی اور بین الاقوامی مسائل نہایت خوش اسلوبی سے حل کیئے اور دنیا کی مختلف قوموں کی آزادی کی تحریکوں میں اپنے شاندار کردار کا مظاہرہ کیا اور اس کے ساتھ ساتھ مارکسزم اور لینزم کی گہری بصیرت حاصل کی۔ وہ فرصت کے دنوں میں روس جاتا اور کوم انٹرن (COMINTERN) کی انتظامیہ اور انٹرنیشنل ٹریڈ یونین کے لیئے کام کرتا۔

بلغاریہ میں عدالت نے ڈیمیٹروف کو دو مختلف مقدموں میں موت کی سزا دے رکھی تھی۔ ستمبر ۱۹۲۳ء میں باغیوں کی قیادت کے جرم میں اور ۱۹۲۶ء میں کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے لیڈر ہونے کے گناہ میں۔ ان دونوں سزاؤں کے باوجود یہ شخص نہایت سکون اور مطمئن انداز میں محنت کش طبقے کے مفادات کے لیئے کام کرتا رہا۔ گویا اس کے نزدیک عدالت کی طرف سے موت کی سزا کا فیصلہ محض ایک ایسی بات تھی جو عدالت نے کہی اور اُس نے سُن کر اَن سُنی کر دی۔

ان دس سالوں میں ڈیمیٹروف نے محنت کش طبقہ کے مفاد کے لیئے رات دن اَن تھک محنت کی اور جدوجہد کے دوران پیش آنے والے واقعات اور حالات سے سبق حاصل کرتا رہا۔ اس مدت میں اس کے کارناموں کو جو چنداں شہرت حاصل نہیں ہوئی تو اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ سب کچھ گمنام اور خفیہ رہ کر کیا گیا تھا اور کسی کو خبر تک نہ ہوتی تھی کہ کون کیا کر رہا ہے۔ اس کی جدوجہد اور کارناموں کا علم پارٹی کے چوٹی کے لیڈروں کے سوا کسی کو نہ تھا۔ اس لیئے کہ اُس نے ہر مضمون، ہر تقریر، ہر سرگرمی کسی دوسرے نام کے تحت جاری رکھی۔ کیونکہ بلغاریہ کی خفیہ پولیس بھی تو ان تمام سالوں میں اس کا پیچھا کرتی رہی۔ وہ اس کو زندہ یا مُردہ حاصل کرنا چاہتی تھی لیکن ڈیمیٹروف چھلاوا تھا، جو کبھی ان کے ہاتھ نہیں آیا۔

ایک

جھوٹا مقدمہ

باب — ۱۰

یہ ۱۹۳۳ء کا سال تھا اور فروری کا مہینہ تھا۔ اس فروری کی ۲۷ تاریخ تھی۔ جب سورج غروب ہو رہا تھا اور تاریکی کے سائے پھیلنے شروع ہو رہے تھے تو جرمن ریشتاغ REICHSTAG یعنی پارلیمنٹ کی عمارت سے دھواں نکلتا دکھائی دے رہا تھا۔ یہ عمارت، یہ پارلیمنٹ جس سے پہلے ہی نازیوں نے بہت حد تک اختیارات چھین لئے تھے نذرِ آتش کر دی گئی اور اس واردات کے تقریباً ایک گھنٹے کے اندر جرمن ریڈیو خبر نشر کر رہا تھا کہ

"اس آتشزدگی میں ملوث ایک شخص جو ہالینڈ کا رہنے والا ہے اور جس کا نام — VAN DER LUBBE ہے کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ یہ ہالینڈ کی کمیونسٹ پارٹی کا رُکن ہے۔ چنانچہ پارٹی کی رکنیت کا کارڈ اس کے پاس سے مل گیا ہے۔"

یہ اعلان خود نازیوں کی وزارتِ داخلہ کے انچارج گوئرنگ GOERING کے ایماء پر کیا گیا۔ یہ دراصل اعلان تھا جرمنی میں فسطائیت کی حکمرانی کی راہ میں سب سے اہم رکاوٹ اور مضبوط ترین مزاحمت یعنی جرمن کمیونسٹ پارٹی پر حملے کا وقت آن پہنچا تھا اور عالمی رائے عامہ کو اس اعلان سے یہ باور کرانا مقصود تھا کہ جرمن پارلیمنٹ کو کمیونسٹوں نے آگ لگائی ہے اور یہ کمیونسٹ جرمنی میں تشدّدانہ کارروائیاں شروع کر رہے ہیں اور خون خرابے کے ارادے رکھتے ہیں۔ آج جب ۴۵ برس بعد اس واقعہ کے متعلق میں لکھ رہا ہوں تو مجھے اپنے قاری کو یہ سمجھانے کے لئے زیادہ وضاحت نہیں کرنی پڑتی کہ کس طرح جو حکمران طبقہ عوام دشمن ہوتا ہے وہ عوام کی منظم جماعتوں کو، جو جمہوریت

اور سماجی تبدیلی کی داعی ہوں ان کو دبانے کے لئے کیسے اس قسم کی کارروائیاں خود کرتا ہے اور ان میں منظم جماعتوں کو، جمہوریت پسندوں کو، سوشلسٹوں اور کمیونسٹوں کو ملوث کر لیتا ہے۔ مقدمے بناتا ہے۔ کبھی بموں کے جھوٹے مقدمے بنتے ہیں اور کبھی ریل کی پٹڑیاں اکھاڑنے کے من گھڑت مقدمات قائم کئے جاتے ہیں اور کبھی بیرونی ممالک سے اسلحہ حاصل کرنے کے ڈرامے رچائے جاتے ہیں اور پھر ان "ملزمان" کو فوجی عدالتوں میں پیش کر دیا جاتا ہے۔ بالکل یہی مقاصد جرمنی میں سب سے بدترین فسطائیت کے تھے۔

لطف یہ ہے کہ یہ ہٹلر اور اس کی نازی پارٹی انتخابات میں اکثریت حاصل کر کے نہیں آئی تھی بلکہ ۳۰ جنوری ۱۹۳۳ء کو غیر آئینی طریقے سے جرمنی کے سربراہ ہنڈنبرگ نے ہٹلر کو چانسلر بنا دیا تھا جب کہ ۱۹۳۲ء میں جو انتخاب ہوئے تھے اس میں کمیونسٹوں نے ۶۰ لاکھ ووٹ حاصل کئے تھے۔ دراصل اسی مضبوط، منظم اور قدرے مقبول کمیونسٹ پارٹی نے جرمن سرمایہ داروں اور فوج پرستوں کو بوکھلا دیا اور انہوں نے ہٹلر کو آگے بڑھنے میں مدد دی اور جو سازش آہستہ آہستہ پس پردہ کھیلی جا رہی تھی وہ کھل کر سامنے آگئی۔ چنانچہ ہٹلر اور اس کے حالی موالیوں کے لئے ضروری تھا کہ اپنے اقتدار کو بچانے کے لئے وہ سب سے پہلے کمیونسٹوں کو ختم کریں۔ اس مقصد کے لئے یہ پارلیمنٹ میں آتشزدگی کا کھڑاگ کھڑا کیا گیا۔

۳۰ جنوری ۱۹۳۳ء کو ہٹلر برسر اقتدار آیا اور ٹھیک دو ہفتے بعد ۱۷ فروری کو جرمن پارلیمنٹ میں آگ لگتی ہے اور اسی دن شام کو ہالینڈ کا ایک کمیونسٹ آگ لگانے کے سلسلے میں گرفتار کر لیا جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس آگ کی واردات کے لئے ایک دوسرے ملک کے کمیونسٹ کو سب سے پہلے کیوں گرفتار کیا گیا۔ اس کا جواب بہت صاف ہے کہ اولاً نازیوں کا مقصد عالمی کمیونسٹ تحریک کو ملوث کرنا اور جرمن کمیونسٹ پارٹی کو اس عالمی سازش کا ایک جزو کے طور پر پیش کر کے ختم کرنا تھا۔ چنانچہ اس مقصد برآری کے لئے ۹ مارچ ۱۹۳۳ء کو برلن کے ایک ریسٹورنٹ سے جارجی ڈیمیتروف کو اور اس کے دو بلغارین رفقار کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔ یہ ذہن میں رہنا

چاہئے کہ ۱۹۳۳ء کے زمانے میں جارجی ڈیمیتروف کا شمار عالمی کمیونسٹ تحریک کے لیڈروں میں ہونے لگ گیا تھا اور وہ پچھلے دس سال سے یورپی ممالک کی رہنمائی کرنے والی کمیونسٹ بیورو کا قائد تھا۔

۹۔مارچ ۱۹۳۳ء کو جارجی ڈیمیتروف کو گرفتار کیا گیا اور ۲۰ ،مارچ ۱۹۳۳ء کو اس نے تفتیشی پولیس کو اپنا پہلا بیان دیا۔

ڈیمیتروف کا پولیس کے روبرو پہلا بیان

"اپنی گرفتاری کے سلسلے میں ذیل کے واقعات بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں:۔

۱۔میرا نام جارج ڈیمیتروف ہے۔ میں بلغاریہ کا شہری تھا۔ بلغاریہ کے مزدوروں کی ٹریڈ یونین کا سیکرٹری جنرل بھی رہ چکا ہوں اور بلغاریہ کی کمیونسٹ پارٹی کی سنٹرل کمیٹی کا ۱۹۱۰ء سے رُکن چلا آرہا ہوں۔ اکتوبر ۱۹۲۳ء سے میں ایک سیاسی مہاجر کے طور پر بیرون ملک زندگی گزار رہا ہوں کیونکہ جون ۱۹۲۳ء کو بلغاریہ میں رونما ہونے والے واقعات کے سلسلے میں میری غیر حاضری میں مجھ پر مقدمات قائم کیے گئے اور موت کی سزا سنائی گئی۔ صرف یہی نہیں بلکہ میرے سیاسی دشمنوں نے بیرون ملک بھی مجھے قتل کرنے کی کوشش کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں یورپ کے کسی ملک میں بھی اپنے اصلی نام سے زندگی گزارنے سے قاصر تھا۔ چنانچہ میں دوسرے ناموں سے زندگی گزار رہا تھا۔ اور جب میں گرفتار کیا گیا تو اس وقت میرا نام DR, RUDOLF HEDIGER تھا۔

۲۔ ۱۹۳۲ء کے موسم بہار میں بلغاریہ کے اندر جب دوبارہ یہ تحریک ابھری کہ ۱۹۲۳ء کے واقعات کے سلسلے میں جن لوگوں کو سزائیں دی گئی ہیں ان کو معافی دی جائے اور ان کی سزائیں منسوخ کی جائیں تو میں اس وقت سوویت یونین میں مقیم

تھا۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے یورپ جا کر اس تحریک کے لئے کام کرنا چاہئے تاکہ بلغاریہ کی حکومت کو عام معافی کے لئے مجبور کیا جا سکے۔ چنانچہ جُون ۱۹۳۲ء کو میں نے سوویت یونین کو خیر باد کہا اور برلن چلا آیا۔ یہاں سے میں وقتاً فوقتاً پراگ، ویانا، پیرس، ایمسٹرڈیم اور برسلز کے چکر کاٹتا رہا اور مختلف اہم شخصیتوں کو بلغاریہ کے سیاسی قیدیوں کے لئے عام معافی کے لئے آواز اٹھانے کے لئے کہتا رہا۔ چنانچہ اس ضمن میں STEFAN ZWEIG[1] ______ ZDENEK[2] NEYEDTY ______ ہنری باربوس HENRI BARBUSE[3] اور رومن رولاں ROMAIN ROLLAND[4] جیسی اہم شخصیتوں سے ملا۔ میں

---

[1] سٹیفن زیوگ آسٹریا کا مشہور ادیب تھا جو ۱۸۸۱ء میں پیدا ہوا اور ۱۹۴۱ء میں جنگ کے دوران ہی مر گیا۔ پہلی جنگ عظیم میں اُس نے جنگ کے خلاف کئی ایک مضامین اور مقالے لکھے اور جب روس میں سوشلسٹ انقلاب ہوا تو اُس نے اُس کو خوش آمدید کہا۔ جب آسٹریا میں فسطائیت کا زور ہوا تو اُس نے ترکِ وطن کر لیا اور برازیل میں جا کر آباد ہو گیا جہاں ۱۹۴۱ء میں وہ مر گیا۔

[2] زیدنک نیدلی پراگ یونیورسٹی میں فنونِ لطیفہ کا پروفیسر تھا اور چیکوسلاویکیہ اور سوویت یونین میں دوستی اور تعاون کی انجمن کا صدر تھا اور اس طرح اس کا شمار غیر جماعتی انقلابی دانشوروں میں ہوتا تھا۔

[3] ہنری باربوس فرانس کا مشہور ادیب تھا جو ۱۸۷۸ء میں پیدا ہوا اور ۱۹۳۵ء میں اُس کی وفات ہوئی۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران LE FEW کے نام سے جنگ کے خلاف ناول لکھا جس نے فرانسیسی ادب میں راتوں رات تہلکہ مچا دیا۔ کیونکہ جنگ کے خلاف یہ پہلا عظیم ناول تھا۔ چنانچہ جنگ کے بعد وہ (بقیہ حاشیہ بر صـ ۱۳۹)

مختلف رسائل، جرائد اور اخبارات کے دفاتر میں بھی جاتا رہا۔ تہذیبی اور ادبی انجمنوں میں بھی امداد کا طالب ہوتا رہا۔ میں نے بلغاریہ کے سیاسی قیدیوں کی رہائی اور عام معافی کے لئے ہر دروازے پر دستک دی ہے اور ہر گوشے سے میں نے سیاسی اور اخلاقی امداد و اعانت چاہی ہے۔ اس مقصد کے لئے مضامین، مراسلے، اپیلیں بھی شائع کرتا رہا ہوں۔ اس کام کے لئے کتابیں، اخباروں کے تراشے، اعداد و شمار سب کچھ اکٹھا کرتا رہا ہوں جو کہ میری جائے رہائش سے پولیس کو ملا ہے۔

۲۔ میں اپنے اخراجات ان مضامین اور تحریروں کے معاوضے سے پورے کرتا رہا ہوں۔ ان کے علاوہ میں روسی اور جرمن سے بلغاریہ کے لئے تراجم بھی کرتا رہا ہوں۔ اس طرح میرے پاس ۲۵۰ مارک اور دس ڈالر کا کل اثاثہ تھا اور پچھلے دس سال سے اس سے زیادہ اثاثہ میرے پاس ایک سیاسی مہاجر کی حیثیت سے کبھی نہیں ہوا۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۱۳۸) سوویت یونین کے انقلاب سے بہت زیادہ متاثر ہوا۔ وہاں وہ خود گیا اور اُس نے کمیونسٹ پارٹی میں شرکت اختیار کر لی اور اُس نے دنیا بھر کے ادیبوں کو جنگ مخالف محاذ میں منظم کرنے کے لئے مختلف ممالک میں کئی ایک بین الاقوامی کانفرنسیں منظم کیں۔

؎ رومن رولاں بھی عالمی شہرت کا فرانسیسی ادیب تھا جسے موسیقی میں بھی زبردست دسترس تھی۔ وہ بھی جنگ اور فاشزم کا زبردست مخالف تھا اور باربوس کے ساتھ مل کر اُس نے بلکہ اس کے بعد بھی ادیبوں کے کئی ایک بین الاقوامی اجتماعات منعقد کئے۔ وہ ۱۸۶۶ء میں پیدا ہوا اور ۱۹۴۴ء میں وفات پائی۔ اس کا عالمی شہرت کا ناول JEAN CRISTOPHER ہے۔

۴۔ جرمنی کے قیام کے دوران میں نے جرمنی کی اندرونی سیاست میں کوئی مداخلت نہیں کی۔ اس ملک کی سیاسی جدوجہد میں میں نے براہ راست یا بالواسطہ کوئی حصّہ نہیں لیا۔ تمام عرصہ میں اپنے ملک کے معاملات میں الجھا رہا ہوں جو میرے نزدیک ایک محب وطن بلغارین کے لئے زیادہ اہم تھے۔ یہ معافی اور سزاؤں کی منسوخی میرے لئے زبردست اہمیت کی حامل تھی اور ہے تاکہ میں ایک آزاد انسان کی طرح اپنے ملک میں واپس جا سکوں اور اپنے عوام کی خدمت کر سکوں۔ کمیونسٹ انٹرنیشنل کی دستاویزات جو متحدہ محاذ کے قیام اور فاشسٹ دشمن کانگریس کے انعقاد کے متعلق میرے ہاں سے ملی ہیں وہ صرف اطلاع کے لئے میرے پاس تھیں۔ غرض کہ نہ تو میں نے جرمنی کی سیاسی صورت حال کے بارے میں کوئی دستاویز یا مواد مرتب کیا ہے اور نہ ہی میں نے اسے تقسیم کیا ہے۔

۵۔ ریشتاغ کو آگ لگنے کا علم مجھے پہلی بار ۲۸ فروری کے اخبارات سے ہوا میں اس وقت میونخ سے برلن آرہا تھا اور دوسرے مسافروں کے ہمراہ میں نے بھی صبح کا اخبار پڑھا۔ اس واردات میں ملوث شخص کا نام اور تصویر میں نے پہلی بار دیکھی ہے۔ میں پوری زندگی میں اس شخص کو نہ ملا ہوں نہ میں اس سے واقف ہوں۔ میں ایک کمیونسٹ کی حیثیت سے جو بلغاریہ کی کمیونسٹ پارٹی کا رکن ہے اور جو کمیونسٹ انٹرنیشنل کا بھی ذمہ دار رکن ہے انفرادی دہشت گردی، آتشزنی وغیرہ کا شدید مخالف ہوں۔ کیونکہ یہ اقدام اور طریق کار کمیونسٹ اصولوں اور عقائد کے خلاف ہیں۔ ہم اجتماعی اور عوامی سیاسی جدوجہد کے حامی اور قائل ہیں۔ تمام کمیونسٹ پارٹیوں اور کمیونسٹ انٹرنیشنل کا پروگرام اور آئین اپنے اراکین کو انفرادی تشدد سے منع کرتے ہیں اور جو بھی ممبر انفرادی تشدد کی واردات میں ملوث پایا جاتا ہے اس کی کمیونسٹ پارٹی میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ چنانچہ بلغاریہ میں جتنی بھی ایسی وارداتیں ہوئیں

حتیٰ کہ جب ۱۵ اپریل ۱۹۲۵ء کو صوفیا میں گرجے کو آگ لگانے کی واردات ہوئی، تو کمیونسٹ پارٹی نے اور خود میں نے کھلے بندوں ان وارداتوں کی شدید مذمت کی حتیٰ کہ کمیونسٹ انٹرنیشنل نے بھی ایسی وارداتوں کے خلاف قرارداد پاس کی۔ ہم کمیونسٹ ہیں انارکسٹ نہیں ہیں۔ میرا پختہ یقین ہے کہ ریشتاخ کو آگ لگانے کا کام یا تو کسی جنونی کا کارنامہ ہے یا پھر کمیونزم کے دشمنوں کی سازش ہے جو اس طریقے سے محنت کشوں کی تحریک اور جرمن کمیونسٹ پارٹی کو کچلنے کے لئے فضا تیار کرنا چاہتے ہیں۔ میں بہر حال نہ تو جنونی ہوں اور نہ ہی کمیونزم کا دشمن ہوں۔

۶۔ صرف یہی نہیں بلکہ جس وقت یہ واردات ہوئی میں اس وقت برلن میں موجود ہی نہ تھا بلکہ میں میونخ میں تھا جہاں میں ۲۶ فروری کو پہنچا تھا۔ صبح کو میں میونخ پہنچا تھا اور ۲۷ کی رات کو میونخ سے برلن پہنچا ہوں۔ رات کو سریا رہا اور صبح برلن پہنچا۔

۷۔ میں پوری حقارت کے ساتھ ان تمام شکوک کو رد کرتا ہوں کہ میں نے کسی ایسی واردات میں براہ راست یا بالواسطہ حصہ لیا ہے اور میں سختی سے اس امر کے خلاف احتجاج کرتا ہوں کہ مجھے اس قسم کے الزام میں گرفتار کیا گیا ہے۔ میرا واحد جرم یہ ہے کہ میں ایک سیاسی مہاجر کی حیثیت سے جس کی زندگی ہر لمحہ خطرے میں ہے جرمنی میں روپوشی کی زندگی گزارتا رہا ہوں۔

۸۔ میں اس امر پر بھی احتجاج کرتا ہوں کہ مجھ سے جنگی قیدی کا سا سلوک کیا جا رہا ہے اور مجھے اپنی ضروریات کے لئے اپنے پیسوں سے بھی چیزیں حاصل کرنے نہیں دی جاتیں اور مجھے ابتدائی قانونی امداد سے بھی محروم رکھا جا رہا ہے۔"

یہ بیان ڈیمیتروف نے ۲۰۔ مارچ ۱۹۳۳ء کو پولیس کی تفتیشی ٹیم کے سامنے دیا تھا۔ ڈیمیتروف کی سیاسی بالغ نظری نے اس کو اس مقدمے کی پوری ماہیت سوجھا دی تھی اور اس کے بعد اس نے

ایک انقلابی اور ایک کمیونسٹ کے طور پر اپنی مدافعت کا منصوبہ بنایا ۔ دراصل جب حکمران طبقہ کمیونسٹوں پر یا کسی بھی سماجی تبدیلی کے حامی افراد پر مقدمہ قائم کرتا ہے تو اس کا مقصد سماجی تبدیلی کے عمل کو روکنا اور رائے عامہ کو ان افراد کے خلاف مشتعل کرنا اور ان کی مقبولیت اور محبوبیت کو ختم کرنا ہوتا ہے ۔ یہ حکمران طبقہ عام طور پر یہ بھی خیال کرتا ہے کہ وہ اس تمام عمل سے ، ان مقدمات سے رائے عامہ کو فریب میں مبتلا کر کے ان کمیونسٹوں اور سماجی تبدیلی چاہنے والوں کی ہمتیں پست کر دے گا ۔ ان کی قوت مدافعت کو چکنا چور کر دے گا ۔ لیکن اکثر و بیشتر اس کے اُلٹ ہوا ہے اور ان کمیونسٹوں اور سماجی تبدیلی چاہنے والوں نے عدالتوں کو اپنے عقائد کی تشہیر اور حکمرانوں کے مکروہ عزائم کا پردہ چاک کرنے کے لئے استعمال کیا اور یہ مقدمات اور ان ملزمان کے بیانات انقلابوں کی تاریخ کا عنوان ٹھہرے ۔ چنانچہ ڈیمیتروف کے مقدمے سے بھی بارہ برس پہلے اس برصغیر کی ایک عدالت جس پر انگریز حاکم مسند نشین تھا کو خطاب کر کے مولانا ابوالکلام آزاد نے کہا تھا :-

"تاریخ شاہد ہے کہ جب کبھی حکمران طاقتوں نے آزادی اور حق کے مقابلہ میں ہتھیار اٹھائے ہیں تو عدالت گاہوں نے سب سے زیادہ آسان اور بے خطا ہتھیار کا کام دیا ہے ۔ عدالت کا اختیار ایک طاقت ہے اور وہ انصاف اور ناانصافی دونوں کے لئے استعمال کی جا سکتی ہے ۔ منصف گورنمنٹ کے ہاتھ میں وہ عدل و حق کا سب سے بہتر ذریعہ ہے لیکن جابر اور مستبد حکومتوں کے لئے اس سے بڑھ کر انتقام اور ناانصافی کا کوئی آلہ بھی نہیں ۔

تاریخ عالم کی سب سے بڑی ناانصافیاں میدان جنگ کے بعد عدالت کے ایوانوں ہی میں ہوئی ہیں ۔ دنیا کے مقدس بانیان مذہب سے لے کر سائنس کے محققین اور مکتشفین تک ، کوئی پاک اور حق پسند جماعت نہیں ہے ، جو مجرموں کی طرح عدالت کے سامنے کھڑی نہ کی گئی ہو ۔ بلاشبہ زمانے کے انقلاب سے عہدِ قدیم کی بہت

سی برائیاں مٹ گئی ہیں۔ تسلیم کرتا ہوں کہ اب دنیا میں دوسری صدی عیسوی کی خوفناک رومی عدالتیں اور ازمنہ وسطیٰ کی پُراسرار" انکویزیشن" وجود نہیں رکھتیں لیکن میں یہ ماننے کے لئے تیار نہیں کہ جو جذبات ان عدالتوں میں کام کرتے تھے ان سے بھی ہمارے زمانے کو نجات مل گئی ہے۔ وہ عمارتیں ضرور گرادی گئی ہیں جن کے اندر خوفناک اسرار بند تھے لیکن دلوں کو کون بدل سکتا ہے جو انسانی خود غرضی اور ناانصافی کے خوفناک رازوں کا دفینہ ہیں۔

عدالت کی ناانصافیوں کی فہرست بڑی ہی طولانی ہے۔ تاریخ آج تک اس کے ماتم سے فارغ نہ ہو سکی۔ ہم اس میں مسیح جیسے پاک انسان کو دیکھتے ہیں، جو اپنے عہد کی اجنبی عدالت کے سامنے چوروں کے ساتھ کھڑے کئے گئے۔ ہم کو اس میں سقراط نظر آتا ہے جس کو صرف اس لئے زہر کا پیالہ پینا پڑا کہ وہ اپنے ملک کا سب سے زیادہ سچا انسان تھا۔ ہم کو اس میں فلورنس کے فداکارِ حقیقت گلیلو کا نام بھی ملتا ہے جو اپنی معلومات و مشاہدات کو اس لئے نہ جھٹلا سکا کہ وقت کی عدالت کے نزدیک ان کا اظہار جرم تھا۔

دفاع کا نیا انداز

ہاں تو ڈیمیتروف نے اپنے اس مقدمے کو ایک کمیونسٹ کی طرح لڑنے کا خاکہ تیار کیا۔ اس نے نازیوں کو اُن کے اپنے ہتھیاروں سے ہی شکست دینے کا فیصلہ کیا۔ وہ جیل کی تنگ و تاریک کوٹھری میں ایک سائنس دان انقلابی کی طرح اپنے ہتھیار تراشتا رہا۔ اس نے سب سے پہلے عالمی رائے عامہ کو صحیح صورت حال سے آگاہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ وہ عالمی رائے عامہ کو نازیوں کے عائد کردہ بھونڈے الزامات سے آگاہ کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اُس نے جیل سے عالمی شہرت کے فرانسیسی ادیب اور کمیونسٹ ہنری باربوس (HENRY BARBUSS) کو خط لکھا اور اس میں

اس کو بتایا کہ اس کو فی الحال تین الزامات کی بنا پر قید کیا گیا ہے :۔

۱۔ میں نے تشدد اور دہشت انگیزی کے ذریعے جرمن آئین کو بدلنے کی کوشش کی ہے۔

۲۔ میں نے انہی مقاصد کے لئے جرمن ریشتاغ کو نذر آتش کرنے کی کوشش کی ہے اور اس طرح سے ملک میں خونی انقلاب کے لئے راہ ہموار کی ہے۔

جیل میں میری صحت گر رہی ہے اور میرے پاس اضافی خوراک خریدنے تک کی بھی سہولتیں میسر نہیں ہیں۔ اس صورت حال سے رومن رولاں کو بھی آگاہ کر دیا چونکہ مجھے اس کا تازہ پتہ معلوم نہیں۔

صرف یہی نہیں بلکہ گرفتاری کے موقع پر جو رقم میرے پاس تھی وہ بھی ضبط کر لی گئی ہے اور میں جیل میں کوڑی کوڑی کے لئے ترس رہا ہوں تاکہ ضروریات پوری کر سکوں حتیٰ کہ میں باہر خط تک بھیجنے سے معذور بیٹھا رہتا ہوں۔

مجھے کوئی اخبار نہیں دیا جا رہا۔

میری گرفتاری کو مہینے سے زیادہ گزر گیا ہے لیکن ابھی تک مجھے اپنے دفاع کے لئے وکیل کی سہولت تک سے محروم رکھا گیا ہے۔

اور تو اور میرا چشمہ بھی لے لیا گیا ہے۔"

اسی طرح ڈیمیٹروف نے مارسل کیشین (MARCEL CACHIN) کو بھی جیل سے ۲۲ اپریل کو خط لکھا۔ مارسل کیشین فرانسیسی کمیونسٹ پارٹی کے روز نامے L'HUMANIETE کا مدیر اعلیٰ تھا اور شعلہ بیان مقرر۔ وہ فرانسیسی کمیونسٹ پارٹی کے بانیوں میں سے تھا اور سالہا سال وہ فرانس کی اسمبلی کا رکن منتخب ہوتا رہا۔

ان خطوں کا مقصد یہ تھا کہ یورپ کے ترقی پسندوں اور کمیونسٹوں کو ڈیمیٹروف کے مقدمے کی اصل صورت حال کا علم ہو اور وہ یورپی اور عالمی رائے عامہ کو متحرک کریں تاکہ اس رائے عامہ کے

دباؤ کے ذریعے نازیوں کو ان کے مکروہ عزائم کی تکمیل سے روکا جا سکے۔ چنانچہ ایک طرف ڈمیتروف جیل کی سلاخوں کے پیچھے سے نازیوں کے عزائم کو بے نقاب کرنے میں مصروف تھا تو دوسری طرف نازی پولیس، خفیہ پولیس، تفتیشی عملہ اور نازی لیڈر اپنی غلطیوں، جھوٹوں اور افترا پردازیوں سے خود ہی غیرارادی طور پر رائے عامہ کو سچ جاننے میں مدد دے رہے تھے۔

چنانچہ جب ۲۷ فروری کی شام کو ریشتاغ میں آگ لگ جانے کی خبر سارے برلن (BERLIN) میں پھیل گئی۔ تو ہٹلر بذات خود مقام واردات پر پہنچا اور اُس نے اخباری نمائندوں کو مخاطب کر کے کہا:-

"یہ ایک قسم کا خدائی اشارہ ہے اور اب ہم کمیونسٹوں پر کاری ضرب لگا سکیں گے"
اسی شام سرکاری طور پر اعلان کیا گیا کہ "کمیونسٹوں نے ریشتاغ کو آگ لگا دی ہے۔"

پولیس نے فان دیر لوبے (VANDER LUBBE) نام کے ایک ڈچ باشندے کو گرفتار کر کے اعلان کر دیا کہ یہ شخص کمیونسٹ ہے اور اسے موقع واردات پر گرفتار کیا گیا ہے۔ پولیس نے لوبے (LUBBE) کو کمیونسٹ ثابت کرنے کے لئے یہ بھی اعلان کیا کہ اس کے قبضے سے کمیونسٹ پارٹی کا ممبر ہونے کا کارڈ برآمد ہوا ہے۔ گو بعد میں پولیس والوں کو اقرار کرنا پڑا کہ لوبے کے پاس کوئی کارڈ وغیرہ نہ تھا۔ دوسرے روز سرمایہ دار طبقے کے ترجمان اخبار نے لکھا کہ ریشتاغ میں داخل ہونے کا صرف ایک راستہ تھا۔ اور یہ راستہ ریشتاغ کے جرمن صدر گورنگ کی رہائش گاہ سے ہو کر جاتا تھا۔ اس خبر نے دنیا بھر کے عوام کو چونکا دیا۔

اخبار نویس نے آتش زنی کا تمام تر الزام کمیونسٹوں کے سر تھوپ دیا۔ اور پے در پے اعلانات شائع کئے جانے لگے لیکن فسطائی حکمرانوں اور ان کی پولیس کی بدقسمتی یہ تھی کہ ہر اعلان سابقہ اعلانوں کی تردید کرتا تھا اور اس طرح عوام جان گئے تھے کہ پولیس کا اصل مقصد کیا ہے۔

آتش زنی کے دوسرے روز اسمبلی میں کمیونسٹ گروپ کا ایک لیڈر پولیس میں گیا۔ اس کا مقصد

یہ تھا کہ پولیس والوں سے کہے کہ خواہ مخواہ جھوٹے بیانات شائع کر کے کمیونسٹ پارٹی کو بدنام کریں پولیس نے اس لیڈر کو ریشتاغ میں آگ لگانے کی سازش میں شریک ہونے کے الزام میں گرفتار کرلیا اور ۹۔مارچ کو ڈیمیتروف اور اس کے ساتھ بلغاریہ کے دو اور کمیونسٹوں کو بھی آتش زنی کی تخریبی کارروائی کے الزام میں پکڑلیا گیا۔

نازیوں نے جان بوجھ کر اور ایک خاص پروگرام کے تحت مختلف ملکوں کے ان پانچ افراد کو ریشتاغ میں آگ لگانے کے الزام میں گرفتار کیا تھا۔ان کا مقصد یہ تھا کہ عوام کو یقین دلایا جائے کہ کمیونسٹ کسی خاص ملک میں نہیں بلکہ ہر جگہ اور ہر ملک میں تخریب پسند ہیں اور بین الاقوامی سطح پر مار دھاڑ کا پروگرام رکھتے ہیں۔آتش زنی کے الزام میں گرفتار کیے جانے والوں میں ایک ڈچ تھا۔ایک جرمنی کمیونسٹ پارٹی کا لیڈر اور ڈیمیتروف سمیت تین بلغاریائی تھے۔

ان دنوں جرمنی کے فسطائیوں میں گروہ بندی تھی اور ہر گروہ دوسرے کا مخالف تھا۔ان حالات میں ہر کوئی یقین کرنے لگ گیا تھا کہ یہ آتش زنی کا واقعہ اسی گروہ بندی کا نتیجہ ہے اور اس سلسلے میں جرمنی کا قوم پرست گروہ خاص طور پر بدنام تھا۔اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ اسی گروہ کے ایک لیڈر نے آتش زدگی کے واقعے کے بارے میں ایک رپورٹ مرتب کی تھی جس سے واقعہ کی اصل حقیقت کھل کر سامنے آگئی تھی۔بعد میں اسی لیڈر کو نامعلوم افراد نے قتل کر دیا تھا۔قوم پرست گروہ کی بدنامی کا دوسرا سبب یہ تھا کہ ریشتاغ تک پہنچ کر اسے آگ لگانے کا صرف اور صرف ایک ہی راستہ تھا اور اسی واحد راستے سے کوئی شخص اندر جا کر آگ لگا سکتا تھا۔ اور یہ راستہ ہٹلر کے دست راست گوئرنگ (GOERING) کے مکان سے ہو کر جاتا تھا ان حقائق کے منظر عام پر آجانے سے ساری دنیا نے جان لیا تھا کہ آگ لگانے والا کون ہے اور یہ کہ لوبے (LUBBE) اکیلا یہ کام نہیں کر سکتا تھا۔

اس واقعہ سے دنیا بھر کے ترقی پسندوں نے جان لیا تھا کہ جرمنی کے فسطائی حکمران ساری دنیا کے عوام کے خلاف شیطانی سازشوں اور شرارتوں میں مصروف ہیں۔ اس احساس نے دنیا بھر

کے ترقی پسندوں کو خبردار اور چوکنا کر دیا۔ اور وہ ریشتاغ فائر کیس کے بارے میں ہر قسم کی معلومات اور خبروں میں دلچسپی لینے لگ گئے۔ اصل حقائق کو بے نقاب کرنے اور صحیح واقعات کو سامنے لانے کے لئے یورپ کے انقلاب پسندوں نے پیرس (فرانس) میں بین الاقوامی سطح پر ایک تحقیقاتی کمیشن ترتیب دیا۔ اس کمیشن میں دنیا کے بہترین وکلا اور معروف ترین شخصیتوں کو شریک کیا گیا۔ لندن میں ترقی پسندوں کے ایک گروپ نے ریشتاغ فائر کیس کے بارے میں "براؤن بک" (BROWN BOOK) نام سے ایک کتاب شائع کی۔ اس کتاب میں ان لوگوں کو بے نقاب کیا گیا تھا جو ریشتاغ میں آگ لگانے کے اصل مجرم تھے۔ یعنی ہٹلر اور گوئرنگ کا ٹولہ۔ مزید برآں اس کتاب میں جرمنی کے فسطائیوں کے ارادوں اور سازشوں نیز فسطائیت کی اصلیت اور حقیقت کے چہرے سے پردہ اٹھایا گیا تھا۔

دنیا بھر کی کمیونسٹ پارٹیوں نے ڈیمیتروف اور اس کے ساتھیوں پر لگائے گئے الزام اور اتہام کی تردید کی اور جرمنی کے حکمرانوں کی اس شرمناک سازش کے خلاف احتجاج کیا۔

ڈیمیتروف جو قید تنہائی میں تھا اُسے ان حالات کی کوئی خبر نہ تھی نہ وہ "براؤن بک" کے بارے میں کچھ جانتا تھا اور نہ ہی اُسے یہ علم تھا کہ ترقی پسندوں نے ریشتاغ فائر کیس کے بارے میں پیرس میں کمیشن مقرر کیا ہے۔

ڈیمیتروف کی گرفتاری اور مقدمے کی عدالتی کارروائی کے آغاز کے درمیان چھ ماہ کی مدت تھی۔ یہ چھ ماہ کی طویل مدت جرمنی کے فسطائیوں نے اپنے منصوبے کو مستحکم کرنے، پولیس کے ایجنٹوں اور گواہوں کو ترتیب دینے اور ملزموں کے خلاف طرح طرح کے الزام تراشنے میں صرف کی اور ڈیمیتروف قید و بند کی صعوبتوں سے دوچار رہا۔ یہ چھ ماہ کا عرصہ اور قید تنہائی ڈیمیتروف کے لئے نہایت تکلیف دہ اور حوصلہ شکن تھی۔ تاہم اُس نے ہمت نہ ہاری اور لکھنے پڑھنے کے کام میں مصروف رہا۔ وہ احتجاجی خطوط، عدالتی کارروائی شروع کرنے کے بارے میں درخواستیں اور ذمہ دار اشخاص اور رشتہ داروں سے خط و کتابت کرتا رہا۔ اسے اپنی تحریروں کی نقلیں بھی

تیار کرنی پڑتی تھیں۔ اس قید کے دوران اُس نے ایک ڈائری بھی تیار کی جس میں عدالت سے متعلق خاص خاص باتیں، ججوں اور گواہوں کے متعلق معلومات اور بہت سی دوسری ضروری چیزیں لکھیں۔ اس کے علاوہ ڈیمیتروف نے اپنی اس ڈائری میں عدالت میں دیئے جانے والے بیان کا خاکہ اور متوقع سوالات کے جوابات نیز فسطائیوں کے اخبارات کے مطالعہ سے حاصل ہونے والی ضروری معلومات اور نکات بھی درج کر لئے تھے۔ ڈیمیتروف ایک عظیم سیاسی لیڈر تھا۔ اُس نے اپنی سیاسی بصیرت سے کام لے کر فسطائی مقاصد کے ترجمان اخباروں میں شائع ہونے والے مواد سے بعض ایسے نکات اور نتائج اخذ کئے تھے جن سے عدالتی کارروائی کے دوران اپنے مؤقف کی تائید اور دشمن کی تردید کا کام کیا جا سکتا تھا۔ ڈیمیتروف نے چھ ماہ کی قید کے دوران جن کتابوں کا مطالعہ کیا تھا ان سے ضروری اقتباسات بھی اپنی اس ڈائری میں لکھے تھے۔ اُس نے جرمنی کی تاریخ جو کم و بیش ۷۰۰ صفحات پر پھیلی ہوئی تھی قید ہی میں پڑھی تھی۔

ڈیمیتروف نے یہ سب باتیں اور یادداشتیں کاغذ کی ان چھوٹی چھوٹی پرچیوں پر لکھی تھیں۔ جو قیدیوں کو نام اور نمبر لکھنے کے لئے دی جاتی تھیں۔ قیدخانے کے نگرانوں نے کاغذ کے چھوٹے چھوٹے پرزوں پر لکھی ہوئی ان عبارتوں پر کوئی خاص توجہ نہ کی اور اس طرح یہ قیمتی تحریریں تلف ہونے سے بچا لی گئیں۔

یہ تحریریں جو ڈیمیتروف نے قیدخانے میں کاغذ کے چھوٹے چھوٹے پُرزوں پر لکھی تھیں، نہایت قیمتی دستاویزات کا درجہ رکھتی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مردِ مجاہد نے قیدخانے میں بھی اپنے اور ساتھی قیدیوں کے حقوق کے حصول اور تحفظ کے لئے قابلِ تقلید جدوجہد کی تھی اور اسے ان مراعات کے حصول کے لئے بھی لڑنا پڑا تھا جو فسطائی قانون کے مطابق اسے حاصل تھیں۔

ان دستاویزات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ڈیمیتروف نے جو کچھ کہا ہے اس عظیم مقصد کے حصول کے لئے کیا ہے جس میں محنت کش طبقہ کا مفاد تھا۔ اُس نے ریشتاغ فائر کیس کی عدالتی

کارروائی میں فسطائیت کو ننگا اور حقیقت کو بے نقاب کرنے کی پوری پوری کوشش کی۔اسی مقصد کے لئے اس نے جرمنی کی تاریخ اور قانون کا مطالعہ کیا تھا۔اُس نے نازیوں کے برسرِاقتدار آنے سے پہلے کی حکومت اور نازیوں کی سیاسی جدوجہد اور ان کی حکومت کا گہرا مطالعہ کیا تھا اور اسی مقصد کے لئے اُس نے خاص محنت کر کے جرمنی زبان سیکھی تھی۔قید کے دنوں میں یہ روزانہ دس بارہ گھنٹے کام کرتا تھا۔

ڈیمیتروف کی ان بیش بہا تحریروں سے اس کے کارناموں اور جرمنی کی حکومت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔گرفتاری کے وقت اس سے اس کی عینک چھین لی گئی تھی اور اسے اخبارات کے مطالعہ کی اجازت حاصل کرنے کے لئے خاصی جدوجہد کرنی پڑی۔

فسطائیوں کا خیال تھا کہ ڈیمیتروف جسمانی اذیتوں سے تنگ آ کر اُن کے سامنے جھک جائے گا لیکن ان کا یہ خیال غلط ثابت ہوا۔

جرمنی میں ریشتاغ میں آتش زدگی کے واقعہ کے بعد قتل و غارت کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ہزاروں محنت کش اور ان کے لیڈر قتل کر دیئے گئے۔یہودیوں پر بے پناہ مظالم ڈھائے گئے اور پورے ملک میں وحشت و بربریت کا کھیل کھیلا جانے لگا۔ان حالات نے عدالتی کارروائی اور اُس کی تیاری کو اور زیادہ اہمیت دے دی۔

عدالتی کارروائی میں تاخیر

"عدالتی کارروائی شروع کرنے میں غیر ضروری تاخیر روا رکھی گئی ہے۔تحقیقات کے کام میں حکومت نے مداخلت کی ہے۔ڈرانے دھمکانے کے حربے استعمال کیئے گئے ہیں۔مختلف اور متضاد نوعیت کے بیانات دیئے گئے ہیں۔قیدیوں سے ظالمانہ سلوک کیا گیا ہے۔حالات اس قسم کے ہو گئے کہ حکومت ملزموں کے خلاف ثبوت پیش نہ کر سکی اور عدالت ایک دوسری عدالت یعنی عوام کی عدالت کے سامنے ایک

ملزم کی حیثیت، اختیار کر گئی۔

حکومت نے ایک جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لئے ایک اور جھوٹ تراشا اور پھر اُسے ثابت کرنے کے لئے ایک اور۔ پولیس کے افسروں کو عدالت میں گواہوں کے طور پر پیش ہونا پڑا۔ حکومت نے عدالتی کارروائی میں مداخلت کا جُرم کیا اور عوامی عدالت نے حکومت اور پولیس کو مجرم ثابت کر دیا جس سے دونوں کی رسوائی ہوئی۔"

یہ عبارت جو اُوپر پیش کی گئی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ریشتاغ فائر کیس کی عدالتی تحقیقات کے بعد لکھی گئی تھی اور اس میں ان حقائق، دھاندلیوں اور ناانصافیوں کو بے نقاب کیا گیا ہے، جو ریشتاغ فائر کیس کی تیاری اور عدالتی کارروائی میں جرمنی کے فسطائی حکمرانوں نے روا رکھی تھیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس عبارت کا اس واقعہ سے دُور کا بھی تعلق نہیں۔ یہ عبارت محنت کشوں کے عظیم راہنما کارل مارکس (KARL MARX) نے ۱۸۵۲ء میں کمیونسٹوں کے خلاف ایک مقدمے کے عدالتی فیصلے کے بعد لکھی تھی۔ یہ مقدمہ ریشتاغ فائر کیس کے ۸۱ سال پہلے کولون (KOLONE) شمال مغربی جرمنی کا ایک شہر ہے) کی عدالت میں چلایا گیا تھا۔ اس مدّت میں دنیا کے حالات بدل چکے تھے۔ کمیونزم ایک عظیم طاقت بن چکا تھا۔ زمین کے چھٹے حصّے پر یو، ایس، ایس، آر میں کمیونسٹ اپنی حکومت قائم کر چکے تھے۔ محنت کشوں نے کمیونسٹ قیادت کے تحت عظیم سوشلسٹ انقلاب کامیاب کرلیا تھا محنت کشوں کے دشمن سرمایہ داروں کا اقتدار مٹ چکا تھا۔ انسانوں کے ہاتھوں انسانوں کی تباہی کا نظام اپنی بساط لپیٹ چکا تھا۔ اشتراکی معاشرہ قائم ہو چکا تھا۔ سوشلسٹ اور کمیونسٹ قیادت کے تحت دنیا بھر کے محنت کش اپنے حقوق کے حصول اور تحفظ کے لئے جدوجہد کر رہے تھے۔ لیکن جرمنی کے فسطائی حکمران ۸۱ سال کی طویل مدّت گزر چکنے کے بعد ریشتاغ فائر کیس میں وہی کردار ادا کرنے میں مصروف تھے جو ۸۱ سال پہلے کولون کی عدالت میں اس وقت کے سرمایہ داروں نے ادا کیا تھا اور آج بھی کمیونسٹوں کے خلاف اس قسم کے الزام تراشے جارہے تھے جس قسم کے الزام ۸۱ سال پہلے تراشنے کی شرمناک سازش کی گئی تھی۔

آج ڈیمیتروف لینن کی اس عظیم تعلیم پر عمل کر رہا تھا جس میں بتایا گیا ہے کہ:

"دشمن کی عدالت میں سب سے پہلے یہ واضح کر دینا چاہیے کہ ہم کون ہیں؟ —— کیا چاہتے ہیں؟"

ڈیمیتروف نے لیپ زیگ (LEIPZIG) کی عدالت میں کمیونزم کی اصولی اور بنیادی باتوں کی تشریح کی اور واشگاف الفاظ میں بتایا کہ:

"یہ سچ ہے کہ میں بالشویکی ہوں۔ میں انقلاب پسند پرولتاری ہوں۔ میں بلغاریہ کی کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کا رکن ہوں۔ میں بین الاقوامی کمیونسٹ پارٹیوں کی تنظیم کی انتظامیہ کا ممبر ہوں۔ میں ایک ذمہ دار کارکن اور لیڈر رہوں۔ میں مہم جو قسم کا آدمی نہیں ہوں اور نہ ہی میں سازشی یا تخریب پسند ہوں کہ آتش زنی جیسے اوچھے کردار کا مظاہرہ کروں۔

میں سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی کا حامی اور طرفدار ہوں۔ میری پارٹی سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی ہے جو زمین کے چھٹے حصے پر حکومت کر رہی ہے اور یہ ملک جس پر میری پارٹی کا اقتدار ہے سوشلزم کی تعمیر میں کامیابی سے آگے بڑھ رہا ہے۔"

ڈیمیتروف نے کارل مارکس کے کلمات کو دہراتے ہوئے عدالت میں کہا:۔

"کمیونسٹ اپنے مقصد یا طریق کار کو چھپاتے نہیں۔ یہ اعلانیہ طور پر موجودہ سرمایہ دارانہ نظام کے مخالف ہیں۔ برسر اقتدار طبقہ ان سے خائف ہے کیونکہ کمیونسٹ محنت کش طبقہ کے لوگ ہیں۔ ان کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس کے چھن جانے کا خطرہ ہو۔ سوائے غلامی اور غلامی کی زنجیروں کے فتح اور کامیابی انہی کے لئے ہے۔ بس ضرورت اس بات کی ہے کہ دنیا بھر کے محنت کش متحد ہو جائیں"

لیپ زیگ (LEIPZIG) کی عدالت کے جج صاحبان مقدمات میں مختلف قسم

کے دفاعی اصولوں سے واقف تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ملزم اپنی صفائی میں کس قسم کی باتیں کیا کرتے ہیں لیکن ہر چیز جو ڈیمیٹروف نے پیش کی تھی ان سب کے لیے نئی اور انوکھی تھی۔ انہیں علم نہ تھا کہ کمیونسٹ عدالتوں میں اپنے دفاع کے سلسلے میں کچھ نہیں کہا کرتے۔ ججوں نے امکان بھر کوشش کی کہ ڈیمیٹروف کو والٹامل سے خاموش کر دیں لیکن وہ ایسا نہ کر سکے۔ ڈیمیٹروف کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک جملہ ساری دنیا میں گونج پیدا کر دیتا اور خاص کر جرمنی کے محنت کش عوام میں زبان زد محاورہ اور گفتگو کا روزمرہ بن جاتا۔

ڈیمیٹروف نے لینن کی ہدایات پر عمل کیا اور عدالت میں جو بات کہی محنت کش عوام کے مفاد کے لیے کہی۔ اُس نے عدالت کے سامنے اپنے دفاع اور بچاؤ کے لیے کچھ نہیں کہا۔ اُس نے جو کچھ کہا دشمن کو مجرم ثابت کرنے کے لئے کہا۔ اُس نے یہ نہیں کہا کہ میں مجرم نہیں بلکہ جو کہا وہ یہ تھا کہ پولیس مجرم ہے۔ حکومت مجرم ہے، عدالت مجرم ہے اور پورا فسطائی نظام مجرم ہے اُس نے عدالت میں اپنے اُوپر عائد الزامات کی صفائی پیش نہیں کی بلکہ ایک جج کی طرح اپنے دشمن کو مجرم ثابت کر کے اس کے خلاف فیصلے صادر کرتا رہا۔

اُس نے فسطائیت کے راہنماؤں کو مجرم ثابت کیا۔ اُس نے ان پر الزام لگایا کہ انہوں نے کمیونسٹوں کو مشتعل کرنے کا جرم کیا ہے۔ انہوں نے محنت کشوں کے مفادات کو نقصان پہنچانے کی مجرمانہ سازش کی ہے۔ اُس نے کہا کہ فسطائی حکمرانوں نے جیل میں اس پر اس کے ساتھی قیدیوں پر ظلم کیے ہیں۔ اُس نے کہا کہ عدالت نے اُسے قانونی مدد سے محروم کر کے قانون کی خلاف ورزی کی ہے۔ اُس نے کہا کہ عدالت نے بددیانتی کا ارتکاب کیا ہے۔ اُس نے سرکاری وکیل پر جھوٹ بولنے اور جعلسازی کرنے کا الزام لگایا۔ اُس نے کہا کہ مجھ پر جو الزامات عائد کیے گئے ہیں یہ سب کے سب ابتدائی تحقیقات کے بعد سوچے گئے تھے۔ ابتدائی تحقیقات کے دوران مجھ پر کوئی الزام عائد نہیں کیا گیا۔ اب عدالت میں جن الزامات کی شکایت کی جا رہی ہے یہ میں پہلی بار سن رہا ہوں۔ اس نے بلغاریہ کی فسطائی حکومت پر الزام لگایا کہ اُس نے بیس ہزار انقلاب پسند محنت کشوں کا

قتل عام کیا ہے اور یہ کہ اس حکومت نے بے شمار ادیب اور دانشور قتل کیے ہیں۔

ڈیمیتروف لیپ زیگ کی فسطائی عدالت میں فسطائیت کے خلاف جنگ لڑ رہا تھا اور دنیا بھر کے محنت کش اس کی تائید اور حمایت کر رہے تھے۔

استغاثہ کے گواہ

ڈیمیتروف کے خلاف گواہی دینے والوں کا پہلا گروہ پولیس کے بڑے بڑے افسروں پر مشتمل تھا اس گروہ میں ملک کی سب سے بڑی عدالت سپریم کورٹ کا ایک مجسٹریٹ بھی شامل تھا۔

ان گواہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ ملزموں میں شامل ڈچ باشندہ لوبے (LUBBE) کمیونسٹ ہے اور یہ کہ اس نے ڈیمیتروف اور دوسرے ملزموں سے ملاقات کی تھی۔

ڈیمیتروف کی جرح پر گواہ کو یہ تسلیم کرنا پڑا کہ لوبے نے ملزموں سے ملاقات نہیں کی تھی۔ بلکہ پولیس نے اسے (گواہ کو) اس کے فوٹو دکھائے تھے۔ اس موقع پر ڈیمیتروف نے ایک زبردست سوال کر کے سرکاری گواہوں اور وکیل کو پریشان کر دیا۔ اس نے سوال کیا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ پولیس نے لوبے سے ابتدائی تحقیقات کے دوران ترجمان کے ذریعہ بات چیت کی تھی جب کہ لوبے جرمن زبان جانتا اور اچھی طرح بول سکتا تھا؟

اس اعتراض سے ڈیمیتروف نے عدالت کو اس طرف توجہ دلانے کی کوشش کی تھی کہ ابتدائی رپورٹ غلط ہے جس میں درج ہے کہ پولیس نے ترجمان کے ذریعہ لوبے سے بات چیت کی تھی اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ابتدائی تحقیقات کی رپورٹ پر ڈیمیتروف کے جعلی دستخط ہیں۔

ڈیمیتروف نے تحقیق کرنے والے مجسٹریٹ سے سوال کیا کہ:

"کیا آپ نے یکم اپریل کو یہ اعلان شائع کرایا تھا کہ ڈیمیتروف اور دوسرے لیڈروں نے لوبے سے مل کر ریشتاغ کو آگ لگائی ہے۔"

ڈیمیتروف نے اپنے اس سوال پر زور دیتے ہوئے مطالبہ کیا کہ:

"سوال کا جواب، ہاں یا نہیں میں دو ٹوک دیا جائے۔"

عدالت نے ڈیمیتروف کو ٹوکا اور اُسے تنبیہ کی کہ عدالت کے قواعد کا احترام کرے اور تحقیق کرنے والے مجسٹریٹ کے عہدے اور مقام کا خیال رکھے اور اس قسم کے سوالوں سے اس کی توہین نہ کرے۔

ڈیمیتروف نے اپنے سوال کے بارے میں کہا کہ" اس کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ تحقیق میں جانبداری سے کام لیا جا رہا ہے۔"

. عدالت نے ایک بار پھر ڈیمیتروف کو خاموش کرنے کی کوشش کی اور کہا کہ" ملزم کو اس بات کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ تحقیق کرنے والے مجسٹریٹ کی توہین کرے۔"

ڈیمیتروف خاموش نہ ہوا اور اس نے ایک دوسرا سوال کر دیا کہ" آخر یہ جھوٹ کیوں بولا گیا ہے کہ لوبے (LUBBE) نے اپنے مجرم ہونے کا اقرار کر لیا ہے۔"

مجسٹریٹ نے کہا کہ" میں کوئی معمولی آدمی نہیں ہوں۔ میں مجسٹریٹ ہوں اور اپنی توہین برداشت نہیں کر سکتا۔"

اس پر ڈیمیتروف نے حسب ذیل بیان دیا:-

" ملک کے موجودہ رائج قانون کے مطابق مجھے ہتھکڑی لگا کر نہیں رکھا جا سکتا نیز پولیس کے بیان کو درست مان لیا جائے تو جرمنی کے ساٹھ لاکھ کمیونسٹ جنہوں نے کمیونسٹ پارٹی کو ووٹ دیئے تھے ریشتاغ کو آگ لگانے کے مجرم ہیں۔ اور سب کو عدالت کے سامنے پیش کرنا ضروری ہے۔"

عدالت کے حکم سے پولیس نے ڈیمیتروف کو پکڑ کر بٹھا دیا اور اُسے بولنے سے روک دیا اور پھر باقاعدہ اعلان کر دیا کہ ملزم کو عدالت میں بولنے کے حق سے محروم کیا جاتا ہے لیکن عدالت کا یہ فیصلہ بعد از وقت تھا۔ ڈیمیتروف کی لاجواب جرح اور تنقید نے ساری دنیا کو حقیقت حال سے باخبر کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ براؤن بک (BROWN BOOK) کی

لاکھوں جلدیں تقسیم ہو چکی تھیں۔ اخبارات میں اس کتاب کے طویل اقتباسات شائع ہو چکے تھے اور اب لیپ زیگ کی عدالت محض اپنے دفاع کے لئے کوشش کر رہی تھی۔ عدالت مجبور تھی کہ براؤن بک میں مندرج واقعات کو غلط ثابت کرے۔ اس کی تمام تر کوشش لوبے (LUBBE) کو مجرم ثابت کرنے کے لئے تھی۔ اس لئے کہ اگر لوبے مجرم ثابت نہیں ہوتا تو سوال پیدا ہوتا تھا کہ پھر ریشتاغ میں آتش زنی کا اصل مجرم کون تھا اور اگر یہ کہا جائے کہ لوبے کے ساتھ جرم میں دوسرے لوگ بھی شریک تھے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ لوگ لوبے کے ساتھ ہی گرفتار کیوں نہیں کئے گئے جب کہ موقع واردات سے بھاگ نکلنے کا کوئی راستہ ہی نہیں تھا سوائے اس راستے کے جو گوئرنگ کی رہائش گاہ کا راستہ تھا۔

عدالت کے اس مؤقف سے ڈیمیٹروف نے فائدہ اٹھا کر سوال کر دیا کہ "اگر آگ لوبے نے لگائی ہے اور اس کے ساتھ کوئی دوسرا شخص شریک نہیں تھا تو اس نے اتنا بڑا مشکل اور خطرناک کام اکیلے کیونکر کر ڈالا؟"

اس سوال کا جواب کسی سے نہ دیا جا سکا۔ لوبے نے صرف اس قدر کہا کہ "میں کچھ نہیں جانتا۔"

ڈیمیٹروف نے لوبے سے دوسرا سوال کیا کہ "تم نے آگ لگانے کے لئے ایندھن کہاں سے اور کس سے حاصل کیا تھا؟"

اس پر لوبے نے عدالت سے درخواست کی کہ "اسے جواب دینے پر مجبور نہ کیا جائے۔"

اس پر ڈیمیٹروف نے صاف اور کھلے الفاظ میں کہا کہ "اس کا مطلب یہ ہے کہ لوبے دوسروں کے ہاتھوں میں کھیل رہا تھا اور یہ کام اس نے دوسروں کے اشارے پر کیا ہے۔"

اس پر عدالت نے چیخ کر کہا کہ "ڈیمیٹروف! فیصلہ کرنا اور بیانات سے نتائج اخذ کرنا تمہارا کام نہیں یہ ہمارا کام ہے۔"

عدالت نے کئی بار ڈیمیٹروف کو بولنے کے حق سے محروم کرنے کی کوشش کی اور اسے حکم دیا کہ وہ چپ رہے لیکن وہ جرأت اور بے باکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنا مؤقف پیش

کرتا اور فسطائیوں پر ہوش گم کر دینے والے سوالات کرتا رہا۔ اس نے جھوٹے گواہوں کے بیانات کے تضاد سے ثابت کر دیا کہ فسطائیوں نے کمیونسٹوں کے خلاف سازش کی ہے۔

ریشتاغ کے محافظ نے شہادت دی کہ اس نے ۲۷ فروری کو جس روز ریشتاغ میں آتش زنی کا واقعہ پیش آیا ڈیمیتروف کو دیکھا۔ حالانکہ سرکاری وکیل اس سے پہلے تسلیم کر چکا تھا کہ ڈیمیتروف اس روز ایک دوسرے شہر میونخ (MUNICH) میں تھا۔

گواہ کے اس جھوٹے بیان پر عدالت میں موجود ڈیمیتروف سمیت سب ہنس پڑے اور ڈیمیتروف نے کہا کہ "میں جانتا ہوں کہ یہ گواہ کس کا زرخرید ہے؟"

اور پھر سرکاری وکیل سے مخاطب ہو کر کہا کہ "میں آپ کو ایسے گواہ کے بیان پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔"

سرکاری وکیل اور استغاثہ کی طرف سے پیش ہونے والے گواہوں کے جھوٹ اور جعل کا پردہ چاک ہو جانے پر یہ سب لوگ آہستہ آہستہ عدالت کے کمرے سے باہر چلے گئے اور ان کی جگہ گواہوں کی ایک دوسری جماعت نے لے لی۔ یہ لوگ خفیہ پولیس کے ایجنٹ تھے۔

نئے گواہوں میں ایک گواہ ہنز (HINZ) نے عدالت کو بتایا کہ میں پولیس کی ہدایات کے مطابق کمیونسٹ پارٹی میں شامل رہا ہوں۔ اسے قید خانے سے نکال کر عدالت میں گواہی کے لئے پیش کیا گیا تھا۔ عدالت میں ان جرائم کی فہرست بھی پیش کی گئی تھی جن کے ارتکاب کے الزام میں اسے مختلف سزائیں دی گئی تھیں اور یہ قید کی سزا کاٹ رہا تھا۔

ڈیمیتروف نے کھڑے ہو کر اعتراض کیا کہ "اس قسم کے مجرم اور بدکردار شخص کو گواہ کے طور پر عدالت میں کیوں پیش کیا جا رہا ہے؟"

ڈیمیتروف کے اس اعتراض پر جج مجبور ہو گیا اور اس نے اس فرضی گواہ ہنز (HINZ) کو عدالت سے نکال دیا۔

اس کے بعد ایک دوسرا گواہ پیش کیا گیا۔ اس کا نام تھا گروتے (GROTTE) ڈیمیتروف

نے اُسے غور سے دیکھا اور معلوم کر لیا کہ یہ شخص ذہنی طور پر مریض ہے۔ آخر ڈیمیتروف کے مطالبے پر اس کا طبی معائنہ کیا گیا تو واقعی یہ شخص ذہنی مریض ثابت ہوا۔

اب تیسرا گواہ پیش کیا گیا جس کا نام کام فیر (KAMMERHEER) تھا۔ یہ چور تھا اور چوری کے الزام میں دو بار سزا کاٹ چکا تھا۔

پھر لی برمین (LEBERMANN) نامی ایک اور گواہ پیش کیا گیا جس کے بیانات میں حد درجہ تضاد تھا۔

آخر ڈیمیتروف نے احتجاج کرتے ہوئے سوال کیا کہ" ـــ اس قسم کے لغو اور بے ہودہ گواہوں کو عدالت میں کیوں پیش کیا جا رہا ہے؟"

اُس نے مزید کہا کہ" ـــ یہ استغاثہ کی بدنصیبی ہے کہ اس کی طرف سے عدالت میں پیش ہونے والے گواہ یا پاگل ہیں یا مجرم۔ استغاثہ کے پاس کوئی معیاری اور صحیح گواہ نہیں ہے۔"

ان پاگل اور مجرم گواہوں کے بعد ریشتاغ کے تین ڈپٹی بطور گواہ عدالت میں حاضر ہوئے ان میں سے ایک گواہ کریر (KREYER) کے بیان پر ڈیمیتروف نے اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ "اس شخص نے ابتدائی تحقیقی عدالت میں بیان دیتے ہوئے کہا تھا کہ حادثہ کے روز میں گوئرنگ (GOERING) کے گھر تھا اور آج کہہ رہا ہے کہ میں دوسرے روز گوئرنگ کے گھر گیا تھا۔"

گواہ کے بیانوں میں اس تضاد کو بے نقاب کرنے کے بعد ڈیمیتروف نے کہا، "میں سمجھتا ہوں کہ گواہ نے غلط بیانی سے کام لیا ہے اور اُس نے اپنا بیان کسی دوسرے شخص کے کہنے پر دیا ہے۔"

ڈیمیتروف کے اس بیان سے ہر شخص جان رہا تھا کہ ڈیمیتروف ہٹلر کے دست راست گوئرنگ پر الزام لگا رہا ہے کہ وہ ریشتاغ کو آگ لگانے کی سازش میں شریک تھا۔ عدالت نے ڈیمیتروف کو گواہ پر اعتراض اور جرح کرنے کے حق سے محروم کر دیا تھا لیکن پھر بھی ڈیمیتروف نے سوال کر ڈالا کہ "کیا گواہ کو اس حقیقت کا علم ہے کہ آسٹریا میں نیشنل سوشلسٹ در کرز خفیہ سرگرمیوں

میں مصروف ہیں اور یہ کہ یہ لوگ جھوٹے اور جعلی پاسپورٹ استعمال کر رہے ہیں۔ اور ان کا یہ عمل اس سے مختلف نہیں کہ میں آج برلین میں ہوں۔"

اس سوال پر کریر (KREYER) سیخ پا ہو گیا اور چیخ کر بولا کہ "اس سوال کا ریشتاغ فائر کیس سے کوئی تعلق نہیں۔ نیز میں ایک جرمن ہونے کی حیثیت سے آسٹریا میں کام کر سکتا ہوں میرے اور ڈیمیٹروف کے درمیان فرق ہے" (یعنی مجھے آسٹریا میں سیاسی سرگرمیوں کا حق ہے لیکن ڈیمیٹروف کو جرمنی میں اس قسم کا حق نہیں۔)

ڈیمیٹروف نے کہا: "واقعی تم میں اور مجھ میں فرق ہے۔ یہ فرق وہی ہے جو ایک نیشنل سوشلسٹ اور کمیونسٹ میں ہو سکتا ہے۔ میرا مقصد صرف یہ ثابت کرنا تھا کہ خفیہ کام کرنا صرف کمیونسٹوں ہی کا خاصہ نہیں۔"

اب ڈیمیٹروف دوسرے گواہ کاروان (KARWANNE) کی طرف متوجہ ہوا۔ یہ جرمنی میں ٹراٹسکی (TROTSKY) کے گروہ کا حامی تھا۔ ڈیمیٹروف نے اُسے مخاطب کر کے کہا: "تم کاروان! صرف اس لئے نیشنل سوشلسٹ ہو کہ اس کے بغیر ریشتاغ میں بطور ڈپٹی نہیں رہ سکتے۔"

اس موقع پر ڈیمیٹروف نے ٹراٹسکی ازم سے فاشزم تک تبدیلی کے محرکات پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ "ٹراٹسکی ازم کے حامی وہی لوگ ہیں جو انقلاب کے مخالف ہیں۔"

گورنگ گواہوں کے کٹہرے میں

ڈیمیٹروف نے عدالت میں فسطائیوں پر زبردست اعتراضات کئے۔ فسطائی جج نے کئی بار کوشش کی کہ ڈیمیٹروف کو روکے لیکن اُس نے جرأت اور بے باکی سے کام لے کر دشمن پر حملہ کا کوئی موقع جانے نہ دیا اور مخالفوں پر سوالوں کی بوچھاڑ کرتا رہا۔ اس کی جرح، سوالات، اعتراضات اور بیانات سے کیس کی اصل حقیقت اور استغاثہ کی کمزوری بے نقاب ہو گئی اور ہر کسی نے جان لیا کہ ریشتاغ کو آگ لگانے والے فسطائی خود تھے۔ اور اس آتش زنی سے اُن کا مقصد کمیونسٹوں پر

تخریبی کارروائی کا الزام لگا کر انہیں کچلنا تھا۔ اب، عدالت میں فسطائی لیڈر پریشان تھے اور انہیں محسوس ہو رہا تھا کہ جو الزام انہوں نے کمیونسٹوں پر لگانے کی سازش کی تھی وہ خود اُن کے خلاف ثابت ہو رہا تھا۔ اب سوال دوسروں پر الزام لگانے کا نہیں بلکہ اپنی صفائی پیش کرنے کا تھا۔ فسطائیوں نے اپنی طاقت اور قوت کے انتہائی مظہر گوئرنگ (GOERING) اور گوئبلز (GOEBBELS) کو گواہ بنا کر عدالت میں لا کھڑا کیا۔

ڈیمیتروف اور گوئرنگ کے درمیان تُو تُو مَیں مَیں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ یہ لڑائی دو مختلف اور متضاد طبقوں کے نمائندوں کے درمیان تھی۔ گوئرنگ زوال پذیر سرمایہ داروں کے طبقے کا نمائندہ تھا اور ڈیمیتروف ترقی پذیر محنت کشوں کا نمائندہ۔ ان دنوں ایک آرٹسٹ نے ان دونوں نمائندوں کی ایک تصویر بنائی تھی۔ جس میں کمیونسٹوں کا نمائندہ ڈیمیتروف بڑا اور فسطائیوں کا نمائندہ گوئرنگ چھوٹا نظر آ رہا تھا۔ یہ تصویر ان دنوں خوب مشہور ہوئی تھی اور دنیا بھر کے اخبارات میں شائع ہوئی تھی۔

گوئرنگ اور ہٹلر (HITLER) دو شخص جرمنی میں سب سے زیادہ طاقت اور اختیارات کے مالک تصور کیے جاتے تھے۔ جب گوئرنگ عدالت میں داخل ہوا تو اُس کا محافظ دستہ اس کے ساتھ تھا۔ کمرۂ عدالت میں جو لوگ موجود تھے اس کے آنے پر سب ادب اور احترام میں اٹھ کھڑے ہوئے اور سب نے نازی آداب کے مطابق گوئرنگ کو سلام کیا۔

گوئرنگ جو نازی حکومت کا وزیر تھا اُس نے پورے ڈیڑھ گھنٹے تک عدالت میں تقریر کی جس میں ڈیمیتروف پر الزامات لگائے گئے تھے۔ اس کے ایک ایک جملے پر عدالت میں موجود فسطائی خوشی سے تالیاں بجاتے اور اُسے داد دیتے تھے۔ گوئرنگ کی طویل تقریر کے بعد ڈیمیتروف بولا اور اُس نے جرح کرتے ہوئے پوچھا کہ

"آپ نے ۲۸ اور ۲۹ فروری کو بحیثیت وزیر داخلہ آتش زدگی کی تحقیقات کے سلسلے میں کیا کیا؟ لوبے (LUBBE) ریشتاغ میں کیسے داخل ہوا؟ آپ

نے بحیثیت وزیر داخلہ ۲۸۔ فروری کو یہ بیان کیسے دیا تھا کہ تورگلیر (Torgler)
جرمنی کی کمیونسٹ پارٹی کے لیڈر نے ریشتاغ کو آگ لگانے میں حصّہ لیا ہے اور
یہ کہ لوُبے کے قبضے سے کمیونسٹ پارٹی کے ممبر ہونے کا کارڈ برآمد ہوا ہے جب
کہ پولیس نے عدالت میں بیان دیا ہے کہ اس قسم کی کوئی چیز لوُبے کے پاس
نہ تھی۔"

وزیر داخلہ گوئرنگ جو شروع میں حاکمانہ انداز میں بول رہا تھا، ڈیمیتروف کے سوالوں
پر چکرا گیا اور بجائے سوالوں کا جواب دینے کے ادھر اُدھر کی باتیں کرنے لگا اور ساتھ ہی
ڈیمیتروف کو دھمکیاں دینے لگ گیا۔ اور غصّے سے لال پیلا ہو کر بولا کہ" یہ کمیونسٹ پارٹی
غنڈوں اور مجرموں کی پارٹی ہے۔ اسے فوری طور پر کچل دینا چاہیے۔"

ڈیمیتروف نے نہایت تحمّل اور پُروقار انداز میں جواب دیا کہ" کمیونسٹ پارٹی فسطائیت
کے خلاف لڑنے والوں کی پارٹی ہے اور اس لڑائی میں فتح اسی کی ہوگی۔"

اُس نے گوئرنگ سے مخاطب ہو کر کہا،" کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ پارٹی دنیا کے چھٹے حصّے
پر حکومت کر رہی ہے جس کا نام سوویت یونین ہے اور یہ کہ سوویت یونین کے جرمنی کے
ساتھ سفارتی، سیاسی اور اقتصادی تعلقات ہیں جن کی بدولت ہزاروں جرمن برسرروزگار
ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ بحیثیت ذمہ دار اور وزیر داخلہ ہونے کے یہ سب باتیں جانتے
ہیں اور جان بوجھ کر کمیونسٹ پارٹی کو مجرموں کی پارٹی کہہ رہے ہیں۔"

اس موقع پر عدالت نے گوئرنگ کی مدد کرتے ہوئے ڈیمیتروف کو حکم دیا،" کمیونسٹ پارٹی
کا پروپیگنڈا مت کرو، خاموش ہو جاؤ۔"

ڈیمیتروف نے عدالت سے مخاطب ہو کر کہا،" جناب! وزیر داخلہ نیشنل سوشلسٹ پارٹی
کا پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔" اور ساتھ ہی کہا کہ" بالشویک نظریہ سوویت یونین میں برسراقتدار ہے
سوویت یونین دنیا کا سب سے بڑا ملک ہے اور جرمنی میں لاکھوں کی تعداد میں لوگ اس کے حامی ہیں۔"

کیا آپ حضرات کو اس کا علم ہے؟"

گوئرنگ نے ڈیمیتروف کی بات کاٹتے ہوئے کہا:

"ہاں! جرمنی کے لوگ جانتے ہیں کہ تمہارا رویہ غلط اور گستاخانہ ہے اور تم نے ریشتاغ کو آگ لگانے کا جرم کیا ہے۔ میں عدالت میں اس لئے نہیں آیا کہ تم ایک جج کی طرح مجھ پر سوال کرو بلکہ میرے نزدیک تم مجرم ہو اور پھانسی دیئے جانے کے قابل ہو!"

گوئرنگ نے عدالت کے احترام اور قاعدہ کا خیال کئے بغیر چیخ چیخ کر ڈیمیتروف کو گالیاں دیں اور اسے باہر نکل جانے کے لئے کہا۔

ڈیمیتروف نے باوقار انداز میں جواب دیا:

"تمہارے پاس میرے سوالوں کا کوئی جواب نہیں اور تم میرے سوالوں سے ڈر گئے ہو۔ اس لئے اس قسم کی باتیں کر رہے ہو۔"

آخر عدالت کے حکم سے ڈیمیتروف کو جبراً عدالت کے کمرے سے باہر نکال دیا گیا اور گوئرنگ نے اُسے دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ "میں عدالت کے بعد تم سے نمٹ لوں گا۔"

ڈیمیتروف کے ساتھ اس وحشیانہ برتاؤ کے خلاف ساری دنیا میں احتجاج کیا گیا۔ عدالت میں جج موجود ہے اور گواہ ملزم کو گالیاں دیتا، اُسے دھمکیاں دیتا، بُرا بھلا کہتا، عدالت کے کمرے سے باہر نکال دیتا ہے۔ فسطائیوں کے اس ناروا سلوک کے خلاف ساری دنیا کے اخبارات حتیٰ کہ سرمایہ دار طبقہ کے ترجمان اخباروں نے بھی مضامین شائع کئے اور اداریئے لکھے۔

اس واقعہ کے دوسرے روز لندن کے اخبار "اوبزرور" (OBSERVER) نے لکھا کہ:-

"گوئرنگ (GOERING) براؤن بک (BROWN BOOK) میں بیان کئے گئے واقعات کی تردید نہیں کر سکا۔ ملزم کے خلاف استغاثہ کی تائید میں کوئی دلیل پیش نہیں کر سکا۔ بلکہ وہ تو اپنی پارٹی نیشنل سوشلسٹ پر لگائے گئے کسی الزام کی تردید تک نہیں کر سکا۔"

لندن کے ایک دوسرے اخبار "ڈیلی ٹیلیگراف" (DAILY TELEGRAPH) نے لکھا:۔

"عدالت نے خودکشی کی ہے۔ اس لئے کہ انصاف کے تقاضے کے مطابق یہ گوئرنگ کو ڈیمیتروف کی توہین کے جرم میں کمرۂ عدالت سے باہر نہ نکال سکی اور اب ہم جان چکے ہیں کہ اصل واقعات کیا ہیں۔"

سوئیٹزرلینڈ کے ایک اخبار (NEVEZURICHERZEITUNG) نے لکھا:۔

"عدالت کی موجودگی میں گواہ (گوئرنگ) نے ڈیمیتروف کو گالیاں اور دھمکیاں دی ہیں۔ اس واقعہ سے عدالت کی بے وضعی اور بے بسی ظاہر ہوتی ہے۔"

یہ اخبارات جن میں سے کسی ایک پر بھی کمیونسٹوں کی حمایت کا شبہ بھی نہیں کیا جاسکتا تھا ان گئے تھے کہ عدالت کے کمرے میں دلائل کے ساتھ ڈیمیتروف نے جرمنی کے سب سے زیادہ بااختیار وزیر کو چاروں شانے چت گرادیا ہے۔

عدالت میں اس تاریخی واقعہ کے بارہ سال بعد گوئرنگ (GOERING) ایک دوسری عدالت میں ملزم کی حیثیت سے پیش ہوا تھا۔ اس عدالت میں کمیونسٹوں کے جرمنی کے نازی اور فسطائی حکمرانوں پر جنگی جرائم کے ارتکاب کا الزام لگایا تھا اور دوسری عالمی جنگ میں کمیونسٹوں کے طرفدار برطانیہ، فرانس اور امریکہ نے گوئرنگ کے خلاف مقدمے کی کارروائی میں حصہ لیا تھا۔

گوئیبلز بطور گواہ

گوئرنگ کے بعد عدالت کو مشکلات سے بچانے اور استغاثے کی کہانی کو درست ثابت کرنے کے لئے گوئیبلز جو بعد میں نئی نازی حکومت میں نشر و اشاعت کے محکمے کا وزیر مقرر ہوا تھا بطور گواہ پیش کیا گیا۔ یہ گوئیبلز (GOEBBELS) ہی تھا جسے جرمنی میں فسطائی فلسفے کا سب سے زیادہ لائق اور قابل ماہر اور ترجمان سمجھا جاتا تھا اور اس کو جھوٹ اور افترا کے ماہر کی حیثیت سے عالمی شہرت حاصل ہوئی تھی۔

گوئبلز نے ڈیمیتروف کے سوالوں کا جواب دیتے ہوئے فخریہ انداز میں کہا تھا :-
"میں ڈیمیتروف کے مقصد سے باخبر ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ یہ شخص پروپیگنڈے کے فن کا ماہر ہے لیکن یہ میرے مقابلے میں کامیاب نہیں ہو سکے گا۔"
ڈیمیتروف نے گواہ سے پوچھا :
"کیا یہ حقیقت نہیں کہ محنت کشوں کا قتلِ عام کیا گیا ہے۔ جماعتی طور پر بھی اور انفرادی حیثیت سے بھی۔"
گوئبلز اس سوال کا جواب دینے سے کترانے کی کوشش کر رہا تھا کہ ڈیمیتروف نے اُسے اِدھر اُدھر جانے سے روک کر سوال کیا :
"کیا یہ حقیقت نہیں کہ اس قسم کے قتل کرنے والوں کو ہٹلر بذاتِ خود مبارک باد پیش کرتا رہا ہے۔"
گوئبلز، جج اور عدالت میں ہر شخص سمجھ گیا تھا کہ ڈیمیتروف ہٹلر کے اس پیغام کی طرف اشارہ کر رہا ہے جس میں ہٹلر نے نازی پارٹی سے تعلق رکھنے والے ان دو مجرموں کو مبارک باد دی تھی جنہوں نے محنت کش طبقہ کے ایک کارکن کو قتل کر دیا تھا۔
ڈیمیتروف نے گواہ اور جج کو جواب کی مہلت دیئے بغیر بات جاری رکھتے ہوئے کہا :
"گوئرنگ (سابق گواہ) نے عدالت میں کہا ہے کہ کمیونزم کے معنی ہیں قتل و غارت۔ یہ حقیقت ہر کوئی جانتا ہے کہ جنگ کے بعد جرمنی میں بہت سے سیاسی لیڈر قتل ہوئے ہیں۔ اس میں اکثریت محنت کش طبقے کے لیڈروں کی ہے۔ میں گواہ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ جرمنی میں یہ سیاسی قتل کس نے کئے ہیں؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ قاتل دائیں بازو کے حامی اور موجودہ نیشنل سوشلسٹ پارٹی میں ہیں؟"
گوئبلز (GOEBBELS) نے اس سوال کے جواب سے بھی بچنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا کہ "ڈیمیتروف کو اجازت ہے چاہے تو آدم و حوّا سے واقعات کا بیان شروع کر دے۔"
(گواہ کا مطلب یہ تھا کہ پرانی باتیں دہرانے سے کچھ فائدہ نہیں اور ان کا تعلق زیرِ بحث مقدمہ

سے کچھ نہیں ۔)

ڈیمتروف گواہ سے اقرار کرانا چاہتا تھا کہ قتل و غارت اور تخریبی کارروائیوں سے کام لینا فسطائیوں کا شیوہ چلا آرہا ہے ۔ گواہ ادھر ادھر کی باتیں کر کے جواب سے بچنے کی کوشش میں تھا کہ ڈیمتروف نے پوچھ لیا :

"اگر نازیوں کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنے دفاع کے لئے مسلح کارروائی کریں تو یہ حق کمیونسٹوں کو کیوں حاصل نہیں ؟"

اب عدالت میں ہر شخص محسوس کرنے لگ گیا کہ گورنگ کی طرح گوئیبلز بھی بے بس ہو چکا ہے ۔ جرمنی کے وزیر کی شکست پر لوگ چہ میگوئیاں کرنے لگ گئے اور پورے ملک میں قیاس آرائیاں ہونے لگیں ۔ دراصل لوگ یہ نہیں جانتے تھے کہ ڈیمتروف میں جرأت اور بے باکی کہاں سے آئی ہے ۔ انہیں اس حقیقت کا علم نہ تھا کہ ڈیمتروف جس محنت کش طبقے کا ترجمان ہے وہ طبقہ حق وصداقت کی راہ پر گامزن ہے اور اس عالمی سچائی نے اس میں جرأت پیدا کر دی ہے ۔ اسے اپنے طبقے کی فتح اور کامیابی کا یقین ہے اور یہ یقین اس میں جرأت اور حوصلہ پیدا کر رہا ہے ڈیمتروف جانتا ہے کہ کمیونزم ایک طاقتور نظریہ ہے ۔ یہ سیاسی اور اخلاقی میدانوں میں فتح یاب ہونے والا نظریہ ہے ۔ اور اس کے مخالف کا نظریہ گرتی ہوئی دیوار ہے ۔ سرمایہ دارانہ نظام زوال پذیر مرتا ہوا اور جاں بلب نظام ہے ۔ غرض لڑائی اور جدوجہد میں کامیابی اور فتح کے یقین کامل نے ڈیمتروف میں جرأت پیدا کر دی ہے ۔

عدالت میں جرمنی کے وزیروں اور استغاثہ کے دوسرے گواہوں کی ذلت آمیز شکست کے بعد ججوں نے اصل مسئلے پر غور کرنا شروع کیا ۔ جرمنی کی کمیونسٹ پارٹی پر الزام تھا کہ اس نے ملک میں مسلح بغاوت کا منصوبہ تیار کیا تھا اور اس بغاوت کا آغاز ریشتاغ میں آتش زنی سے ہونا تھا ۔ اس الزام کو ثابت کرنے کے لئے استغاثہ کی طرف سے گواہوں کی ایک اور جماعت عدالت میں پیش ہوئی ۔

گواہوں کی یہ نئی جماعت محنت کش طبقہ کے ان مظلوم افراد پر مشتمل تھی جنہیں قید خانوں میں ستا ستا کر غلط اور جھوٹی گواہی دینے کے لئے تیار کیا گیا تھا۔

سب سے پہلے ایک نواحی بستی کے محنت کشوں کو پیش کیا گیا۔ اُنہوں نے گواہ کے طور پر بیان دیا تھا کہ کمیونسٹوں نے پولیس کے بڑے افسروں کو قتل کرنے اور ملک میں دوسری تخریبی کارروائیوں کا پروگرام بنایا تھا۔ ان میں سے سوائے چند ایک کے سب نے استغاثہ کی کہانی کی تصدیق کرنے سے انکار کر دیا۔ دراصل پولیس نے ہزاروں محنت کشوں میں سے یہ چند افراد اپنے مطلب کے لئے چُنے تھے۔ لیکن ان میں بھی سوائے ایک آدھ کے کوئی ایسا نہ نکلا، جو کمیونسٹ پارٹی کے خلاف جھوٹی گواہی دیتا۔

جو چند گواہ عدالت میں پیش ہوئے انہوں نے بھی ڈیمیتروف کی جرح پر اس حقیقت کا اعتراف کر لیا کہ پولیس نے انہیں گواہی دینے پر مجبور کیا تھا۔ اس پر ڈیمیتروف نے عدالت سے مطالبہ کیا کہ ایسے بد دیانت پولیس افسروں کو جنہوں نے جھوٹی گواہی دینے کے لئے ان بے کسوں پر مظالم ڈھائے اور انہیں مجبور کیا ہے عدالت میں پیش کیا جائے۔ ایک دوسری شہادت کے بعد ثابت ہو گیا کہ کمیونسٹوں نے بغاوت قتل یا تخریبی کارروائیوں کا کوئی پروگرام نہیں بنایا تھا۔ پارٹی نے صرف اور صرف محنت کشوں کو متحدہ محاذ بنانے کی دعوت دی تھی۔

اس موقع پر ڈیمیتروف نے کہا:

"یہ گواہ استغاثہ کی طرف سے عدالت میں پیش ہوئے ہیں لیکن انہوں نے استغاثہ کی کہانی کی تردید کر دی ہے اور استغاثہ پر جبر کا الزام لگایا ہے۔"

ڈیمیتروف نے محنت کش طبقہ سے تعلق رکھنے والے ان گواہوں سے پوچھا:

"کیا واقعی یہ حقیقت ہے کہ انہوں نے ریشتاغ کو بغاوت کے آغاز کے اعلان کے طور پر آگ لگائی تھی؟"

اس سوال کا جواب سب نے نفی میں دیا۔ اب ڈیمیتروف نے کمال ہوشیاری اور عقلمندی

سے سوالوں کا ایک سلسلہ شروع کیا :۔

۱۔ کیا جنوری ۱۹۳۳ء میں ہٹلر کے برسراقتدار آنے سے پہلے کمیونسٹ پارٹی نے اس قسم کا کوئی فیصلہ کیا تھا کہ اگر ہٹلر برسراقتدار آگیا تو پارٹی مسلح بغاوت کرے گی؟ کیا پارٹی نے کبھی بھی بغاوت کے سوال پر سوچا تھا؟

۲۔ کیا نیشنل سوشلسٹ پارٹی (نازی پارٹی) کے برسراقتدار آجانے کے بعد آپ لوگوں کے علاقوں میں کمیونسٹوں کو گرفتار کیوں نہیں کیا گیا۔ کیا کمیونسٹوں کے لٹریچر پر پابندی نہیں لگائی گئی تھی؟ کیا کمیونسٹوں کو جلسوں سے روکا نہیں گیا تھا؟ کیا کمیونسٹوں کو انتخابات میں حصہ لینے کے حق سے محروم نہیں کیا گیا تھا؟ ان حالات میں پارٹی نے اپنے بچاؤ اور حالات سے مقابلہ کرنے کے لئے کون سی راہ اختیار کی تھی؟

۳۔ کیا اس دوران نازیوں کی طرف سے کمیونسٹوں پر حملے نہیں کئے گئے تھے؟

۴۔ کیا اس دوران آپ کے علاقوں کے نازیوں کو مسلح نہیں کر دیا گیا تھا؟

۵۔ کیا پولیس اور نیشنل سوشلسٹوں نے آپ کے علاقوں میں کمیونسٹوں کو گرفتار نہیں کیا تھا؟

۶۔ آپ لوگوں کے علاقوں میں پارٹی کی تنظیم کے قیام کے دوران کیا کبھی گزشتہ کارروائیوں اور غیر ملکی ذرائع کے استعمال کے بارے میں غور کیا گیا تھا۔

سرکاری وکیل سمجھ گیا کہ ڈیمیتروف کا ان سوالوں سے کیا مقصد ہے؟ لیکن اب ڈیمیتروف اپنا مقصد حاصل کر چکا تھا۔ اُس نے اپنی مخصوص زبان میں گواہوں کو سب کچھ بتا دیا تھا اور اس طرح ان غریب اور بے بس لوگوں نے جنہیں پولیس نے مہینوں تک ستایا اور ڈرایا تھا اور اپنا گواہ بنا کر عدالت میں پیش کیا تھا۔ عدالت میں کمیونسٹ پارٹی کے دفاع کا فریضہ ادا کر دیا۔

عدالت نے گواہوں کو صرف مخصوص سوالوں کے جوابات دینے کی اجازت دی تھی لیکن انہوں نے اپنے جوابات میں یہ حقیقت بیان کر دی کہ کمیونسٹ پارٹی متوقع پابندیوں کے خلاف مظاہروں اور ہڑتالوں کا پروگرام بنا رہی تھی۔ اس سے زیادہ پارٹی نے کچھ نہیں کیا۔

ڈیمیٹروف کی جرح

اس کے بعد استغاثہ کی طرف سے محنت کشوں پر مشتمل ایک اور جماعت کو گواہ کے طور پر عدالت میں پیش کیا گیا۔ ڈیمیٹروف نے ان سے بھی سوالات کیے اور ان سے سچ اگلوا کر چھوڑا اور آخر کار عدالت پر واضح کر دیا کہ اصل حقیقت اور معاملہ کیا ہے۔

جج نے ڈیمیٹروف کو جرح مختصر کرنے کی ہدایت کی اور اسے سوالات کے دوران بار بار ٹوکتا رہا۔ ڈیمیٹروف نے جج کے اس رویّے کے خلاف احتجاج کیا اور اپنے حقِ مدافعت سے دستبردار ہونے سے انکار کرتے ہوئے سوالات کا سلسلہ جاری رکھا اور اسی طرح ریشتاغ میں آتش زدگی سے پہلے اور بعد کے ملکی حالات، پارٹی کے پروگرام اور طریقِ کار نیز استغاثہ کے جعل اور فریب کو ساری دنیا پر واضح کر دیا۔ اُس نے جرح اور سوالوں کے ذریعے غدّاروں اور محنت کش عوام کے دشمنوں کو بے نقاب کر دیا اور عدالت سے مخاطب ہو کر کہا:

"میں جانتا ہوں کہ میرے بہت سے سوالات آپ لوگوں کے لیے خوشگوار نہ تھے، لیکن اس سلسلے میں غلطی میری نہیں۔ میں خود اپنی مرضی سے عدالت میں یہ باتیں بیان کرنے نہیں آیا۔ میں تو رہائی چاہتا ہوں۔ میں کمیونزم کے لیے کام کرنے کی آزادی چاہتا ہوں۔ میں اپنے ہی ملک میں کام کرنا چاہتا ہوں، لیکن جب مجھے عدالت میں آنے پر مجبور کیا گیا تو میں نے اپنے مقصد میں حصول کی خاطر یہاں بھی جدوجہد کی۔ میرے بہت سے سوالوں سے آپ حضرات کو تکلیف پہنچی ہے لیکن اس سلسلے میں میرا کوئی قصور نہیں۔ میں بے گناہ ہوں اور مجھے خواہ مخواہ عدالت میں لا کھڑا کر دیا گیا ہے۔ اب میں نے اپنے دفاع کے لیے ایک کمیونسٹ کی طرح کوشش کی ہے۔"

اس کے بعد ڈیمیٹروف نے عدالت سے مطالبہ کیا کہ فلاں فلاں نمایاں شخصیتوں کو عدالت میں پیش کیا جائے۔ میں ان سے سوالات کر کے کمیونسٹ پارٹی کی پوزیشن واضح کر دینا چاہتا ہوں

اس موقع پر ڈیمیتروف نے دس سوال ترتیب دیئے۔ ان سوالوں کی گونج ساری دنیا میں سنائی دی۔ اور عوام کی آنکھیں کھل گئیں اور سب نے جرمنی میں فسطائیوں کی آمریت کو بے نقاب دیکھ لیا۔

جن آدمیوں کو ڈیمیتروف عدالت میں بلانا چاہتا تھا جج نے اُن کو بلانے سے انکار کر دیا البتہ ڈیمیتروف کو اپنے ترتیب دیئے ہوئے سوالوں سے نہ روک سکا۔

سرکاری وکیل نے مختلف عدالتوں کے کمیونسٹوں کے خلاف فیصلوں کے خاص خاص اقتباسات پڑھ کر سنائے۔ اس پر ڈیمیتروف نے مطالبہ کیا کہ جرمنی کی سابقہ حکومتوں کے عہد میں عدالتوں نے ہٹلر کے خلاف جو فیصلے کئے تھے وہ بھی پڑھ کر سنائے جائیں۔

مختصر یہ کہ ڈیمیتروف نے گواہوں، سرکاری وکیل اور عدالت کی کارروائی میں حصہ لینے والے ججوں اور دوسرے لوگوں پر سوالات کر کے اور جرح کر کے واقعات کی اصل نوعیت کو واضح کر دیا اور استغاثہ کو کئی ایک الزامات واپس لینے پر مجبور کر دیا۔

ڈیمیتروف نے مارکس اور لینن کی تعلیمات اور بالشویک اصولوں پر عمل کر کے دنیا بھر کے محنت کش طبقہ کے عوام کو بتا دیا کہ دشمن کی عدالت میں کس طرح جرأت سے کام لیا جاتا ہے؟

ڈیمیتروف نے مقدمے کی کارروائی کے شروع میں حکومت کی طرف سے مقرر کی گئی دفاعی کونسل کی خدمات حاصل کرنے سے انکار کر دیا تھا اور اس کی جگہ اپنی طرف سے آٹھ وکیلوں کے نام پیش کئے تھے جنہیں وہ اپنی طرف سے پیش کرنا چاہتا تھا۔ لیکن عدالت نے ان میں سے کسی ایک کو بھی عدالت میں پیش ہونے کی اجازت نہ دی۔ مزید برآں جو وکیل اپنے طور پر عدالت میں بطور مبصر حاضر ہونا چاہتے تھے انہیں جرمنی میں داخلے کی اجازت نہ دی گئی۔ اور ان میں سے بعض جو پہلے سے جرمنی میں موجود تھے انہیں ملک بدر کر دیا گیا تاکہ یہ لوگ ڈیمیتروف اور اس کے ساتھیوں کی کسی قسم کی مدد نہ کر سکیں۔

آخر ڈیمیتروف نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنا دفاع خود کرے گا اور ساتھ ہی عدالت سے کہا کہ

"میں صرف ڈیمیتروف ملزم ہی نہیں ہوں۔ ملزم کا وکیل بھی ہوں۔"

اور یہ حقیقت ہے کہ ڈیمیتروف نے نہ صرف اپنا اور کمیونسٹ پارٹی کا دفاع کیا بلکہ اپنے ساتھ دوسرے کمیونسٹ ملزموں کا بھی دفاع کرتا رہا۔ اُس نے ملزموں کی مدد کے لیے پیش ہونے والے سرکاری وکیل کی اصلیت بھی بے نقاب کی۔ یہ وکیل دراصل استغاثہ کی مدد کے لیے آیا تھا۔ اور جب عدالت میں ڈیمیتروف نے بے پناہ جرح اور سوالات کے ذریعہ دشمن کو شکست دی تو یہ صاحب چپکے سے کمرۂ عدالت سے غائب ہو گئے۔

جب سرکار کی طرف سے ملزموں کی مدد پر مامور وکیل نے بولنا چاہا تو ڈیمیتروف نے کمالِ جرأت اور صاف گوئی سے کام لے کر اعلان کیا کہ:

"میں موت کی سزا قبول کر سکتا ہوں لیکن اپنی بے گناہی کے ثبوت اور رہائی کے لیے اس شخص کا احسانمند نہیں ہونا چاہتا۔"

عدالت میں ڈیمیتروف کا طریق کار دوسرے لوگوں سے مختلف تھا۔ وہ عدالت کے سیاسی شعور کو بلند کرنا چاہتا تھا۔ اُس نے جج، سرکاری وکیل اور ملزموں کی مدد کرنے والے سرکاری وکیل کی ہر اس کوشش کو ناکام بنا ڈالا، جس کا مقصد فسطائیت کی حمایت تھا۔ مزید برآں اُس نے فسطائیت کی مخالفت کے لئے زمین ہموار کر دی تھی۔

ڈیمیتروف عدالت کی کارروائی پر چھا گیا تھا اور اُس نے اکیلے فسطائیت کی پوری مشینری کا مقابلہ کیا اور مقابلے میں کامیاب رہا۔

مقدمے کی کارروائی کے پہلے روز ہی ڈیمیتروف نے عدالت کے سامنے آزاد اور خود مختار حیثیت اختیار کر لی تھی اور اعلان کر دیا تھا کہ:۔

"میں ایک مقروض کی حیثیت سے نہیں قرض خواہ کی حیثیت سے عدالت میں پیش ہو رہا ہوں۔"

اُس نے کہا تھا:۔

"میں عدالت سے رحم اور نوازش کی درخواست نہیں کرتا۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں

کہ مجھے ایک سچے کمیونسٹ کی طرح اپنا دفاع کرنے کا حق دیا جائے۔"

سوویت یونین سے آنے والی ایک گواہ عورت کے نام پر سرکاری وکیل نے شک اور شبہ کا اظہار کیا اس لئے کہ اس کے نام کے ساتھ اس کے خاوند کا نام درج نہ تھا۔ اس پر ڈیمیتروف نے سرکاری وکیل کی ناقص معلومات پر اعتراض کیا اور کہا کہ اسے سوویت یونین کے قانون اور وہاں کے حالات کے بارے میں ابھی تک بہت کچھ علم حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

غرض عدالت کی پوری کارروائی کے دوران ڈیمیتروف اپنے دشمن پر اعتراض، جرح، تنقید اور سوالات کے کوڑے برساتا رہا اور مقدمہ کی کارروائی جب ختم ہوئی تو ڈیمیتروف فسطائیت کو مجرم ثابت کر چکا تھا۔

لینن (LENIN) نے ۱۹۰۵ء میں کہا تھا:-

"عدالت کی کارروائی کے سلسلے میں جو بیان دیا جائے اس میں پارٹی کے اصول، پروگرام اور طریق کار کی پوری طرح وضاحت ہونی چاہیے۔"

ڈیمیتروف نے لینن کی اس ہدایت پر پوری طرح عمل کر دکھایا۔ اس نے لیپ زیگ (LEIPZIG) کی فسطائی عدالت میں کمیونسٹوں اور بین الاقوامی کمیونسٹ تحریک کے اصولوں، پروگرام اور طریق کار کی پوری طرح وضاحت کی اور یہ وضاحت اس وقت اور ایسے حالات میں کی گئی تھی کہ ساری دنیا میں اس کی تشہیر ہو گئی۔ اور آج نصف صدی کے بعد بھی ان الفاظ اور اس بیان کی گھن گرج میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں پڑا ــــــ یہ بیان ایک تاریخی دستاویز ہے!

ڈیمیتروف

کا

عدالتی بیان

کھُل گئے پھر لبِ منصور اناالحق کے لیے
پھر چلے آتے ہیں وحشی رسن و دار کے ساتھ

ظہیر کاشمیری

باب — ۱۱

یہ ۱۹۲۳ء کا چل چلاؤ تھا۔ دسمبر کا مہینہ تھا۔ لیپ زیگ میں بلا کی سردی پڑ رہی تھی اور لوگ سڑکوں پر چلتے ہوئے ٹھٹھر رہے تھے۔ اس یخ بستہ فضا میں لیپ زیگ کی عدالت عالیہ کے ایک ایوان میں جارجی ڈیمیٹروف اپنی شعلہ بیانی سے اپنے سننے والوں کے دل گرما رہا تھا ان کے دل و دماغ کو جھنجھوڑ رہا تھا۔ وہ دسمبر کی ۱۶ تاریخ کو عدالت میں اپنی صفائی میں تقریر کر رہا تھا۔ یہ تقریر جو دفاع سے زیادہ نازیوں کے خلاف فرد جرم تھی۔ یہ وہ فرد جرم تھی جس پر بالآخر تاریخ نے، وقت نے مہر تصدیق ثبت کر دی۔ یہ تقریر آج بھی زبردست اہمیت کی حامل ہے۔

ڈیمیتروف۔ جرمن ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۱۵۸ کے تحت مجھے وکیل صفائی اور ملزم دونوں حیثیتوں سے اپنے خیالات کے اظہار کا حق حاصل ہے۔

جج۔ تمہیں اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کی پوری آزادی ہے اور تم اپنے اس حق کو اس وقت استعمال کر سکتے ہو۔

ڈیمیتروف۔ اسی ضابطہ فوجداری کے تحت مجھے استغاثہ کے خلاف بحث کرنے اور پھر آخری تقریر کا حق حاصل ہے۔

جناب جج صاحبان! استغاثہ اور دفاع کے وکلا حضرات! آج سے تین ماہ پہلے جب اس مقدمہ کی سماعت شروع ہوئی تو میں نے پہلے دن ہی بحیثیت ملزم کے صدر عدالت کی خدمت میں ایک عرضداشت پیش کی تھی جس میں میں نے اس امر پر اظہار افسوس کیا تھا کہ عدالت میں میرے روتیے

کو اکثر غلط سمجھا جاتا رہا ہے اور اس کی وجہ سے اکثر مجھے ججوں سے متصادم بھی ہونا پڑا لیکن میں نے اس الزام کی شدت کے ساتھ مخالفت کی تھی کہ میں نے گواہوں پر جرح کے ذریعے اپنے حق کا ناجائز استعمال کیا ہے یا میں نے اپنے بیانات کو پراپیگنڈے کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مجھے ایک غلط مقدمے اور جھوٹے الزامات میں ملوث کیا گیا ہے اس لئے مجھے اس عدالت کے روبرو اپنے دفاع کا پورا حق حاصل ہے اور اس دفاع کے لئے جو بھی طریقہ ممکن ہو وہ مجھے استعمال میں لانا ہوگا۔

میں تسلیم کرتا ہوں کہ بعض سوالات اور بیانات اپنی تراش خراش میں قانون کی مجوزہ ہئیت کے مطابق نہ ہوں لیکن اس کی وجہ صاف اور سادہ ہے کہ نہ تو مجھے جرمن قانون سے واقفیت رہی ہے اور نہ ہی مجھے زندگی بھر اس قسم کے مقدمات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اگر مجھے اپنی مرضی کے وکیل یا وکلا کی خدمات حاصل کرنے کی آزادی عطا کر دی جاتی تو بہت حد تک ان تمام دشواریوں اور دقتوں سے جان چھوٹ جاتی جو کہ خود میرے اپنے دفاع کے لئے نقصان دہ ہو سکتی ہیں۔

مجھے یہ یاد کرانے کی اجازت دی جائے کہ میں نے

1. M.M. DECHEV

2. MORO GIAFFERI

3. CAMPINCHI

4. THOREZ

5. GRIGOROV

6. LEO GALLAGHER (جو امریکہ سے آنا چاہتے تھے)

7. DR LEHMANN

اور

کے نام بطور وکیل صفائی تجویز کیے تھے۔

لیکن ان سب کو سپریم کورٹ نے بطور وکیل صفائی پیش ہونے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا اور تو اور DECHEV بہ بہ کو تو سپریم کورٹ میں بطور ممبر اور تماشائی بھی کمرۂ عدالت میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی تھی۔

میرے لئے سرکاری طور پر جو وکیل صفائی DR PAUL TEICHERT مقرر کیا گیا ہے اُن کے خلاف مجھے کوئی ذاتی عناد نہیں ہے لیکن جرمنی کی موجودہ سیاسی صورت حال میں سرکاری طور پر مقرر کئے گئے وکیل صفائی پر میں کلی طور پر اعتماد نہیں کر سکتا۔ اس لئے میں مجبور ہوں کہ میں اپنا دفاع خود کروں اور اس ضمن میں بعض دفعہ میں ایسے اقدام اٹھانے پر مجبور ہو جاتا ہوں جو ممکن ہے قانونی طور پر پوری طرح درست نہ سمجھے جائیں۔ اس لئے سپریم کورٹ میں اپنی صفائی کے لئے اور مجھے پورا یقین ہے خود تکمیل انصاف کے لئے مجھے MARCEL WILLARD کو اپنا وکیل صفائی مقرر کرنے کی اجازت دی جائے۔ اس کو میری بہن نے میری وکالت کے لئے نامزد کیا ہے۔

اگر میری یہ درخواست بھی مسترد کر دی جاتی ہے تو میرے لئے کوئی چارہ کار نہیں رہ جاتا کہ خود ہی اپنی پوری صلاحیتوں کے ساتھ اپنا دفاع کروں۔

اب چونکہ عدالت نے وکیل صفائی کی خدمات حاصل کرنے کے لئے میری آخری درخواست بھی مسترد کر دی ہے۔ اس لئے میں نے اب اپنا دفاع خود کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ مجھے سرکار کی طرف سے مقرر کردہ وکیل صفائی کی نہ تو چکنی چپڑی باتوں کی ضرورت ہے اور نہ ہی میں اس کی زہر افشانی کا بار گراں اٹھانا چاہتا ہوں۔ میں اس مقدمہ کی پوری کارروائی کے دوران اپنا دفاع خود ہی کرتا رہا ہوں۔ اس لئے یہ قدرتی امر ہے کہ میں سرکاری طور پر مقرر کردہ وکیل صفائی DR TEICHERT کی تقریر جو اس نے میری صفائی میں کی ہے کا پابند نہیں ہوں۔ میں صرف ان باتوں کا پابند ہوں جو میں نے خود اپنے دفاع اور صفائی میں اس عدالت کے روبرو کہی ہیں۔ میں TORGLER کو بھی ناراض نہیں کرنا چاہتا اس لئے کہ میرے نزدیک اس کا وکیل صفائی پہلے ہی اس کو سخت ناراض کر چکا ہے۔ لیکن جہاں تک میرا تعلق ہے مجھے یقین ہے کہ بے گناہ ہونے کے باوجود مجھے موت کی سزا سنا دی جائے گی۔ اور پھر جس طرح کی صفائی TORGLER کے لئے اس کے سرکاری وکیل صفائی DR SACK نے پیش کی ہے اسی قسم

کی صفائی میرے لئے پیش کی جائے گی اور اس کی بنا پر مجھے بری کر دیا جائے گا۔

صدرِ عدالت۔ مداخلت کرتے ہوئے تمہیں عدالت پر نکتہ چینی اور اس کی نیت پر حملہ کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

ڈیمیتروف۔ مجھے تسلیم ہے کہ میرا اندازِ بیان درشت اور کرخت ہے لیکن میری زندگی کی پوری جدوجہد ہی کا یہ انداز رہا ہے اور یہ جدوجہد کبھی کرخت اور درشت رہی ہے لیکن حقیقتاً میرا اندازِ بیان سچائی اور بے تعلقی پر مبنی ہے۔ میں سفید کو سفید اور سیاہ کو سیاہ کہنے کا عادی ہوں۔ میں کوئی وکیل نہیں جو پیشہ ورانہ فرائض کی بجا آوری کے لئے اس عدالت کے روبرو پیش ہو رہا ہو۔

۱۔ میں ایک کمیونسٹ کی حیثیت سے اپنی صفائی پیش کر رہا ہوں۔

۲۔ میں اپنے سیاسی عقائد کے دفاع کے لئے اس عدالت میں کھڑا ہوں۔

۳۔ میں بحیثیت ایک انقلابی کے اپنی مدافعت کر رہا ہوں۔

۴۔ میں اپنے کمیونسٹ نظریات اور اپنے اعتقادات کی مدافعت کر رہا ہوں۔

۵۔ میں اپنی پوری زندگی اور اس زندگی کے آدرش اور نصب العین کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہوں۔

اس لئے ہر لفظ جو میں اس عدالت میں کہتا ہوں یا اپنے لبوں سے ادا کرتا ہوں وہ میری زندگی کا، میرے جسم کا، میری رُوح کا حصّہ ہے۔ ہر حکم اس شدید نفرت کا اظہار ہے جو ان جھوٹے الزامات کے خلاف میرے اندر جنم لے رہی ہے کیونکہ یہ الزامات جھوٹے ہی نہیں بلکہ یہ کمیونزم کے مسالک کے منافی ہیں۔ ریشتاغ کو نذرِ آتش کرنا اور اس کو کمیونسٹوں کی ذمہ داری ٹھہرانا اس سے بڑا جھوٹ کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ اس کے خلاف جتنے غم و غصّے کا بھی میں اظہار کروں وہ کم ہے۔

بارہا مجھے اس امر کے لئے سرزنش کی گئی ہے کہ میں جرمنی کی سب سے بڑی اور اعلےٰ عدالت کا پورا پورا احترام نہیں کرتا اور سنجیدگی سے پیش نہیں آتا۔ لیکن یہ صریحاً غلط ہے مگر یہ بات

بھی صحیح ہے کہ میرے لئے بحیثیت کمیونسٹ کے اعلیٰ ترین قانون کمیونسٹ انٹرنیشنل کا پروگرام ہے اور میری سپریم کورٹ کمیونسٹ انٹرنیشنل کا کنٹرول کمیشن ہے۔ لیکن ایک ملزم کی حیثیت سے جرمنی کی یہ سپریم کورٹ بہت اہمیت رکھتی ہے اور میں پوری سنجیدگی سے اس کی کارروائی میں حصہ لیتا ہوں۔ صرف اس لئے نہیں کہ اس عدالت عالیہ کے اراکین قانون کے بہت بڑے ماہر ہیں بلکہ اس لئے بھی کہ یہ جرمنی کے ریاستی اقتدار کا اہم ترین ڈھانچہ ہے۔ یہ جرمن معاشرے کے حکمران طبقے کا ایسا ادارہ ہے جو سنگین سے سنگین سزا سنانے کا اختیار رکھتا ہے۔ میں اطمینان قلب کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے اس عدالت میں جو بھی کہا ہے وہ سچ اور صرف سچ کہا ہے۔ جہاں تک میری پارٹی کا تعلق ہے جس کو روپوش ہونے پر مجبور کر دیا گیا ہے۔ اس کے بارے میں میں نے کسی قسم کا کوئی بیان نہیں دیا۔ میں نے ہمیشہ سنجیدگی کے ساتھ گفتگو کی ہے اور میں نے ہمیشہ اپنے ضمیر کی آواز اور اپنے عقائد کا اظہار کیا ہے۔

صدر عدالت۔ میں تم کو عدالت میں کمیونسٹ پراپیگنڈے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ تم مسلسل اس امر کے مرتکب ہو رہے ہو۔ اگر تم باز نہیں آؤ گے تو میں تم کو بیان دینے سے روکنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔

ڈیمیتروف۔ میں اس امر سے انکار کرتا ہوں کہ میں کسی قسم کا پراپیگنڈہ کر رہا ہوں۔ ممکن ہے یہ بات کسی حد تک صحیح ہو کہ اس عدالت میں میرا دفاع اور میری صفائی میں کسی حد تک پراپیگنڈے کا شائبہ ہوتا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس عدالت میں میرا رویّہ دوسرے کمیونسٹ ملزموں کے لئے ایک مثالی حیثیت رکھتا ہو لیکن میرا یہ مقصد نہیں ہے۔ میرے مقاصد تو فقط یہ ہیں کہ

- فرد جرم کو جھوٹا ثابت کر دوں۔ اور
- اس الزام کو غلط ثابت کر دوں کہ ڈیمیتروف، TORGLER، POPOV اور TANEV، جرمن کمیونسٹ پارٹی یا کمیونسٹ انٹرنیشنل کا ریشتاغ کو نذر آتش کرنے میں کوئی ہاتھ ہے۔

مجھے معلوم ہے کہ بلغاریہ میں کوئی شخص بھی ان الزامات کو سچ نہیں جانتا۔ بلغاریہ کے عوام کو اس امر کا پورا پورا یقین ہے کہ ہمارا ریشتاغ کو آگ لگانے میں کوئی ہاتھ نہیں ہے۔ صرف بلغاریہ ہی نہیں بلکہ مجھے یقین ہے کہ پوری دنیا میں کوئی بھی ان الزامات کی صداقت میں یقین نہیں رکھتا لیکن جرمنی کے اندر کی صورت حال بالکل مختلف ہے اور ممکن ہے یہاں پر کچھ لوگوں کو ان الزامات کی صحت کے بارے میں باور کروا دیا گیا ہو۔ اس لئے میرے لئے ضروری ہو گیا ہے کہ میں یہ ثابت کر دکھاؤں کہ جرمنی کی کمیونسٹ پارٹی کا اس گھناؤنے جرم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اگر پراپیگنڈے کی بات ہی کرنی ہے تو پھر میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ اس عدالت میں اُدیل نے بھی بہت سی ایسی باتیں کہی ہیں جو صرف پراپیگنڈے کے لئے تھیں۔ گوئبلز (GOEBLES) اور گوئرنگ (GOERING) کے عدالتی بیانات جو انہوں نے اپنی طرف سے کمیونسٹ پارٹی کو موردِ الزام ٹھہرانے کے لئے دیئے تھے پراپیگنڈہ نہ تھا تو کیا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ اُن کے اس پراپیگنڈے نے جرمن کمیونسٹ پارٹی کے حق میں ہی فضا سازگار کی ہے لیکن اس کے لئے میں ان کی سرزنش نہیں کروں گا۔

(عدالت میں اس پر قہقہہ بلند ہوا)

ڈیمیٹروف نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا کہ جرمنی کے اخبارات اور پریس نے صرف میرے خلاف ہی الزامات کا طومار نہیں باندھا ہے۔ گو اس طومار کی مجھے کوئی چنداں پروا نہیں ہے بلکہ میرے حوالے سے بلغاریہ کے عوام کو بھی وحشی اور درندے کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ مجھے بلقان کی ایک مشتبہ شخصیت کے طور پر پیش کیا گیا۔ مجھے ایک غیر مہذب اور وحشی بلغاریہ کا باشندہ پکارا گیا ہے۔ میں اس یاوہ گوئی پر خاموش نہیں رہ سکتا۔ یہ درست ہے کہ بلغاریہ میں اس وقت جو فسطائی حکومت قائم ہے وہ وحشی بھی ہے اور درندہ بھی۔ لیکن بلغاریہ کا محنت کش طبقہ یعنی کسان، مزدور اور دانشور نہ جاہل ہیں اور نہ اُجڈ۔ یہ درست ہے کہ جزیرہ نمائے بلقان کی تہذیب یورپ کے مختلف ملکوں کے مقابلے میں زیادہ شاندار نہیں ہے لیکن روحانی اور سیاسی

اعتبار سے بلغاریہ کے عوام یورپ کے کسی ملک کے عوام سے پیچھے اور پسماندہ نہیں ہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ بلغاریہ کے عوام کی سیاسی جدوجہد اور سماجی تبدیلی کے لئے ان کا جوش اور ولولہ کسی دوسرے ملک کے عوام کے سیاسی شعور اور جوش وخروش سے کم نہیں ہے۔ بلغاریہ کے عوام نے پورے پانچ سو سال تک غیر اقوام کے محکوم رہنے کے باوجود نہ تو اپنی زبان کو خیرباد کہا اور نہ ہی اپنی قومی روایات کو فراموش کیا اور جو عوام، جو محنت کش آج فسطائیت کے خلاف نبردآزما ہیں وہ جاہل، اجڈ اور وحشی نہیں ہو سکتے۔ صرف بلغاریہ کا فاشزم جاہل، اجڈ اور وحشی ہے لیکن میں پوچھتا ہوں کہ کس ملک کا فاشزم وحشی اور درندہ نہیں ہوتا۔ کہاں کا فاشزم اجڈ اور جاہل نہیں ہوتا؟

صدرِ عدالت۔ (مداخلت کرتے ہوئے) کیا تم جرمنی کی صورت حال کی طرف اشارہ کر رہے ہو؟

ڈیمیتروف۔ (طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ) یقیناً میں ایسا نہیں کر رہا۔ لیکن جناب صدر! یہ ایک تاریخ کا مسلمہ واقعہ ہے کہ بہت مدتوں پہلے جرمنی کے بادشاہ کارل پنجم نے حلفاً کہا تھا کہ وہ جرمن زبان صرف اپنے گھوڑوں سے بولتا ہے۔ یہ وہ وقت تھا جب جرمن کے امراء، رؤسا اور دانشور صرف لاطینی زبان بولتے اور لکھتے تھے اور اپنی مادری زبان بولنے اور لکھنے پر شرم محسوس کرتے تھے۔ تو اسی دور میں ہمارے بزرگ CYRIL اور METHODIUS بلغاریہ زبان کا پرانا رسم الخط ایجاد کر رہے تھے اور اس کی تشہیر میں مصروف تھے۔

بلغاریہ کے عوام نے کمال جرأت، بہادری، جوش اور استقلال کے ساتھ بیرونی آقاؤں کے خلاف جہاد کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں بلغاریہ کے عوام پر ہر قسم کے ناروا حملوں کے خلاف شدید احتجاج کرتا ہوں۔ نہ ہی مجھے اپنے بلغاریہ کا باشندہ ہونے پر کسی قسم کی ندامت ہے بلکہ مجھے بلغاریہ کے محنت کش طبقہ کے ایک سپوت ہونے پر فخر ہے۔

ڈیمیتروف نے بیان جاری رکھتے ہوئے کہا کہ میں اپنی بحث کی ابتداء ڈاکسٹر

TIECHERT کے اس دعوے سے کرنا چاہتا ہوں جس میں انہوں نے ہم پر الزام عائد کیا ہے کہ موجودہ صورت حال کی تمام تر ذمہ داری ہمارے اپنے اُوپر عائد ہوتی ہے۔ میں اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ مارچ ۱۹۳۳ء کو جب ہم گرفتار کیے گئے اور جب ہمارا مقدمہ شروع ہوا تو اس دوران کافی وقت گزر چکا تھا۔ اس مدت میں ہر قسم کے شکوک کا ازالہ ہو سکتا تھا اور تحقیق و تفتیش کے لئے اچھی خاصی مدت میسر تھی۔ اس دوران میں تفتیشی عملہ سے میں نے ریشتاغ کو آگ لگائے جانے کے معاملے میں خاصی طویل گفتگوئیں کی تھیں۔ ان افسران نے ہمیں یقین دلایا تھا کہ ہم جو بلغاریہ کے باشندے اس میں ملوث ہیں ان کا اس واردات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم پر صرف یہ الزام عائد ہوتا تھا کہ ہم جعلی ناموں والے پاسپورٹوں کی بنیاد پر جرمنی میں رہ رہے تھے اور ہم نے سرکاری کاغذات میں اپنے نام بھی درج نہیں کروائے تھے۔ یہ تھے ہم پر الزامات!

صدر عدالت۔ یہ بالکل نئی توجیہہ ہے۔ جہاں تک مقدمے کی دستاویزات کا تعلق ہے ان میں استغاثہ نے کہیں بھی یہ موقف نہیں لیا۔

ڈیمیتروف۔ جناب صدر! استغاثہ کے پاس وقت اتنا کافی تھا کہ وہ ہر قسم کی تحقیق و تفتیش کر سکتا تھا اور ہمیں اس الزام سے وہ مبرا قرار دے سکتا تھا کیونکہ فردجرم میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ "ڈیمیتروف، پاپوف اور ٹانیف نے مبینہ طور پر تسلیم کیا ہے کہ وہ بلغاریہ کے سیاسی پناہ گزین ہیں جس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ وہ جرمنی میں غیر قانونی سیاسی سرگرمیوں کے لئے رہ رہے ہیں۔" فردجرم میں مزید یہ بھی کہا گیا ہے "یہ افراد ماسکو کی کمیونسٹ پارٹی کے نمائندے ہیں جن کو جرمنی میں مسلح بغاوت کے لئے بھیجا گیا ہے۔" اسی طرح فردجرم کے صفحہ ۸۲ پر کہا گیا ہے۔ "گو ڈیمیتروف کا کہنا ہے کہ وہ ۲۵ سے ۲۸ فروری تک برلن میں موجود نہ تھا لیکن اس کی غیر حاضری سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور اس کو ریشتاغ کو نذر آتش کرنے کی سازش میں ملوث ہونے کے الزام سے بری نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اس سازش میں شرکت صرف ہیلمر (HELLMER) کی شہادت سے تصدیق نہیں ہوتی بلکہ دوسرے واقعات بھی اس

کے شاہد ہیں۔"

صدرِ عدالت۔ تمہیں پوری فردِ جرم پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ عدالت اس سے پوری طرح واقف ہے۔

ڈیمیتروف۔ جہاں تک فردِ جرم کے پڑھنے کا تعلق ہے میں عرض کروں گا کہ استغاثہ اور صفائی کے سرکاری وکلا کی تین چوتھائی بحث اسی جھوٹ پر مبنی تھی (قہقہہ) ہیلمر (HELLMER) نے اپنی شہادت میں کہا تھا کہ ڈیمیتروف اور وان ڈر لوبے (VAN DER LUBE) بے ارنیف (BAYERNHOF) ریستوراں میں اکٹھے تھے لیکن فردِ جرم میں کہا گیا ہے "گو ڈیمیتروف موقع واردات پر نہیں پکڑا گیا لیکن اس کے باوجود یہ بات حتمی ہے کہ اس نے ریشتاغ کو نذرِ آتش کرنے کی تمام تیاریوں میں پورا پورا حصّہ لیا اور وہ میونخ گیا ہی اس مقصد کے لئے تھا تاکہ اس واردات سے اپنی لاتعلقی ثابت کر سکے۔ ڈیمیتروف کے قبضے سے جو کمیونسٹ پمفلٹ اور لٹریچر دستیاب ہوا ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ وہ جرمنی میں کمیونسٹ سرگرمیوں اور تحریک میں شریک تھا۔ یہ ہے دراصل اس فردِ جرم کی اصل بنیاد اور مقصد۔

صدرِ عدالت۔ (مداخلت کرتے ہوئے) تم کو فردِ جرم اور استغاثے کے بارے میں اس قسم کا اظہار نہیں کرنا چاہیئے۔

ڈیمیتروف۔ میں دوسرے طریقے سے یہی اظہار کرتا ہوں۔

صدرِ عدالت۔ بہرحال تمہیں تضحیک کا انداز اختیار کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

ڈیمیتروف۔ میں ایک اور پس منظر میں استغاثے اور فردِ جرم کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں۔ اس مقدمے کے قائم کرنے کا بنیادی مقصد اس نظریے کو ثابت کرنا ہے کہ ریشتاغ کو نذرِ آتش کرنے کی واردات میں نہ صرف جرمنی کی کمیونسٹ پارٹی بلکہ بین الاقوامی کمیونسٹ پارٹی کا ہاتھ ہے۔ یہ ریشتاغ کو آگ لگانے کی واردات دراصل وجود میں ہی اس لئے آئی تھی کہ اس

کو کمیونسٹوں کے سر تھوپا جائے اور دنیا کو بتایا جائے کہ یہ آتش زدگی کمیونسٹ بغاوت اور جرمن آئین کو ختم کرنے کا اعلان تھا۔ اس نظریے نے پورے مقدمے کو ایک کمیونسٹ دشمن مقدمہ بنا دیا ہے۔ چنانچہ اسی لئے فردِ جُرم میں واضح کیا گیا ہے۔

الزام کی بنیاد ہی اس امر پہ ہے کہ یہ مجرمانہ واردات اصل میں مملکت کے دشمنوں کی طرف سے جرمن جمہوریہ کو ختم کرنے، برباد کرنے اور اس کی جگہ پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ قائم کرنے اور تھرڈ انٹرنیشنل کے احکام پر سوویت قسم کی ریاست قائم کرنے کا سگنل تھا۔

اعلان تھا۔

جناب عالی! یہ کوئی پہلا موقع نہیں ہے کہ اس قسم کی واردات کو پُرفریب طریقے سے کمیونسٹوں کی کارستانی بتایا گیا ہو اور ہر حیلے بہانے سے ان کے سر منڈھنے کی کوشش کی گئی ہو اس قسم کے لاتعداد واقعات رونما ہو چکے ہیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ ابھی پچھلے دنوں کسی پاگل اور جنونی نے جرمنی کے شہر جیوٹر بوگ JUTERBOG میں ریل کی پٹڑی کو اکھاڑنے کی کوشش کی۔ چنانچہ ہفتوں جرمنی اور بیرونی جرمنی میں اخبارات شہ سرخیوں کے ساتھ یہ خبریں چھاپتے رہے کہ جرمنی کی کمیونسٹ پارٹی دہشت انگیزی کی وارداتوں میں ملوث ہے اور توڑ پھوڑ کے یہ سب کارنامے کمیونسٹوں کے ہیں۔ حالانکہ بعد میں ایک مبہم جو اور پاگل شخص MATUSKHA اسی جُرم کی بنا پر گرفتار ہوا اور اُسی کو سزا ہوگئی اور عدالت اس کو کمیونسٹ ثابت نہ کر سکی۔

مجھے ایک اور واردات کا ذکر کرنے کی یہاں اجازت دی جائے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ جمہوریہ فرانس کے صدر کو قتل کر دیا گیا اور قتل کرنے والا ایک شخص GORGULOV تھا۔ اس معاملے میں بھی عالمی پریس نے مسلسل یہ اصرار کیا کہ یہ کمیونسٹوں کا کارنامہ ہے اور یہ GORGULOV مسلمہ کمیونسٹ ہے اور سوویٹ کا ایجنٹ ہے لیکن صحیح صورت حال کیا تھی کہ یہ ان روسی امراء کا کیا دھرا تھا جو فرانس میں مقیم تھے اور ان کا مقصد فرانس اور سوویت روس کے دوستانہ تعلقات کا انقطاع تھا تاکہ جنگ کی کیفیت پیدا کی جا سکے جس میں سوویت یونین کو دھکیل دیا

جائے۔

اسی طرح سے صوفیا کے ایک گرجے کو آگ لگائی گئی اور اس میں بلغاریہ کی کمیونسٹ پارٹی کو ملوث کر لیا گیا اور بالآخر اس کو خلاف قانون قرار دے دیا گیا اور فاشسٹوں نے اس الزام میں دو ہزار کمیونسٹوں، ان کے ہمدردوں اور ترقی پسند دانشوروں کو قتل کر دیا کہ انہوں نے گرجے کو آگ لگائی ہے۔ حالانکہ اس آتش زنی میں خود بلغاریہ کی پولیس ملوث تھی۔

صدر عدالت۔ اس کا اس مقدمے سے کوئی تعلق نہیں۔

ڈیمیتروف۔ پولیس افسر HELLER نے اپنی شہادت میں کہا ہے کہ کمیونسٹ لوٹ مار اور آتش زنی کی وارداتوں کے ذریعے اپنا پراپیگنڈہ کرتے ہیں۔ میں نے اس گواہ سے پوچھا تھا کہ اس کو یاد ہے کہ کتنے سرمایہ دار اور صنعت کار اپنے کارخانوں کو خود آگ لگا دیتے ہیں" تاکہ انشورنس سے رقم وصول کر سکیں۔ اسی طرح سے ہم پر جعلی دستاویزات کے تیار کرنے کا الزام لگایا جاتا ہے کہ کمیونسٹ جعلی دستاویزات تیار کرتے ہیں لیکن زینوویو[1] (ZINOVIEV) کا بدنام عالم جعلی مکتوب کس نے تیار کیا تھا۔ ایک ایسے مکتوب کی تشہیر کس نے کی جو کبھی لکھا ہی نہیں گیا۔ لیکن برطانیہ کی رجعت پسند کنزرویٹو پارٹی نے یہ جعلی مکتوب تیار کیا تاکہ مزدور طبقہ کے نمائندوں کو انتخابات میں شکست ہو اور رائے عامہ ان کے خلاف ہو جائے۔ اس قسم کے ہزاروں جھوٹ جو حکمران روز بولتے اور چھاپتے ہیں میں گنوا سکتا ہوں۔

---

[1] ۱۹۲۶ء میں برطانیہ میں عام انتخابات کے موقع پر کمیونسٹ پارٹی اور لیبر پارٹی کے نمائندوں کو شکست دینے کے لئے زینوویو جو اس زمانے میں سوویت یونین کا وزیر خارجہ تھا کی طرف سے ایک جعلی مکتوب کمیونسٹوں کے نام سے اخبارات میں شائع کر دیا گیا جس میں امداد و اعانت کا تذکرہ تھا۔ چنانچہ اس سے رائے عامہ مشتعل ہو گئی اور الیکشن میں کنزرویٹو کو مطلوبہ کامیابی ہو گئی۔

صدرِ عدالت۔ لیکن ان کا اس مقدمے سے کوئی تعلق نہیں۔

ڈیمیتروف۔ یہ الزام لگایا گیا کہ ریشتاغ کو نذرِ آتش کرنے کی واردات مسلح بغاوت کا سگنل تھا۔ اس نظریے اور تھیوری کو جس طریقے سے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی وہ یہ تھے کہ گوئرنگ نے عدالت میں اپنی شہادت کے دوران یہ دعویٰ کیا تھا کہ ہٹلر کے برسرِ اقتدار آنے کے بعد جرمن کمیونسٹ پارٹی کے پاس کوئی اور راستہ نہ تھا سوائے اس کے کہ وہ مسلح بغاوت کرے کیونکہ "اب یا کبھی نہیں" کے دوراہے پر جرمن کمیونسٹ پہنچ گئے تھے۔ اس لئے کہ جرمن کمیونسٹ پارٹی سالہا سال سے نیشنل سوشلسٹ پارٹی کے خلاف پراپیگنڈہ کرتی چلی آ رہی تھی۔ اس لئے جب یہ نیشنل سوشلسٹ پارٹی برسرِ اقتدار آ گئی تو کمیونسٹوں کے لئے کیا چارہ کار تھا یا تو وہ ہتھیار ڈال دیں یا پھر آخری حملہ کریں۔ استغاثہ کے وکیل نے اس نظریے کو زیادہ وضاحت سے پیش کیا ہے۔

صدرِ عدالت۔ میں تمہیں استغاثہ کے وکیل کی بے عزتی کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔

ڈیمیتروف۔ گوئرنگ نے اس مقدمہ میں استغاثہ کے اہم ترین گواہ کی حیثیت سے جس نے ابتدائی رپورٹ درج کرائی تھی کی شہادت اور بیان کو وکیل استغاثہ DR WERNER نے زیادہ پھیلایا ہے اور تفصیلات مہیا کی ہیں۔ چنانچہ وکیل استغاثہ نے کہا:

"کمیونسٹ پارٹی ایک ایسی صورت حال میں دھکیل دی گئی تھی جہاں دو ہی راستے تھے کہ یا تو وہ ہتھیار ڈال دے اور شکست تسلیم کرے یا پھر اعلانِ جنگ کر دے۔ گو اُس نے جنگ کی تیاریاں ابھی مکمل نہیں کی تھیں۔ اس لئے دو راہیں رہ گئی تھیں کہ یا تو بغیر لڑے ہتھیار ڈال دیئے جائیں اور شکست تسلیم کر لی جائے یا پھر جوا کھیلا جائے کہ جیت گئے تو جیت گئے ورنہ شکست تو ہے ہی اور خاموشی اور بغیر لڑے کی شکست سے تو یہ بدتر نہ ہوگی۔

یہ نظریہ جو استغاثہ نے پیش کیا ہے اور اس کو کمیونسٹوں کی سوچ اور طریق کار کے طور

پر مہیش کیا گیا ہے ۔ وہ کمیونسٹوں کی سوچ اور طریق کار نہیں ہے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمن کمیونسٹ پارٹی کے دشمن اس کے متعلق کوئی زیادہ واقفیت نہیں رکھتے ۔ حالانکہ جو اپنے دشمن سے لڑنا چاہتا ہے اور ٹھیک سے لڑنا چاہتا ہے اس کو دشمن کے بارے میں تفصیلی معلومات ہونی چاہئیں ۔ یہ درست ہے کہ کمیونسٹ پارٹی پر پابندی، اس کے زیر اثر عوامی اور طبقاتی تنظیموں کا خاتمہ، قانونی پابندیاں، یہ سب اقدامات ایک انقلابی تحریک پر زبردست حملے ہیں اور اس سے تحریک کو شدید دشواریاں درپیش ہونے لگتی ہیں لیکن اس کے باوجود یہ سمجھنا کہ کھیل ختم ہو گیا لغو اور بیہودہ نظریہ ہے ۔

فروری ۱۹۳۳ء میں کمیونسٹ پارٹی کو پابندیوں کا ڈر تھا ۔ کمیونسٹوں کے اخبار بند کر دیئے گئے تھے ۔ یہ بھی معلوم تھا کہ کمیونسٹ پارٹی کو ایک قانونی اور کھلم کھلا سیاسی پارٹی کے طور پر کام نہیں کرنے دیا جائے گا ۔ جرمن کمیونسٹ پارٹی کو ان سب باتوں کا علم تھا ۔ کمیونسٹوں نے اپنے اخبارات اور پمفلٹوں کے ذریعے ان آنے والے واقعات کی نشاندہی کر دی تھی ۔ جرمن کمیونسٹ پارٹی کو یہ بھی علم تھا کہ کئی ایک ممالک میں کمیونسٹ پارٹیوں پر پابندیاں عائد ہیں ۔ ان کو خلاف قانون قرار دے دیا گیا ہے لیکن اس کے باوجود وہ زندہ ہیں، مصروف جہد ہیں ۔ پولینڈ، بلغاریہ، اٹلی اور کئی دوسرے ممالک میں یہی صورت حال ہے ۔

میں اپنے ذاتی تجربے سے بلغاریہ کے متعلق کہہ سکتا ہوں کہ ۱۹۲۳ء کی بغاوت کے بعد کمیونسٹ پارٹی پر پابندی عائد کر دی گئی ۔ لیکن اس کے باوجود وہ زندہ رہی اور جدوجہد میں مصروف رہی اور تمام قربانیوں کے باوجود بعض اوقات وہ ۱۹۲۳ء سے بھی زیادہ طاقتور اور مقبول ہو کر ابھری ۔ یہ عمل صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جن میں تجزیاتی قوت موجود ہو ۔ اس لئے گو جرمن کمیونسٹ پارٹی خلاف قانون قرار دے دی گئی ہے لیکن جیسے ہی حالات سازگار ہوں گے یہی پارٹی انقلاب بپا کرنے میں کامیاب ہو جائے گی ۔

روسی کمیونسٹ پارٹی کا تجربہ ہمیں یہی سکھاتا ہے ۔ یہ روسی کمیونسٹ پارٹی بھی خلافِ

قانون قرار دے دی گئی تھی۔ اس کے خلاف کبھی ظلم اور تشدد کی کارروائیاں روز مرہ کا معمول تھیں لیکن اس کے باوجود اُس نے مزدور طبقے کی حمایت حاصل کی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مزدور طبقے کے قائد کی حیثیت سے اُس نے اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ اس لئے جرمن کمیونسٹ پارٹی کے قائدین کبھی یہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ پارٹی کے خلاف قانون قرار دیئے جانے سے پورا کھیل ختم ہو گیا ہے۔ اور یہ "مسلح بغاوت کی جائے یا شکست قبول کر لی جائے" ایسے بچگانہ اور بیوقوفوں سے خیالات کبھی جرمنی کی کمیونسٹ پارٹی کے دفاع میں نہیں آ سکتے تھے۔ کیونکہ جرمن کمیونسٹ جانتے تھے کہ پابندیوں اور ظلم و تشدد نے ان کی مشکلات میں زبردست اضافہ کر دیا ہے اور ان پر قابو پانے کے لئے ان کو بے بہا قربانیاں دینی پڑیں گی لیکن بالآخر یہ قربانیاں رنگ لائیں گی۔ اس لئے یہ خیال کرنا کہ وہ اس قسم کی تشدد آمیز اور انفرادی کارروائیوں میں ملوث ہو سکتی ہے، بالکل غلط اور ناقابل فہم ہے۔ استغاثہ جتنی جلدی اس موقف کو اپنے دفاع سے نکال دے اتنا ہی بہتر ہے۔ کیونکہ کمیونسٹ اتنے کوتاہ نظر نہیں جتنے ان کے دشمن ہیں اور نہ ہی یہ کمیونسٹ مشکلات میں اپنے دشمنوں کی طرح دماغی توازن کھو بیٹھتے ہیں۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ جرمن کمیونسٹ پارٹی دوسرے ممالک کی پارٹیوں کی طرح کمیونسٹ انٹرنیشنل کی رکن ہے۔ لیکن کمیونسٹ انٹرنیشنل کیا ہے؟ مجھے کمیونسٹ انٹرنیشنل کے پروگرام کو پیش کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ اس کا پہلا پیراگراف یوں ہے۔

"کمیونسٹ انٹرنیشنل مزدوروں کی بین الاقوامی ایسوسی ایشن ہے۔ یہ مختلف ممالک کی کمیونسٹ پارٹیوں کی ایسوسی ایشن ہے۔ یہ پوری دنیا کی ایک اجتماعی اور متحدہ کمیونسٹ پارٹی ہے۔ یہ عالمی پرولتاریہ کی انقلابی تحریک کی رہنما اور منتظم ہے جو ہر لمحہ کمیونزم کے اصولوں کے پرچم کو مضبوطی سے تھامے رکھتی ہے۔ اس لئے کمیونسٹ انٹرنیشنل مزدور طبقے کی اکثریت اور کسانوں کے ایک بڑے حصے کی تائید اور حمایت حاصل کرنے کے لئے جد و جہد کرتی ہے تاکہ عالمی پرولتاریہ کی

آمریت نافذ کی جا سکے اور دنیا بھر کی سوشلسٹ سوویت جمہوریتوں کا قیام عمل میں لایا جا سکے تاکہ طبقات کو کلیتہً ختم کر کے سوشلزم نافذ کیا جا سکے جو کہ کمیونزم کی پہلی منزل ہے۔"

پوری دنیا میں لاکھوں کروڑوں انسان اس کمیونسٹ انٹرنیشنل میں شریک ہیں اور اس کی ممبر پارٹیوں میں سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی سب سے مضبوط پارٹی ہے۔ یہ ایسی پارٹی ہے جو برسرِ اقتدار ہے، جس کا اقتدار دنیا کے سب سے بڑے ملک میں ہے۔ یہ عالمی کمیونسٹ پارٹی یعنی کمیونسٹ انٹرنیشنل تمام ممالک کی کمیونسٹ پارٹیوں کے ساتھ مل کر عالمی اور مختلف ملکوں کی سیاسی صورتِ حال کا تجزیہ کرتی ہے۔ یہ کمیونسٹ انٹرنیشنل جس کے سامنے تمام پارٹیاں اور اس کی شاخیں جواب دہ ہوتی ہیں ایک عالمی تنظیم ہے۔ یہ سازشیوں کا ٹولہ نہیں ہے۔ ایسی عالمی پارٹی انقلاب اور بغاوت کو کھیل تصور نہیں کر سکتی۔ ایسی عالمی ذمہ دار تنظیم یہ نہیں کر سکتی کہ وہ اپنے لاکھوں کروڑوں پیروکاروں کو اعلانیہ تو ایک بات کہے لیکن خفیہ طور پر اس کے بالکل اُلٹ اقدام کرے۔ میرے پیارے ڈاکٹر سیک (SACK) (استغاثہ کے وکیل کا نام) یہ کوئی لمیٹڈ کمپنی نہیں ہے جہاں پر حساب کتاب کی دوہری کتابیں رکھی جاتی ہوں۔

ڈاکٹر سیک۔ ٹھیک ہے اپنا کمیونسٹ پراپیگنڈہ جاری رکھو۔

ڈیمیتروف۔ ایسی پارٹی جب بھی کوئی فیصلہ کرتی ہے، جب بھی کوئی اقدام کرنے کا تہیہ کرتی ہے تو وہ یہ تمام فیصلے، تمام اقدام کمال سنجیدگی اور ذمہ داری کے ساتھ کرتی ہے۔ یہ لاکھوں کروڑوں مزدوروں کو اپنے سیاسی طریقِ کار اور داؤ پیچ سے آگاہ کرتی ہے اور ان کو ان پر قائل کرتی ہے۔ مجھے اجازت دیجئے کہ میں کمیونسٹ انٹرنیشنل کی مجلس عاملہ کے بارہویں اجلاس کے فیصلوں کے اقتباسات پڑھ کر سناؤں کیونکہ اس مقدمہ میں ان کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ان فیصلوں کے مطابق جرمن کمیونسٹ پارٹی کے ذمے جو فرائض عائد کیے گئے وہ یہ تھے:۔

"محنت کش عوام کو ان کے روزمرہ کے مطالبات کے حصول کے لئے

• سرمایہ دار اور اجارہ دار طبقہ کے جارحانہ حملوں کے خلاف
• فاشزم کے خلاف
• ہنگامی اور جابرانہ قوانین کے خلاف
• قومی تعصب کے خلاف

منظم کرنا۔ ان محنت کش عوام کو سیاسی اور اقتصادی مطالبات کی بنیاد پر اکٹھا کرنا اور ان کو ایک عام ہڑتال کے لئے تیار کرنا۔ ان میں بین الاقوامی بھائی چارے اور اخوت کے جذبات کو اُبھارنا۔ ان کے علاوہ سوشل ڈیموکریٹک پارٹیوں کے زیر اثر مزدوروں کو اپنی طرف کھینچنا۔ ان کو مشترکہ ٹریڈ یونینوں میں منظم کرنا اور پھر سیاسی طور پر بھی ان کو اپنے قریب لانا۔ ان فرائض کے علاوہ جرمن کمیونسٹ پارٹی کو یہ بات ہمیشہ پیش نظر رکھنی چاہیے کہ اس کا اولین کام فسطائی آمریت کے نعرے کے خلاف جہاد ہے۔ جرمن کمیونسٹوں کو THIRD REICH کی بجائے مزدوروں، کسانوں کی ریپبلک اور WERMAR REPUBLIC سوویت سوشلسٹ جرمنی کا نعرہ مقبول بنانا چاہیے۔ کیونکہ اسی ایک صورت میں جرمن اور آسٹریا کا رضاکارانہ اتحاد عمل میں آسکتا ہے۔

اجتماعی سیاسی عمل، عوامی تنظیم، عوام کا متحدہ محاذ اور اس کی بنیاد پر آمریت کی مخالفت اور مزاحمت یہ ہیں کمیونسٹوں کی سیاسی سرگرمیوں کے بنیادی نقاط۔"

میرے پاس سے کمیونسٹ انٹرنیشنل کی مجلس عاملہ کی طرف سے شائع کردہ اپیل دستیاب ہوئی تھی۔ میں اس کا کچھ حصہ پڑھنا چاہتا ہوں۔ اس میں دو نقاط خاص طور پر اہمیت کے حامل ہیں۔ اس اپیل میں مختلف ممالک میں جرمنی کی صورت حال کے بارے میں مظاہروں اور جلسوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس اپیل میں نیشنل سوشلسٹوں کی متشددانہ سرگرمیوں کے خلاف مزاحمت کے

سلسلے میں جرمن کمیونسٹوں کے فرائض کا بھی ذکر کیا گیا ہے کہ مزدور طبقے کو ان حالات میں کیسے منظم کیا جائے تاکہ وہ اپنے روٹی روزگار اور اپنی آزادی کے لئے جد وجہد جاری رکھ سکے۔ اس اپیل کے کچھ حصّے یوں ہیں:-

"سوشل ڈیموکریٹک پارٹی اور کمیونسٹ پارٹی کے درمیان متحدہ محاذ کے قیام میں جو سب سے بڑی رکاوٹ رہی ہے اور اب بھی ہے، وہ ہے سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کا سرمایہ دار اور ان کے طبقے سے تعاون کی پالیسی اور ان کے اس تعاون اور دوستی کی اسی پالیسی نے بین الاقوامی طور پر پرولتاریہ کو اپنے طبقاتی دشمن کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا اور اس دشمن کی جارحیت کو کھلی چھٹی مل گئی ہے۔ سرمایہ دار طبقے سے سوشل ڈیموکریٹک پارٹیاں "کم خطرناک دشمن" کے بہانے اور بنیاد پر تعاون اور دوستی کی پینگیں بڑھاتی رہی ہیں اور اسی دوستی اور تعاون نے جرمنی میں فسطائیت کی فتح کے لئے راستہ ہموار کیا۔

کمیونسٹ انٹرنیشنل اور تمام ممالک کی کمیونسٹ پارٹیوں نے متعدد بار سوشل ڈیموکریٹک پارٹیوں کے ساتھ مل کر سرمایہ، سیاسی دہشت گردی اور جنگ کے خطرات کے خلاف متحدہ جد وجہد کے لئے رضامندی کا اظہار ہی نہیں کیا بلکہ سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے لیڈروں کی مزاحمت کے باوجود مشترکہ اور متحدہ مظاہرے ترتیب دیئے اور متحدہ جد وجہد کی داغ بیل ڈالنے کی کوشش کی لیکن ہر بار سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے لیڈروں نے ان کوششوں کو ناکام بنا دیا۔

پچھلے سال ۲۰ر جولائی کو جب وان پاپن (VAN PAPEN) نے سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کی ـــــ حکومت کو برطرف کر دیا تو جرمن کمیونسٹ پارٹی نے تجویز پیش کی تھی کہ جرمن کمیونسٹ پارٹی سوشل ڈیموکریٹک پارٹی اور کل جرمن ٹریڈ یونین ایسوسی ایشن مل کر فاشزم کے اس حملے کے خلاف عام ہڑتال

کا نعرہ دیں۔ لیکن سیکنڈ انٹرنیشنل کے ایما پر جرمن سوشل ڈیمو کریٹک پارٹی اور ٹریڈ یونین ایسوسی ایشن نے اس تجویز کو رد کر دیا اور کہا کہ ایسا اقدام اشتعال انگیز ثابت ہو سکتا ہے۔ اسی طرح جب ہٹلر برسر اقتدار آیا تو پھر جرمن کمیونسٹ پارٹی نے سوشل ڈیمو کریٹک پارٹی اور ٹریڈ یونین ایسوسی ایشن سے متحدہ اقدام کے لئے اپیل کی تھی تا کہ فاشزم کی مزاحمت کی جا سکے۔ لیکن اس وقت بھی ان تمام کوششوں کو ناکام بنا دیا گیا۔ اور تو اور پچھلے نومبر میں اُجرتوں میں کمی کے خلاف بھی ان جماعتوں نے متحدہ اقدام کی تجویزوں کو رد کر دیا۔ محنت کشوں کی بین الاقوامی تحریک ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔

اس سال ۱۹ رفروری کو سوشلسٹ ورکرز انٹرنیشنل نے جو اعلان کیا تھا کہ وہ کمیونسٹ پارٹی کے ساتھ جرمنی میں فاشزم کے خلاف متحدہ محاذ بنانے کے لئے تیار ہیں اُس نے مختلف حلقوں کو شدید حیرانی میں مبتلا کر دیا۔ کیونکہ یہ اعلان اُن کی پہلی تمام پالیسیوں اور اعلانوں سے مختلف تھا اور سچ یہ ہے کہ کمیونسٹ انٹرنیشنل اور کمیونسٹ پارٹیوں کو سوشلسٹ انٹرنیشنل کے اعلان کے بارے میں شدید غلط فہمیاں تھیں۔ کیونکہ یہ اعلان ایسے موقع پر ہوا تھا جب کہ اکثر ملکوں میں محنت کش طبقہ سوشل ڈیمو کریٹک پارٹیوں اور اُن کے زیر اثر ٹریڈ یونینوں سے بغاوت کر کے کمیونسٹوں کے ساتھ متحدہ محاذ قائم کرنے کی ابتدا کر رہا تھا۔ لیکن اس کے باوجود کمیونسٹ انٹرنیشنل نے ہدایت کی تھی کہ ہر ملک کے مخصوص حالات کے پیش نظر ہر ملک کی کمیونسٹ پارٹی کو وہاں کی سوشل ڈیمو کریٹک پارٹی کے ساتھ متحدہ محاذ کے قیام کے لئے کم سے کم پروگرام طے کرنا چاہئے۔ کیونکہ ٹھوس اور واضح پروگرام کے بغیر جو متحدہ محاذ قائم ہو گا وہ سرمایہ دار طبقے کے مخالف ہونے کی بجائے خود محنت کش طبقہ کے لئے مہلک ثابت ہو سکتا ہے۔

"کمیونسٹ انٹرنیشنل کی مجلس عاملہ یہ تجاویز عالمی مزدور طبقہ کے سامنے پیش کرتی

اور تمام کمیونسٹ پارٹیوں کو ہدایت کرتی ہے اور سب سے بڑھ کر جرمن کمیونسٹ پارٹی سے کہتی ہے کہ وہ سوشل ڈیموکریٹک پارٹیوں اور دوسری مزدور تنظیموں کے ساتھ فوراً متحدہ محاذ اور مشترکہ لائحہ عمل کے لئے مشترکہ کمیٹیاں قائم کرنے کی طرف قدم بڑھائیں اور سوشل ڈیموکریسی جیسے اہم معاملات پر گفتگو کے نتائج کا انتظار نہ کریں۔ چنانچہ کمیونسٹوں کی طویل جدوجہد نے صرف دکھاوے کے لئے نہیں بلکہ اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ سرمایہ دار طبقہ کے خلاف عملی اقدام کے لئے متحدہ محاذ کے قیام کی جدوجہد میں سب سے پیش پیش رہے ہیں۔

کمیونسٹ انٹرنیشنل کو پورا یقین ہے کہ سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے عام کارکن اور عام مزدور اپنے لیڈروں کی مخالفت اور گومگو کے باوجود کمیونسٹوں کے ساتھ متحدہ محاذ کے قیام کی جدوجہد میں صرف زبانی ہی نہیں بلکہ عملی طور پر قدم اٹھائیں گے۔ اب جب کہ جرمن فاشزم نے مزدور طبقہ کی جدوجہد اور تحریک کو ختم کرنے کے لئے ریشتاغ کو نذر آتش کرنے جیسی خطرناک سازش کو جنم دیا ہے، جب کمیونسٹوں کے سر مبینہ بغاوت کا الزام تھوپ کر اشتعال انگیزی کی حد کر دی ہے تو اب ہر محنت کش کو محسوس ہو جانا چاہیئے کہ فاشزم اور سرمایہ کے اس بڑھتے ہوئے حملوں کے پیش نظر محنت کشوں کی طبقاتی ذمہ داریاں کیا ہیں؟"

یہ اپیل آپ کے سامنے ہے۔ اس میں کہیں بھی فوری طور پر اقتدار پر قبضہ کرنے کی بات ہی موجود نہیں ہے۔ ایسا اقدام نہ تو جرمن کمیونسٹ پارٹی نے تجویز کیا تھا اور نہ ہی کمیونسٹ انٹرنیشنل نے۔ یہ درست ہے کہ کمیونسٹ پارٹی کی یہ اپیل مسلح بغاوت کے امکانات کو کلیتہً رد نہیں کرتی۔ اس سے عدالت نے غلط طور پر یہ نتیجہ اخذ کر لیا ہے کہ چونکہ

اس اپیل میں مسلح بغاوت کے امکانات کو رد نہیں کیا گیا لہذا جرمن کمیونسٹ فوری طور پر مسلح بغاوت کی ابتدا کر رہے ہیں۔ لیکن میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ یہ سوچنا بھی منطقی طور پر غلط ہے اور مسلح بغاوت کا الزام بالکل لغو اور جھوٹا ہے۔ یہ درست ہے کہ پرولتاریہ کی آمریت کا قیام تمام کمیونسٹ پارٹیوں کا نصب العین ہے۔ یہ ہمارا اصول ہے لیکن یہ ایسا نصب العین ہے جس کے حصول کے لئے صرف مزدور طبقہ کی طاقت ہی کافی نہیں بلکہ اس کے لئے محنت کشوں کے دوسرے حصوں کا عملی تعاون اور امداد و اعانت لازمی و لابدی ہے۔

ہر ذی شعور انسان جانتا ہے کہ جرمن کمیونسٹ پارٹی پرولتاریہ کی آمریت میں یقین رکھتی ہے لیکن اس یقین اور اس نصب العین کا اس مقدمہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مسئلہ تو صرف اتنا ہے کہ کیا ۲۷۔ فروری ۱۹۳۳ء کو ریشتاغ میں جو آگ لگی کیا وہ کمیونسٹوں کی طرف سے اقتدار پر قبضہ کرنے کے لئے مسلح بغاوت کی ابتدا تھی؟

حضور والا —! اس ضمن میں جو تفتیش و تحقیق کی گئی ہے اس کے نتائج کیا ہیں؟ جہاں تک اس کہانی کا یا اس مفروضے کا تعلق ہے کہ یہ آگ کمیونسٹوں نے لگائی تھی تو اس مفروضے یا کہانی کے پرخچے اڑ چکے ہیں اور اب کوئی بھی صحیح الدماغ انسان نہ تو اس آگ کو کمیونسٹوں کی کارستانی مانتا ہے اور نہ ہی وہ کمیونسٹوں کی طرف سے مسلح بغاوت کی ابتدا کے افسانے کو ہی درست تسلیم کرتا ہے۔ یہ تمام افسانے اور من گھڑت کہانیاں بہت بعد کی تخلیق ہیں کیونکہ جب یہ آگ کا افسانہ تراشا گیا۔ اس وقت جرمن کمیونسٹ اپنے دفاع کے لئے جرمن عوام کو منظم کرنے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ اسی لئے ریشتاغ کو آگ لگائی گئی تاکہ جرمن کمیونسٹوں اور ان کی طرف سے عوام کو فاشزم کے خلاف مزاحمت کی کوششوں کو ناکام بنا دیا جائے اور ریشتاغ کو نذر آتش کرنے کے بہانے جرمن کمیونسٹ پارٹی کو خلاف قانون قرار دیا جا سکے۔ یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ موجودہ حکومت کا کوئی بھی ذمہ دار فرد ۲۷ یا ۲۸ فروری کو

کمیونسٹوں کی طرف سے مسلح بغاوت کے امکان کے بارے میں یقین نہیں رکھتا تھا۔ پولیس افسروں اور دوسرے گواہوں نے اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ نہ تو انہوں نے اس بغاوت کے متعلق سنا تھا اور نہ ان کو اس قسم کی کوئی اطلاع موصول ہوئی تھی۔ اسی لئے حکومت نے اس قسم کی مسلح بغاوت کو ناکام بنانے کے لئے کوئی اقدام نہیں کیا تھا۔

صدر عدالت۔ پولیس کے مغربی شعبے کو بہر حال اس ضمن میں اطلاعات موصول ہوئی تھیں۔

ڈیمیتروف۔ یہ مغربی شعبے کا انچارج پولیس افسر اپنے بیان میں تسلیم کرتا ہے کہ اُس کو گوئرنگ نے طلب کیا تھا اور اس کو زبانی ہدایات دی تھیں کہ کمیونسٹوں کے خلاف اقدام کرنا ہے۔ اُس کے نزدیک اس کا مطلب کیا تھا کہ کمیونسٹوں کو جلسے کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ ہڑتالوں کو ناکام بنایا جائے۔ مظاہروں میں گڑبڑ کی جائے اور انتخابی پراپیگنڈے کی کھلی اجازت نہ دی جائے۔ لیکن اس شہادت میں بھی کمیونسٹوں کی مسلح بغاوت اور اس کی روک تھام کے لئے کوششوں کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ کل ڈاکٹر SUFFERT بھی اپنے بیان میں اسی نتیجے پر پہنچا تھا کہ کوئی سرکاری ادارہ مسلح بغاوت کا خطرہ محسوس نہیں کر رہا تھا۔ حتیٰ کہ اُس نے گوئیبلز کی گواہی کا بھی ذکر کیا ہے۔ جس میں اُس نے کہا تھا کہ اُس نے پہلی بار جب ریشتاغ میں آگ لگنے کی خبر سنی تو اُس نے یقین نہیں کیا تھا۔ حتیٰ کہ جب اس واقعہ کے بعد حکومت نے ہنگامی حالات کے نفاذ کا اعلان کیا تو اس میں آئین کی ایسی دفعات کو معطل کرنے کا اعلان تھا جس کے ذریعے بلا وارنٹ گرفتاری، جلسے جلوسوں پر پابندی، سیاسی جماعتوں کو خلافِ قانون قرار دینا، اخبارات پر سنسر بٹھانا وغیرہ کو جائز قرار دے دیا گیا تھا اور یہ پورے مزدور طبقے پر حملہ تھا۔

صدر عدالت۔ مزدور طبقے پر نہیں بلکہ صرف کمیونسٹوں پر حملہ تھا۔

ڈیمیتروف۔ لیکن ان ہنگامی قوانین کے تحت کمیونسٹوں کے ساتھ سوشل ڈیموکریٹک پارٹی اور عیسائی مزدوروں کو گرفتار کیا گیا تھا اور ان کی جماعتوں کو بھی خلاف قانون قرار دے

دیا گیا تھا۔ یہ درست ہے کہ ان ہنگامی قوانین کا اصل مقصد کمیونسٹوں پر پابندی تھی لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ان قوانین کے تحت تمام دوسری جماعتوں پر بھی پابندیاں عائد کر دی گئیں تو پھر بھی ریشتاغ کو نذر آتش کرنے میں ان سب کا ہاتھ تھا؟

صدر عدالت۔ اگر تم جرمن حکومت پر اسی طرح حملے کرتے رہے تو میں تمہیں بیان دینے سے روک دوں گا۔

ڈیمیتروف۔ اس مقدمے میں ایک نقطے کی ابھی تک وضاحت نہیں کی گئی۔

صدر عدالت۔ تم ججوں کو مخاطب کرو نہ کہ حاضرین کو ورنہ تمہارا بیان پراپیگنڈہ سمجھا جائے گا۔

ڈیمیتروف۔ ایک مسئلے پر نہ تو استغاثہ نے اور نہ ہی صفائی نے روشنی ڈالی ہے اس مسئلے سے یہ اغماض میرے لئے کوئی چنداں حیران کن نہیں ہے۔ حالانکہ یہ مسئلہ سب کے لئے پریشان کن ہونا چاہئے تھا۔ میری مراد فروری ۱۹۳۳ء میں جرمنی کی سیاسی صورت حال سے ہے اور مجھے بہر حال اس پر روشنی ڈالنی ہو گی۔ کیونکہ جو صورت حال فروری ۱۹۳۳ء میں موجود تھی، اس میں قومی محاذ کے اندر زبردست کشمکش اور کھینچا تانی جاری تھی۔

صدر عدالت۔ تم پھر انہی مسائل کو اٹھا رہے ہو جن کے بارے میں بار بار منع کیا جا چکا ہے۔

ڈیمیتروف۔ میں عدالت کی توجہ اپنی اس درخواست کی طرف مبذول کروانا چاہوں گا جس میں میں نے HUGEN BERGWON PAPEN، BRUNING، SCHEICHER DUESTER BERG وغیرہ کو بطور گواہ طلب کرنے کی اجازت چاہی تھی۔

صدر عدالت۔ عدالت نے اس درخواست کو نامنظور کر دیا تھا۔ اس لئے تمہیں اس کا دوبارہ ذکر کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

ڈیمیتروف۔ مجھے اس کا علم ہے اور یہ بھی علم ہے کہ یہ درخواست کیوں نامنظور

کی گئی تھی۔

صدرِ عدالت۔ میرے لئے یہ امر خاصا تکلیف دہ ہے کہ میں بار بار تم کو تمہارے آخری بیان کے دوران ٹوکوں اور مداخلت کروں لیکن تمہیں بھی تو میری ہدایات کا احترام کرنا چاہیے۔

ڈیمیتروف۔ تومی محاذ میں اس زمانے میں جو کشمکش جاری تھی وہ دراصل اس کشمکش اور کھینچا تانی کا پرتو تھی جو پس پردہ جرمنی کے اعلیٰ صنعتی اور تجارتی حلقوں میں جاری تھی۔ ایک طرف اسلحہ سازی کی صنعت سے متعلق صنعت کار KRUP اور THYSSEN کا گروہ تھا۔ یہ گروہ کئی سالوں سے نیشنل سوشلسٹ پارٹی کی امداد و اعانت میں مصروف تھا تو دوسری طرف ان کے مخالف صنعت کاروں کا گروہ تھا جن کو اب بالکل نظر انداز کیا جا رہا تھا اور ان کے مفادات سے اغماض برتا جا رہا تھا۔ جہاں تک تھائیسن اور کرپ کا تعلق تھا یہ گروہ اپنی نگرانی میں مکمل آمریت کے حامی تھے تاکہ مزدور طبقہ کی اُجرتوں میں کمی کی جا سکے۔ اس کے لئے کمیونسٹ اور محنت کشوں کی منظم تحریک کو دبانا اور کچلنا بنیادی شرط تھا۔ اس کے مقابلے میں کمیونسٹ پارٹی دوسرے تمام ترقی پسند عناصر اور سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے ساتھ متحدہ محاذ کے قیام کے لئے انتھک جدوجہد کر رہی تھی تاکہ فاشزم اور نیشنل سوشلسٹ پارٹی کے اقتدار کی مزاحمت کی جا سکے۔ چنانچہ سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے ہزاروں اراکین اس ضرورت کو محسوس کرنے لگے تھے۔ وہ ایک طرف متحدہ محاذ میں شامل ہو رہے تھے تو دوسری طرف جوق در جوق جرمن کمیونسٹ پارٹی کی رکنیت بھی حاصل کر رہے تھے۔ فروری ۱۹۳۳ء میں محنت کش عوام کی، فاشزم اور ان کی اُجرتوں پہ سرمایہ داروں کے حملوں کے خلاف مزاحمت میں شدت آ رہی تھی اور یہ صورت حال فسطائی حکمرانوں اور اسلحہ سازوں کو کیسے پسند آ سکتی تھی لیکن یہ مزاحمت مسلح بغاوت کسی صورت میں نہ تھی۔

صدرِ عدالت۔ (مداخلت کرتے ہوئے) لیکن تم تو مسلسل یہ اصرار کرتے رہے ہو کہ تم کو صرف بلغاریہ کی سیاست سے دلچسپی تھی۔ لیکن موجودہ بیان یہ ظاہر کرتا ہے کہ تم کو جرمنی کی سیاسی صورتِ حال سے بھی گہری دلچسپی تھی اور ہے۔

ڈیمیتروف۔ حضور والا! آپ مجھ پر بہتان باندھ رہے ہیں۔ میں اس موقع پر صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مجھے ایک بلغاریہ کے انقلابی کی حیثیت سے پوری دنیا کی انقلابی تحریک سے دلچسپی ہے۔ گو میں جنوبی امریکہ کبھی نہیں گیا لیکن مجھے وہاں کی سیاسی صورت حال میں دلچسپی ہے۔ اور مجھے وہاں کی صورت حال کے بارے میں اتنا ہی علم ہے جتنا کہ مجھے جرمنی کی سیاسی صورت حال کے بارے میں ہے۔ میں نے اس مقدمے کے دوران بہت کچھ سیکھا ہے۔ مجھ میں ویسے بھی سیاسی صورت حال کو سمجھنے اور اس کا تجزیہ کرنے کی صلاحیت وافر مقدار میں موجود ہے اس لئے بہت سی نئی تفصیلات مجھے اس عدالت کے دوران سمجھ میں آئی ہیں۔

اس دور میں سیاسی صورت حال کا انحصار دو اہم پہلوؤں پر تھا۔ ایک پہلو تو نیشنل سوشلسٹ پارٹی کے لئے اقتدار حاصل کرنے کا تھا اور دوسرا پہلو جرمن کمیونسٹ پارٹی کی طرف سے فاشزم کے خلاف متحدہ محاذ کے قیام کے لئے جدوجہد کا تھا۔ ان دونوں پہلوؤں پر خاصی روشنی ڈالی جا چکی ہے لیکن ایسی صورت حال میں نیشنل سوشلسٹوں کے لئے ضروری تھا کہ ایسے اقدام کئے جائیں جن سے ایک طرف لوگوں کی توجہ حکومت کی اندرونی مشکلات سے ہٹ جائے اور دوسری طرف جرمن کمیونسٹوں کی متحدہ محاذ کی جدوجہد کو بھی شکست دی جا سکے۔ نیشنل سوشلسٹ پارٹی کو دراصل اپنے ہنگامی قوانین کے لئے بہانہ درکار تھا۔ تاکہ آزادی پریس کے خاتمے، شہری آزادیوں پر قدغن، کمیونسٹوں کی پکڑ دھکڑ اور ان کو جیلوں میں ڈالنے اور صعوبتیں پہنچانے کا جواز مہیا ہو جائے۔

صدر عدالت۔ اب تم تمام حدود سے تجاوز کر کے الزام تراشی پر اتر آئے ہو۔

ڈیمیتروف۔ میرا صرف ایک ہی مقصد ہے کہ میں اس واردات کے موقع پر جرمنی کی سیاسی صورت حال جس طرح میں سمجھتا ہوں کو عدالت کے روبرو بیان کر دوں۔

صدر عدالت۔ یہ عدالت ایسے بیانات اور ایسی الزام تراشیاں جن کی بارہا تردید ہو چکی ہے، کے لئے کوئی موزوں جگہ نہیں ہے۔

ڈیمیتروف ۔ ان حالات میں مزدور طبقے کا رویّہ مدافعانہ تھا اور جرمن کمیونسٹ پارٹی متحدہ محاذ کے قیام کے لئے WELLS اور BREITCHEID کی تمام رکاوٹوں کے باوجود سر توڑ کوشش کر رہی تھی اور اب بیرون ملک بیٹھ کر یہی حضرات سب سے زیادہ شور مچا رہے ہیں۔

صدر عدالت ۔ تم اپنا دفاع جاری رکھو ورنہ وقت ختم ہو جائے گا۔

ڈیمیتروف ۔ میں پہلے ایک موقع پر کہہ چکا ہوں کہ میں فرد جرم کے ایک نکتے سے متفق ہوں اور آج میں اپنے اس اتفاق کو پھر دہراتا ہوں۔ میری مراد اس نکتے سے یہ ہے کہ آیا VAN-DER-LUBBE نے تن تنہا ریشتاغ کو آگ لگائی یا اس جرم میں اس کے ہمراہ دیگر بھی لوگ تھے۔ جونیئر وکیل استغاثہ PARRISIUS نے ایک موقعے پر کہا تھا کہ ملزم کی قسمت کے فیصلے کا انحصار اسی سوال کے جواب پر ہے کہ لیوبے نے اکیلے اس واردات کا ارتکاب کیا ہے یا ہمراہیوں کے ساتھ۔ میرا جواب ایک بار نہیں ہزار بار نفی میں ہے۔ ایسا اندازہ غیر منطقی ہے اور یہ قائل کرنے والا نہیں ہے۔ میرا یقین یہی کہتا ہے کہ اس واردات میں VAN-DER-LUBBE اکیلا نہیں تھا۔ ماہرین نے جس رائے کا اظہار کیا ہے اور جو شہادتیں ریکارڈ پر لائی گئی ہیں ان سے میں ایک ہی نتیجہ اخذ کرتا ہوں کہ پارلیمنٹ کے PLENARY SESSION CHAMBER میں جو آگ لگی تھی وہ آگ اور جو آگ نچلی منزل میں ریستوراں میں لگی یہ دونوں مختلف نوعیت کی وارداتیں تھیں۔ سیشن چیمبر میں جو واردات ہوئی اس میں مختلف افراد ملوث تھے اور انہوں نے آگ لگانے کے لئے مختلف طریقے استعمال کئے گویہ زبردست اتفاق ہے کہ یہ واردات بھی عین اسی موقع پر ظہور پذیر ہوئی جب نچلی منزل میں ریستوراں کو VAN-DER-LUBBE آگ دکھا رہا تھا عین ممکن ہے یہ لیوبے سیشن چیمبر کو آگ لگانے والے افراد کا غیر شعوری ایجنٹ ہو۔ ایک ایسا ایجنٹ جس کو انہوں نے غلط استعمال کیا ہے۔ VAN-DER-LUBBE نے اس عدالت میں قطعاً سچ نہیں بولا ہے اور اس نے مستقلاً خاموشی اختیار کر رکھی ہے۔ اس لئے اس سوال کا جواب دوسرے

ملزموں کی قسمت کے فیصلے کے لئے کافی نہیں۔ یہ درست ہے کہ VAN-DER-LUBBE اس
واردات میں اکیلا نہیں تھا لیکن یقینی طور پر اس واردات میں نہ تو ڈیمیتروف نہ TORGLER نہ
POPOV اور نہ TANEV شامل تھے۔

کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ VAN-DER-LUBBE ۲۶ فروری کو HENNIGSDORF
کسی ایسے شخص سے ملا ہو جس کے روبرو اپنے ارادوں کا ذکر کیا ہو اور کہا ہو کہ وہ ٹاؤن ہال
یا شاہی محل کو آگ لگانا چاہتا ہے؟ اس پر اس شخص نے اس کو اس امر پر قائل کیا ہو کہ ٹاؤن
ہال یا شاہی محل کو اس زمانے میں آگ لگانے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اس انتخابات کے زمانے
میں پارلیمنٹ کو نذرِ آتش کرنے سے پوری دنیا کی توجہ اس طرف مبذول ہو جائے گی۔ یہ بات
لیوبے کو اپیل کر گئی ہوگی۔ اور اس طرح سے سیاسی پاگل پن اور سیاسی اشتعال انگیزی کا سمجھوتہ
وجود میں آگیا اور پارلیمنٹ نذرِ آتش ہو گئی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سیاسی پاگل تو اس وقت مجرموں
کے کٹہرے میں موجود ہے لیکن سیاسی اشتعال انگیزی کے مجرم اب بھی آزاد پھر رہے ہیں۔ یہ
بیوقوف لیوبے جب ریستوران کو نذرِ آتش کر رہا تھا تو اس کو سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ عین اسی
وقت اوپر کی منزل میں کچھ اور افراد خفیہ آتش گیر مادہ جس کے بارے میں DR SCHATZ
نے آکر کہا ہے کہ کے ذریعے ریشتاغ کے سیشن چیمبر کو نذرِ آتش کر رہے تھے۔

اس موقع پر VAN-DER-LUBBE ہنسنا شروع کر دیتا ہے اور اسی ہنسی میں اس
کا پورا جسم لوٹ پوٹ ہوتا ہے۔ جنونی کے سے انداز کی ہنسی نے عدالت میں موجود تمام لوگوں
کی توجہ اپنی طرف مبذول کر لی۔

ڈیمیتروف۔ (لیوبے کی طرف اشارہ کر کے) اس نامعلوم اشتعال دلانے والے شخص
نے آتش زدگی کی تمام تیاری مکمل کر رکھی تھی اور وہ نامعلوم خبیث روح بغیر کوئی نشان چھوڑے
غائب ہو گئی۔ اور اب یہ بیوقوف، جنونی، شیطان مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا ہے۔ میرا یقین
ہے کہ لیوبے اور سیاسی اشتعال انگیزی کے مرتکب مجرموں کے ایجنٹ کا رابطہ HENNIGSDORF

میں ہی قائم ہوا تھا۔

استغاثہ کے وکیل نے بار بار کہا ہے کہ VAN-DER-LUBBE کمیونسٹ تھا۔ استغاثہ کے وکیل نے یہاں تک بھی کہا ہے کہ فرض کر لیجئے کہ لیوبے کمیونسٹ نہیں ہے۔ پھر بھی اس کا یہ قدم کمیونسٹوں کی حمایت میں تھا اور اس نے یہ واردات کمیونسٹوں کی امداد و اعانت سے ہی سرانجام دی ہے۔ یہ پوری دلیل بودی اور بے عقلوں والی ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ VAN-DER-LUBBE کیا چیز ہے؟ کیا یہ کمیونسٹ ہے؟ ناممکن! کیا یہ انارکسٹ ANARCHIST ہے؟ نہیں! یہ اپنے طبقے کا راندہ ہوا مزدور ہے، یہ اس معاشرے کی تلچھٹ ہے۔ وہ ایک آلہ کار ہے جس کو بغاوت کے نام پر مزدور طبقے کے خلاف استعمال کیا گیا ہے۔ وہ نہ کمیونسٹ ہے نہ ہی انارکسٹ۔ کیونکہ نہ کوئی کمیونسٹ اور نہ ہی انارکسٹ عدالت میں یہ رویہ اختیار کر سکتا ہے جس کا ارتکاب لیوبے کر رہا ہے۔ سچے انارکسٹ بعض اوقات مہم جوئی کے مرتکب ضرور ہوتے ہیں لیکن ان میں اپنے عقائد کی پختگی کا اتنا یقین ہوتا ہے کہ وہ عدالت میں بہادروں کی طرح کٹہرے ہو کر اپنے عقائد کا اعلان کرتے ہیں۔ اگر کسی کمیونسٹ نے اس قسم کی واردات کی ہوتی تو وہ عدالت میں اس طرح خاموش نہ رہتا اور اپنے ساتھ چار بے قصور انسانوں کو مجرموں کے کٹہرے میں نہ گھسیٹتا۔ نہیں یہ لیوبے نہ کمیونسٹ ہے نہ انارکسٹ یہ فقط فاشزم کا غلط طور پر استعمال شدہ کارندہ ہے۔

جرمن کمیونسٹ پارٹی کے پارلیمانی گروپ کے صدر اور ہم بلغاریہ کے باشندوں کا اس لیوبے سے نہ کوئی تعلق ہے نہ کوئی ناطہ۔ اس کو کمیونزم کے خلاف بطور ایک گھٹیا کارندے کے استعمال کیا گیا ہے۔ میں عدالت کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ۲۸ فروری کو گوئرنگ نے بیان جاری کیا تھا جس میں کہا گیا تھا کہ KOENEN اور TORGLER اکٹھے رات کو دس بجے پارلیمنٹ کی عمارت سے بھاگتے ہوئے دیکھے گئے تھے۔ یہ بیان پورے جرمنی کے ریڈیو سے نشر ہوا تھا۔ اسی بیان میں کہا گیا تھا کہ کمیونسٹوں نے ریشتاغ کو آگ لگائی ہے۔ لیکن اس کے باوجود

VAN-DER-LUBBE کی HENNIGS DORF میں سرگرمیوں کی کوئی تفتیش نہیں کی گئی۔ نہ ہی اس شخص کو تلاش کرنے کی کوشش کی گئی جس کے ساتھ لیوبے نے رات گزاری تھی۔

صدر عدالت۔ تم کب تک اپنا بیان ختم کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔

ڈیمیتروف۔ میں مزید آدھ گھنٹہ بولوں گا۔ میں اس مسئلے پر اپنے خیالات کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں۔

صدر عدالت۔ تم مستقل تو یہ بیان جاری نہیں رکھ سکتے۔

ڈیمیتروف۔ جناب والا! ان تین مہینوں میں جب سے اس مقدمے کی سماعت شروع ہوئی ہے آپ نے متعدد بار مجھے خاموش کرا دیا اور ہر بار یہ کہا گیا کہ مقدمے کے اختتام پر مجھے اپنے دفاع میں بولنے کی پوری آزادی ہوگی۔ اب مقدمہ ختم ہو رہا ہے اور اب بھی آپ اپنے وعدے کے برخلاف مجھے بیان سے باز رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

یہ سوال کہ HENNIGS DORF میں کیا بیتی بہت زبردست اہمیت رکھتا ہے اور لیوبے نے جس شخص WASCHINSKI کے ساتھ رات گزاری وہ پولیس کے ہتھے کیوں نہیں چڑھ سکا اور جب میں نے اس بات پر اصرار کیا کہ پولیس اس کو تلاش کرے تو میری اس درخواست کو فضول اور بے کار کہہ کر رد کر دیا گیا۔ یہ اصرار کہ لیوبے HENNIGS DORF میں کمیونسٹوں کے ہمراہ تھا بالکل غلط اور جھوٹ ہے۔ اور یہ جھوٹ نیشنل سوشلسٹ پارٹی کے گواہ GRAWE نے تخلیق کیا ہے۔ اگر لیوبے واقعی کمیونسٹوں کے ساتھ ہوتا تو یہ بات اب تک ثابت کی جا چکی ہوتی لیکن چونکہ ایسا نہیں تھا اسی لئے WASCHINSKI کو تلاش نہیں کیا گیا کیونکہ اس سے تو پھر یہ ثابت ہو جاتا کہ لیوبے کمیونسٹوں کے ساتھ نہیں تھا بلکہ اس کا رابطہ اس رات کسی اور کے ساتھ تھا۔ اور تو اور جو شخص سب سے پہلے اس آگ کی خبر پولیس اسٹیشن لے کر آیا اس کے بارے میں ابھی تک کوئی تفصیل مہیا نہیں کی گئی۔ اس کو تلاش کیا جا رہا ہے لیکن وہ ابھی تک نہیں مل سکا۔ شروع سے ہی اس معاملہ کی تفتیش کو غلط راہوں پر ڈال دیا گیا۔ حتیٰ کہ پارلیمنٹ کا رکن DR ALBRECHT

جو نیشنل سوشلسٹ پارٹی کا رکن ہے وہ پارلیمنٹ میں آگ لگنے کے فوراً بعد پارلیمنٹ سے بھاگا تھا لیکن اُس سے کوئی پوچھ گچھ نہیں کی گئی۔ آگ لگانے والے ملزموں کو کمیونسٹوں کے درمیان ڈھونڈنے کی مسلسل کوشش جاری رہی۔ لیکن جہاں یہ ملزم ہو سکتے تھے وہاں ڈھونڈنے کی کوشش ہی نہیں کی گئی۔ اس طرح سے صحیح مجرموں کو غائب ہونے کا پورا موقع دیا گیا۔ چونکہ یہ طے کر لیا گیا کہ اصل مجرموں کو گرفتار نہیں کیا جانا ہے تو ظاہر ہے کہ پھر ان کی جگہ پر کچھ اوروں کے سر تو یہ الزام تھوپا ہی جانا تھا۔

صدرِ عدالت۔ میں تم کو ایسے بیان دینے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ تم کو مزید دس منٹ دیئے جاتے ہیں ان میں اپنا بیان مکمل کر لو۔

ڈیمیتروف۔ مجھے اس عدالت کے روبرو اپنا مدلل موقف بیان کرنے کا پورا پورا حق حاصل ہے تاکہ عدالت صحیح فیصلے تک پہنچ سکے۔ وکیل استغاثہ نے اس عدالت میں کہا ہے کہ کمیونسٹوں کی شہادتوں پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ میں اس قسم کا کوئی موقف نہیں اختیار کروں گا اور نہ ہی میں یہ کہوں گا کہ نیشنل سوشلسٹ پارٹی کے تمام گواہ جھوٹے ہیں۔ کیونکہ نیشنل سوشلسٹ پارٹی کے لاکھوں پیروکاروں میں دیانت دار لوگ بھی شامل ہیں۔

صدرِ عدالت۔ میں تم کو اس قسم کے جملے بازی کی اجازت نہیں دے سکتا۔

ڈیمیتروف۔ کیا یہ حیران کن بات نہیں ہے کہ استغاثہ کے تمام اہم ترین گواہ نیشنل سوشلسٹ پارٹی کے اراکین میں سے ہی لئے گئے ہیں۔ یا تو وہ پارلیمنٹ کے رکن ہیں یا پھر نیشنل سوشلسٹ پارٹی کے صحافی ہیں یا پھر پارٹی کے حامی موالی ہیں۔ نیشنل سوشلسٹ ڈپٹی KARWANNE نے اپنے بیان میں کہا تھا کہ اُس نے TORGLER کو لیوبے کے ساتھ پارلیمنٹ کے اندر دیکھا تھا۔ اسی طرح نیشنل سوشلسٹ پارٹی کے ڈپٹی FREY نے اپنی شہادت میں کہا تھا کہ اُس نے POPOV کو پارلیمنٹ میں TORGLER کے ساتھ دیکھا تھا۔ ایک دوسرے ڈپٹی WALTER HELLMER نے شہادت میں کہا تھا کہ اُس نے لیوبے

کو ڈیمیتروف کے ساتھ دیکھا تھا۔ اسی طرح نیشنل سوشلسٹ پارٹی کے صحافی WEBERSTEDT نے کہا تھا کہ اُس نے TANEV کو لیوبے کے ساتھ دیکھا تھا۔ کیا یہ تمام گواہیاں اتفاقی ہیں۔ ایک اور گواہ ZIMMERMANN جو DR DROESCHER کے نام سے بھی مشہور ہے اور جو نیشنل سوشلسٹ اخبار VÖLKISCHER BEOBACHTER

صدرِ عدالت۔ یہ ثابت نہیں کیا جا سکا۔

ڈیمیتروف۔ عدالت میں کہا تھا کہ صوفیا کے گرجا میں جو واردات ہوئی اُس کی ذمہ داری ڈیمیتروف پر عائد ہوتی ہے حالانکہ یہ بالکل ثابت نہیں ہو سکا تھا اور اب وہ کہتا ہے کہ اُس نے مجھے TROGLER کے ساتھ ریشتاغ میں دیکھا ہے۔ میں پورے تیقن کے ساتھ اعلان کرتا ہوں کہ ZIMMER MANN اور DROESCHER ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں۔

صدرِ عدالت۔ میں اس دعوے کو رد کرتا ہوں۔ یہ ثابت نہیں ہو سکا۔

ڈیمیتروف۔ پولیس افسر HELLER نے ایک کتاب جو ۱۹۲۵ء میں شائع ہوئی تھی سے ایک کمیونسٹ کی لکھی ہوئی نظم پڑھی تھی اور اس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ ریشتاغ کو آگ لگانے کی واردات کا ارتکاب کمیونسٹوں نے کیا ہے۔

لیکن اس موقع پر مجھے بھی جرمنی کے عظیم شاعر گوئٹے (GOETHE) کی ایک نظم پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

مسرتوں اور خوشیوں کو کم کم ہی
ترازو میں تولا جا سکتا ہے۔
اس لئے ہوشمندی سے کام لو
ان آنے والے دنوں میں — کیونکہ
خوشی کے مواقع بار بار نہیں آتے۔
جدوجہد ضرور کرو، انتھک جدوجہد

زندگی لگاتار جدوجہد اور پیہم عمل ہی کا نام ہے
اس لئے زیست کی لڑائی میں ضرور حصّہ لو
نتیجے سے بے نیاز اور بے پروا ہو کر
جیت ہو یا ہار، کامیابی یا ناکامی
ہتھوڑا یا آہرن
غالب یا مغلوب ـــ ایک ضرور بنو
یہی زندگی ہے۔

جی ہاں ـــ! جو آہرن نہیں بننا چاہتا اُسے ہتھوڑا ضرور بننا چاہئے۔ یہ درست ہے کہ جرمنی کے مزدور طبقے نے اس سچائی اور صداقت کو نہ ۱۹۱۸ء میں پہچانا نہ ۱۹۲۳ء میں اور نہ پھر ۲۰ جولائی ۱۹۳۲ء یا جنوری ۱۹۳۳ء کو اور اب یہ بات صاف عیاں ہے کہ اس کی ذمہ داری سوشل ڈیموکریٹک پارٹی پر ہے۔ جرمنی کے مزدور طبقے کی سمجھ میں اب یہ بات آگئی ہے۔

اس عدالت میں جرمن قانون اور انصاف کے بارے میں بہت کچھ کہا گیا ہے۔ میں بھی اس ضمن میں اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہوں گا۔ سیاسی صورت حال اور جو سیاسی طاقتیں اُبھر رہی ہوں ان کا عدالتی فیصلوں پر اثر انداز ہونا قدرتی امر ہوتا ہے۔

یہ عدالت وزیر انصاف "KERL" کو ایک قابلِ اعتبار اور معتبر گواہ تسلیم کرتی ہے۔ انہوں نے اپنی شہادت میں کہا تھا۔

"قانون کی جو توجیہہ ظاہری طور پر حریت پسندی کی بنا پر کی جاتی ہے اس میں انصاف کے لئے واقعیت پسندی کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ہم اب ایک ایسی منزل پر پہنچ گئے ہیں جہاں انصاف عوام سے کٹ گیا ہے۔ ویسے یہ درست ہے کہ انصاف ہمیشہ عوام سے الگ تھلگ رہنے کا ذمہ دار ہوتا ہے لیکن اس واقعیت

پسندی کو ایسے زمانے میں کیا کہا جائے گا جب ایک قوم اپنی بقا کے لئے مصروف جہد ہو؟ جو فوج جنگ میں مصروف ہے کیا اُس کی واقعیت پسندی اور فاتح فوج کی واقعیت پسندی ایک ہی نوعیت کی ہو سکتی ہیں؟ سپاہی اور فوج کا صرف ایک نکتۂ نظر ہوتا ہے، ایک مقصد ہوتا ہے کہ کیسے اور کیونکر اپنی آزادی اور عزّت کو محفوظ رکھا جائے، قوم کو کیسے بچایا جائے؟

ظاہر ہے ایسی قوم جو اپنی زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہی ہو وہ نہ تو واقعیت پسندی سے مرعوب ہو سکتی ہے نہ اُس کے گورکھ دھندے میں پھنس سکتی ہے۔ عدالت کے احکام، سرکاری اور دوسرے وکلا کے تمام اقدام کی بنیاد ان حالات میں صرف ایک ہی ہو سکتی ہے کہ قوم کی زندگی کے لئے کون سا قدم، کون سا حکم زیادہ اہمیت رکھتا ہے؟ کون سا عمل قوم کو محفوظ و مامون رکھتا ہے؟

جنابِ صدر ــــ! اس کا کیا مطلب ہے کہ انصاف کی ضرورتیں اور تقاضے حالات کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔

صدرِ عدالت۔ یہ غیر متعلقہ باتیں ہیں۔ تم اب اپنی تجاویز پیش کرو۔

ڈیمیتروف۔ وکیل استغاثہ نے تجویز کیا ہے کہ اس مقدمہ میں ملوث بلغاریہ کے باشندوں کو عدم ثبوت کی بنا پر رہا کر دیا جائے۔ میں اس تجویز سے قطعی طور پر مطمئن نہیں۔ مسئلہ اتنا سادہ اور سہل نہیں ہے۔ اس طرح کی رہائی ہمیں شک و شبہ سے چھٹکارا نہیں دلا سکے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس مقدمے نے واضح اور حتمی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ ہمارا ریشتاغ کو نذرِ آتش کرنے کی واردات سے قطعاً کوئی تعلق نہیں تھا اور اس میں ذرّہ برابر شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ ہم بلغاریہ کے باشندوں اور TORGLER کو صرف عدم ثبوت کی بنا پر ہی رہا نہ کیا جائے بلکہ اس لئے رہا کیا جائے کہ ہم کمیونسٹوں کا ایسی واردات سے نہ تو تعلق تھا اور نہ ہی کمیونسٹ کسی ایسے اقدام یا عمل کا ارتکاب کر سکتے ہیں جو کمیونسٹ اصولوں کے منافی ہو۔

اس لئے میں عدالتی احکام کے لئے تجویز کرتا ہوں۔

۱۔ TANEV، POPOV، TORGLER اور ڈیمیتروف کو یہ عدالت بے قصور قرار دے کر بری کرے اور فردِ جرم کو بے بنیاد قرار دیا جائے۔
۲۔ VAN-DER-LUBBE کو مزدور طبقہ کے دشمنوں کا غلط طور پر استعمال شدہ کارندہ قرار دیا جائے۔
۳۔ غلط الزامات عائد کرنے کے ذمہ دار لوگوں کو قرار واقعی سزا دی جائے۔
۴۔ ہم کو اس قید کے دوران جو صعوبتیں اٹھانی پڑی ہیں، جو ہماری صحت تباہ ہوئی ہے جو ہمارا وقت ضائع ہوا ہے اس کے لئے ہمیں معاوضہ دلایا جائے۔
صدرِ عدالت۔ تمہاری ان نام نہاد تجاویز پر حکم سناتے وقت غور کیا جائے گا۔
ڈیمیتروف۔ ایک وقت آئے گا جب ان تجاویز کو مع سود کے عملی جامہ پہنایا جائے گا اور آنے والے مستقبل میں پرولتاریہ کی آمریت کے دور میں عوام کی عدالت ریشتاغ کو نذرِ آتش کرنے کی پوری واردات کی چھان بین کرے گی، اس واردات کے اصل مجرموں کا پتہ لگائے گی اور اصل عزائم کی نشان دہی کرے گی۔
سترہویں صدی میں فزکس کے بانی گلیلی GALILEI کو INQUISITION کی جابر عدالت کے روبرو کھڑا ہونا پڑا تھا اور اس کو کافر قرار دے کر موت کا حکم سننا پڑا تھا۔ اور موت کا حکم سن کر بھی اس نے بلند آواز میں کہا تھا۔

EPPUR SI MUOVE

یہ سائنسی قانون بعد میں پوری انسانیت کو تسلیم کرنا پڑا۔
صدرِ عدالت نے ڈیمیتروف کو اپنا بیان ختم کرنے کے لئے کہا اور خود عدالت برخواست کرنے کی تیاریاں کرنے لگا۔
ڈیمیتروف (بیان جاری رکھتے ہوئے) ہم کمیونسٹ بھی اس بوڑھے گلیلی کی طرح آج پورے عزم کے ساتھ اعلان کرتے ہیں —— EPPUR SI MUOVE.

تاریخ حرکت میں ہے اور یہ تیزی سے سوویت سوشلسٹ یورپ کی طرف بڑھ رہی ہے۔ یہ پوری دنیا سوویت جمہوریتوں کی یونین بننے والی ہے۔ نہ قتل و غارت کی دھمکیاں، نہ قید و بند کی صعوبتیں، نہ سزائے موت کے احکام تاریخ کے اس فیصلے کو روک سکتے ہیں۔ آج مزدور طبقہ کمیونسٹ پارٹی کی قیادت میں قدم بہ قدم کمیونزم کی آخری فتح کی طرف بڑھ رہا ہے۔

پولیس ڈیمیتروف کو زبردستی بٹھا دیتی ہے۔

عدالت تھوڑے وقفے کے لئے برخواست ہو جاتی ہے۔ اس امر پر غور کرنے کے لئے کہ ڈیمیتروف کو بیان جاری رکھنے دیا جائے یا نہ۔ عدالت تھوڑی دیر کے بعد واپس اپنی نشستوں پر آتی ہے اور حکم دیتی ہے کہ ڈیمیتروف مزید بیان نہیں دے سکتا۔

عالمی سطح پر اس مقدّمے کی

بازگشت

لندن میں

COUNTER TRIAL

باب ـــ ۱۲

یہ مقدمہ جس کی روئیداد اور داستان میں بیان کر رہا ہوں کافی پرانا ہو چکا۔ اس کو نصف صدی گزرنے کو ہے لیکن ہنوز یہ مقدمہ، اس کی روئیداد، اس کی کارروائی زندہ و تابندہ ہے۔ آج بھی اس مقدمے کی روئیداد پڑھ کر خون کی گردش تیز ہو جاتی ہے اور بار بار ڈیمیٹروف، کمیونسٹ پارٹی اور کمیونسٹ انٹرنیشنل کو داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ ڈیمیٹروف نے پہلے دن سے ہی اس مقدمے کو چند افراد کے خلاف مقدمے کے طور پر نہیں لڑا بلکہ اُس نے اس مقدمے کو ایک سیاسی عمل کے طور پر لیا اور اس سیاسی عمل کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے اُس نے باقاعدہ منصوبہ بندی کی اور عالمی کمیونسٹ پارٹیوں نے بھی نہایت جرأت اور بہادری کے ساتھ اس سیاسی عمل کو کامیاب و کامران بنانے کے لیے اپنی جان لڑا دی۔ اور سچ یہ ہے کہ کمیونسٹوں کے نزدیک سیاسی عمل کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوتا۔ کمیونسٹ جب سپرد زنداں ہوتا ہے تو بھی وہ سیاسی عمل جاری رکھتا ہے۔ وہ اندر سٹڈی سرکل منظم کرتا ہے۔ وہ اپنے رفقا کے ساتھ مل کر سیاسی مشغلے جاری رکھتا ہے۔ مضمون لکھتا ہے، باہر کی دنیا سے رابطہ قائم کرتا ہے۔ پارٹی کے ساتھ اپنا تعلق برقرار رکھتا ہے اور اس طرح سے وہ جیل میں بھی اپنا سیاسی عمل جاری رکھتا ہے۔ جب وہ ملزموں کے کٹہرے میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ پوری عدالت کو، پورے مقدمے کو سیاسی عمل کے طور پر استعمال کرتا ہے۔

سیاسی عمل

یہ ہے کمیونزم کی آدرش کا تقاضا، کیونکہ جیل ہو یا عدالت، سزا ہو یا جلاوطنی، زندگی ہر حال میں متحرک رہتی ہے۔ اور اسی طرح سماجی تبدیلیوں کا عمل بھی جاری وساری رہتا ہے۔

کل مارکس اور اینگلز نے جو سیاسی عمل شروع کیا تھا وہ دیس دیس میں مارکس کے پیروؤں نے آگے بڑھایا تا آنکہ لینن اس عمل کو ایک منطقی نتیجے تک پہنچانے میں کامیاب و کامران ہو گیا اور آج یہی عمل سوویت یونین اور عالمی کمیونسٹ پارٹیاں آگے بڑھا رہی ہیں اور ڈیمیتروف، اس کا مقدمہ، اس کی بہادری اسی سیاسی عمل کے نہ ختم ہونے والے تسلسل کی ایک کڑی تھی اور آج جب ڈیمیتروف کے وطن سے بہت دور، لیپ زیگ سے بھی دور میں پاکستان کا ایک باشندہ اس مقدمے کی روئیداد کو اور ڈیمیتروف کے سیاسی اور نظریاتی کارناموں کو اپنے پڑھنے والوں تک پہنچانے کی کوشش کر رہا ہوں تو یہ بھی اسی سیاسی عمل کے تسلسل کو جاری رکھنے سماجی تبدیلیوں کے عمل کو تیز کرنے کی ایک ادنیٰ سی کوشش ہے کیونکہ مختلف ملکوں کی کمیونسٹ پارٹیوں، ان کے قائدین کی سرگرمیوں سے دوسرے ملکوں کے کمیونسٹ، ترقی پسند، روشن خیال لوگ رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ ان کو معلوم ہوتا ہے کہ حکمران طبقے جب جھوٹے مقدمے بناتے ہیں تو کیسے ان مقدموں کو سیاسی عمل کے تیز کرنے کے لئے، عوام کو متحرک کرنے منظم کرنے کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے اور کس طرح عالمی رائے عامہ کے دباؤ کو عدل و انصاف، ترقی پسند مقاصد اور سماجی عمل کو تیز کرنے کے لئے روبکار لایا جا سکتا ہے۔

ڈیمیتروف اور اس کے دور کی کمیونسٹ پارٹیوں نے اس مقدمے سے یہی کام لیا اور اس مقدمے کے جھوٹ اور دروغ کو نازیوں کے خلاف نفرت پھیلانے اور عالمی رائے عامہ کو متحرک کرنے کے لئے استعمال کیا۔ اس سے ایک طرف کمیونسٹ قیدیوں، ڈیمیتروف اور اس کے رفقا کی رہائی بھی مقصود تھی تو ساتھ ہی ہٹلر اور اس کے قبیل کی مجرمانہ حرکتوں اور

ان کے گھناؤنے پن کے خلاف مزاحمت کی ترتیب و تنظیم بھی مطلوب تھی۔ چنانچہ اس مقدمے کے بارے میں جس طرح جرمنی سے باہر پیرس، لندن، برسلز، ویانا میں تشہیر کی گئی، جس طرح اس کے متعلق کتابیں شائع کی گئیں اُنہوں نے تمام روشن خیال انسانوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ اس مواد سے، اس دستاویزی ثبوت نے اس روئے زمین کے روشن خیال اور باضمیر انسانوں کو پتہ چل گیا کہ جرمن فسطائیت کی اگر مزاحمت نہ کی گئی تو پوری دنیا فسطائیت کی لپیٹ میں آجائے گی۔ چنانچہ آج کی نسل کو جرمن فسطائیت کے مظالم کی پوری شدت کا احساس بھی نہیں ہو سکتا اور ویسے بھی ہمارے جیسے ممالک جو اس فسطائی ملک سے فاصلے دُور تھے ان کو پورا احساس اس وقت بھی نہ تھا اور آج بھی نہیں ہے، بلکہ اس دور میں ہمارے ہاں تو ہٹلر کے لئے ایک نرم گوشہ موجود تھا۔ کیونکہ وہ برطانیہ سے لڑ رہا تھا اور ہماری برطانیہ سے نفرت ہٹلر دوستی میں بعض دفعہ تبدیل ہو جاتی تھی وگرنہ ہٹلر اور اس کی نازی پارٹی کے مظالم کی ہلکی سی روئیداد بھی خون کے آنسو رلانے کے لئے کافی ہے۔

جرمنی کی صورتِ حال

ہٹلر اور اس کی پارٹی جب برسراقتدار آئی تو یورپ کے قریب قریب تمام سرمایہ دار اور سامراجی ممالک نے اسے خوش آمدید کہا۔ کیونکہ ہٹلر اور اس کی نازی پارٹی "سُرخوں" کے خلاف جہاد کے نام پر برسراقتدار آئی تھی اور تمام سامراجی ممالک خوش تھے کہ ان کو "سُرخوں" کی یلغار کو بند باندھنے کے لئے ایک ہراول دستہ مل گیا ہے۔ اس لئے ان حکومتوں نے نازیوں کے تمام مظالم کی طرف سے آنکھیں بند کر لیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ ہٹلر اور اس کی پارٹی کو پوری پوری شہ دینے لگے تاکہ وہ کھل کر "کمیونسٹوں اور سرخوں" کے خلاف محاذ مستحکم کر سکے۔ چنانچہ ریشتاغ کو نذرِ آتش کرنا، ڈیمیٹروف اور اُس کے رفقاء کو پکڑنا، جرمنی کی کمیونسٹ پارٹی کو خلاف قانون قرار دینا یہ سب سُرخوں کے خلاف اسی مہم کا ایک حصّہ تھا۔ لیکن ڈیمیٹروف نے ملزموں کے

کٹہرے میں کھڑے ہو کر جب پہلی بار نازی عزائم کو بے نقاب کرنا شروع کیا اور خبریں آہستہ آہستہ جرمنی سے باہر نکلنی شروع ہوئیں تو سامراجی ممالک کے اندر بسنے والے عوام، وہاں کے مزدور، وہاں کے طالب علم، دانشور چونکنا شروع ہو گئے۔ یہ تھی وہ فضا جب یورپ کے ملکوں میں جرمن فاشزم کا شکار ہونے والے مظلومین کی امداد و اعانت کے لئے امدادی کمیٹیاں قائم ہونی شروع ہوئیں۔ چنانچہ جب ڈمیتروف اور اُس کے رفقا کی گرفتاری عمل میں آئی تو مختلف ملکوں کے انقلابیوں اور فاشسٹ دشمن ادیبوں، وکلا، ججوں اور دانشوروں نے لندن اور پیرس میں چھوٹے چھوٹے جلسے طلب کر کے اس امر کا فیصلہ کیا کہ پیشتر اس کے کہ نازی اس مقدمے کی تمام اصل شہادتیں اور دستاویزیں تلف کر دیں ان کو حاصل کر لینا چاہئے اور باقاعدہ ایک عدالت قائم کی جائے جو ریشتاغ کو آگ لگانے کے الزام کی تحقیق کرے اور پتہ چلائے کہ اصل مجرم کون ہیں۔

ان لوگوں کو مشکلات کا پورا احساس تھا کیونکہ اوّلاً جرمنی ایک خود مختار ملک تھا۔ اُس کی عدالتیں آزاد تھیں اور دنیا کو ابھی یہ باور نہیں کرایا جا سکتا تھا کہ یہ عدالتیں کیسے نازیوں کی ہاتھ بندھی غلام بن گئی ہیں اور کیسے یہ جج، یہ منصف نازیوں کے فراڈ اور سازش کا ایک حصہ ہیں۔ اس لئے جرمنی سے باہر ایک آزاد کمیشن قائم کرنا جو باقاعدہ عدالت کے طور پر تحقیق و تفتیش کا کام جاری رکھے کوئی آسان کام نہ تھا۔ کیونکہ اس کمیشن یا عدالت کو یہ بھی ثابت کرنا تھا کہ وہ مہذب دنیا کے مروجہ قوانین کے تحت آزادانہ تحقیق کرے گی اور اس سلسلے میں کسی دباؤ میں نہیں آئے گی۔ چنانچہ برطانیہ کے مشہور وکیل ڈی۔ این۔ پرٹ (D. N. PRITT) کی صدارت میں یہ کمیشن قائم ہوا۔

ڈی۔این۔پرٹ

یہ ۱۹۳۳ء کے بہار کا ذکر ہے۔ یہ D. N. PRITT وہی تھے جنہوں نے اپنی آئندہ

زندگی میں ویسی دیس میں مظلوموں، مجبوروں اور مقہوروں کے مقدمات کی پیروی کی ہے۔ یہی پرٹ تھے جو ملک غلام محمد گورنر جنرل کے دستور ساز اسمبلی کے توڑنے کے اقدام کے خلاف تمیزالدین خان کی دائر کردہ رٹ پٹیشن کی پیروی کرنے کے یہاں آئے تھے۔ یہ پرٹ (PRITT) ہی تھے جنہوں نے جنوبی ہندوستان میں کیور کے مقام پر کسان تحریک کے سلسلے میں، جب پولیس کے سپاہی مارے گئے اور کسان کارکنوں کو پھانسی کی سزا ہوئی تھی، تو پرٹ ہی عدالت عالیہ میں ان کے مقدمے کی پیروی کے لئے آئے تھے۔ غرض کہ جہاں بھی ضرورت پڑتی یہ وکیل پہنچ جاتا۔ اور ۱۹۳۳ء کی بہار میں یہی پرٹ (PRITT) ریشتاغ کو آگ لگانے کے بارے میں تحقیق و تفتیش کے کمیشن کی صدارت کر رہا تھا۔ لیکن پرٹ (PRITT) سچائی اور صداقت کے سلسلے میں بہت متعصب تھا۔ چنانچہ اس نے اس پورے کمیشن کی کارروائی کے دوران کسی ایسی شہادت اور دستاویز کو پذیرائی نہیں بخشی جس کی صحت، سچائی اور صداقت کے بارے میں اسے ایک ذرہ برابر بھی شک ہو۔

اس کمیشن کا قیام، اس کی ترتیب اور پورے COUNTER TRIAL مقدمے کی سماعت یہ سب بہت ہی ہنگامہ خیز روئیداد ہے اور اس ہنگامہ خیزی کا سب سے اہم شاہد بھی یہی بلکہ سب سے اہم کردار خود PRITT ہی تھا۔ یہ بھی شکر کا مقام ہے کہ اس نے اپنی خودنوشت سوانح ترتیب دی اور وہ دو جلدوں میں برطانیہ میں شائع ہو چکی ہے۔ اس خود نوشت سوانح کی پہلی جلد میں اس نے ریشتاغ کے مقدمہ کے بارے میں پورا ایک باب باندھا ہے۔ اس باب میں اس نے اس پورے دور کا احاطہ کیا ہے اور بہت سی اہم تفصیلات اس نے دی ہیں۔ وہ لکھتا ہے :-

"یہ قدرے مشکل امر ہے کہ اتنا وقت گزرنے کے بعد میں اپنی یادوں کو کرید کر بتا سکوں کہ میرے اندر ٹھیک کس زمانے میں برطانوی، اٹلی اور جرمنی فاشزم کے بارے میں مزاحمت کے جذبے نے جنم لیا۔ یہ درست ہے کہ یورپ میں اٹلی

پہلا ملک تھا جہاں فاشزم نے پاؤں جمائے لیکن کمیونسٹوں کے علاوہ برطانیہ میں کسی نے اطالوی فاشزم کی طرف دھیان نہیں دیا اور نہ ہی اطالوی فاشزم کا برطانوی فکر پر کوئی چنداں اثر ہی ہوا تھا۔ بہر حال برطانیہ کے لئے جرمنی کہیں زیادہ اہمیت کا حامل رہا ہے۔ سنہ ۱۹۱۹ء اور سنہ ۱۹۳۰ء کے زمانے میں جب میں اپنی تعطیلات کے لئے جرمنی گیا تھا تو اس دور میں جرمنوں کی پُر مصائب اور غیر مستحکم زندگی جس نے فاشزم کے لئے زمین ہموار کی، کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا لیکن نازی پارٹی کا بحیثیت جماعت کے کوئی زیادہ چرچا نہ تھا لیکن مجھے جلد ہی مزید باتیں معلوم ہوتی گئیں اور میں آج دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ برطانیہ میں کمیونسٹ پارٹی کے باہر جن افراد نے فاشزم کی مزاحمت کی ان میں میرا نام سرفہرست ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ شروع میں نہ تو فاشزم کی کامیابی کی بنیادی وجوہات کا مجھے پورا علم حاصل تھا اور نہ ہی میں فاشزم کی تفصیلاً کوئی صحیح اور جامع تشریح کر سکتا تھا۔ یہ جامع اور تفصیلی تشریح کا علم مجھے ڈیمیتروف کی اس رپورٹ سے ہوا جو اُس نے کمیونسٹ انٹرنیشنل کی ساتویں کانگریس جو ۱۹۳۶ء میں ہوئی تھی، میں پیش کی تھی۔ وہ اس زمانے میں کمیونسٹ انٹرنیشنل کا سیکرٹری جنرل تھا اور میں اس باب میں اس کا تفصیلی ذکر کروں گا۔

ڈیمیتروف نے اپنی اس رپورٹ میں فاشزم کی تعریف کرتے ہوئے کہا تھا۔

"فاشزم جب اقتدار میں آتا ہے تو اس کا روپ ایک جابر، متشدد، کھلی اور برہنہ آمریت کا ہوتا ہے۔ رجعت پسند، متعصب اور اجارہ دار سرمایہ دار اور سامراجی اس کے پشت پناہ ہوتے ہیں۔ سب سے زیادہ ظالم اور رجعت پسند فاشزم جرمن فاشزم ہے۔ یہ ظاہرا طور پر قومی سوشلزم کا نعرہ لگاتا ہے لیکن حقیقت میں اس کا سوشلزم سے دُور دُور تک بھی کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

ہٹلر کا فاشزم صرف سرمایہ داروں کا ہیشنلزم ہی نہیں بلکہ یہ تعصب اور تنگ نظری کا ایک قلعہ ہے۔ یہ سیاسی ڈاکہ زنی پر مبنی ایک نظام حکومت ہے جس کی سب سے بڑی خصوصیت مزدور طبقے کے خلاف اشتعال انگیزی اور تشدد ہے۔ اس نظام میں مزدور ہوں یا کسان، نچلا درمیانہ طبقہ ہو یا دانشور ہوں سبھی پستے ہیں اور بدترین تشدد کا شکار ہوتے ہیں۔ یہ نظام اپنے ہی ملک میں از منۂ وسطیٰ کی بربریت اور ظلم وجبر کی یاد تازہ کر دیتا ہے۔ یہ نظام اور یہ حکومت دوسرے ملکوں اور قوموں کے خلاف کھلم کھلا جارحیت روا رکھتی ہے۔"

مجھے فاشزم کا یہ تشدد، یہ ظلم وجبر اور یہودیوں کے خلاف تشدد اور مزدور طبقے اور کمیونسٹ پارٹی کے خلاف پابندیاں ایک نظر نہ بھائیں اور میں جلد ہی فاشزم کے خلاف مزاحمتی تحریک میں شامل ہو گیا اور اس سلسلے میں صرف تاریخی طور پر ہی نہیں بلکہ میری ذاتی زندگی میں بھی ریشتاغ کو آگ لگنے کے واقعہ کی زبردست اہمیت ہے۔ دنیا کے لئے تو یہ واردات ۲۷ فروری ۱۹۳۳ء کی رات کو رونما ہوئی لیکن تاریخی اہمیت کے لحاظ سے غالباً ۱۹۱۷ء کے انقلاب اور ۱۹۳۹ء کی جنگ کے درمیانی عرصہ میں یہ واردات سب سے زیادہ نمایاں ہے۔ کیونکہ اس واردات کے رونما ہونے کے بعد ہم نے ایک تحقیقاتی کمیشن قائم کیا جس میں ملک ملک کے وکلا شریک ہوئے اور ان کا پہلا اجلاس لندن ہی میں منعقد ہوا تھا۔

یہ اپنی نوعیت کا پہلا کمیشن تھا جس کا مقصد اس واردات کے اصل محرکات، مقاصد اور اس سے حاصل کئے جانے والے اور ترتیب پانے والے اثرات اور نتائج کے بارے میں تمام مواد حاصل کرنا تھا۔ اس کے لئے تمام شہادتیں، تمام دستاویزات اور مواد جو بھی حاصل کیا جا سکتا تھا ان کو حاصل کرنا تھا کیونکہ کمیشن قائم کرنے والے افراد کو اس بات کا پختہ یقین تھا کہ اگر انہوں نے فوری طور پر

پوری تندہی اور چابکدستی کے ساتھ عمل نہ کیا تو نازی تمام شہادتوں، مواد اور دستاویزات کو ٹھکانے لگا دیں گے اور ایک عالم اس واردات سے متعلق سچائی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محروم ہو جائے گا۔"

جرمن فاشزم کا پس منظر

ریشتاغ کو نذر آتش کرنے کی واردات سے متعلق صحیح مواد کا حصول پرٹ کی زندگی میں سیاسی طور پر پہلا اہم اقدام تھا۔ سچ یہ ہے اس عمل نے اُس کے افکار اور سیاسی نظریات پر گہرا اثر ڈالا۔ اس پوری جدوجہد نے اُسے بلا کی عزت بخشی اور جو لوگ فاشزم کے خلاف برسرِپیکار تھے ان حلقوں میں اس کا نام بہت ہی عزت و احترام سے لیا جانے لگا۔ ویسے بھی آتش زدگی کی اس واردات اور اُس کے جلو میں رونما ہونے والے واقعات نے فاشزم کے طور طریقوں اور اس کے داؤ پیچ اور طریقِ حکومت کو بہت حد تک بے نقاب کر دیا لیکن اس پوری صورت حال کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ جرمنی کی اس دور کی صورتِ حال اور اس کے پس منظر پر غور کر لیا جائے کیونکہ یہ صورت حال کوئی ایک دن میں رونما نہیں ہوئی تھی۔ اس کی پشت پر وہ سیاسی اور اقتصادی بحران تھا جس نے پوری سرمایہ دار دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ بالکل اسی طرح جس طرح آج کی سرمایہ دار دنیا اور اس کی اقتصادیات سے منسلک ہماری دنیا ایک بحران میں مبتلا ہے۔ اسی قسم کی صورت حال سے قریب قریب نصف صدی پہلے یہ سرمایہ دار دنیا مبتلا تھی۔ لیکن اُس دور کی حقیقتیں اور آج کی حقیقتوں میں بے پناہ مماثلت ہونے کے باوجود اُس پہلے دور کی حقیقتوں میں ایک نیا سبق تھا۔ لیکن یہ حقیقتیں کیا تھیں؟ اس زمانے میں سب سے بڑی حقیقت تو خود روس کے انقلاب کی کامیابی و کامرانی تھی۔ جس انقلاب کے متعلق کہا جاتا تھا کہ وہ اب ناکام ہوا کہ اب ہوا۔ اُس نے فتح کے جھنڈے ہی نہیں گاڑ دیئے تھے بلکہ اس کی ترقی کی رفتار نے سامراجیوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا تھا۔ ان کی آنکھیں چندھیا دیں

تھیں۔ چنانچہ جب سرمایہ دار دنیا کو اقتصادی بحران نے آن لیا تو سوویت انقلاب بپا ہوئے ایک دہائی گزر چکی تھی۔ چنانچہ ایک طرف اس دہائی نے اسے بے پناہ کامیابیوں و کامرانیوں سے دوچار کیا تھا، دوسری طرف اسی دہائی کے آخر میں سرمایہ دار دنیا ایک بدترین اقتصادی بحران کا شکار ہو رہی تھی۔ اس جہانِ رنگ و بو کا یہ تضاد تھا جو کھل کر سامنے آ گیا تھا۔ یہ ۱۹۲۹ء اور ۱۹۳۰ء کا زمانہ تھا جب سرمایہ دار دنیا میں اقتصادی بحران کے ہولناک اثرات نمایاں ہونے شروع ہوئے۔ بے روزگاری اس دنیا کا مقدر ہو گئی۔ کارخانے دھڑا دھڑ بند ہونے لگے۔ مزدوروں کی فوج ظفر موج گلی کوچوں میں نکل آئی۔ صنعتی طور پر ترقی یافتہ ممالک کا کون سا ایسا شہر تھا جس کے بازاروں، سڑکوں اور کوچوں میں صنعتی مزدوروں کے ہجوم اس نظام کے خلاف اور اپنی غربت اور بے روزگاری کے خلاف غیض و غضب کا اظہار نہ کر رہے ہوں۔ یہ وہ تلخ حقیقت تھی جو میری نسل کو دورِ بلوغت میں پہنچنے تک ورثہ میں ملی۔ اس کے اثرات ہم نے بھی محسوس کئے۔ غریبی بڑھ گئی، بے روزگار عام ہو گئے۔ ایک دوسری حقیقت بھی سامنے آئی اور وہ یہ کہ سوویت یونین کا پنج سالہ منصوبہ چار سال ہی میں پایۂ تکمیل تک پہنچ گیا۔ وہاں کی معاشی ترقی کی داستانیں باہر کی دنیا میں پہنچنے لگیں۔ یہ ایک ایسا ملک تھا، ایک ایسا خطۂ زمین تھا، جہاں ہڑتالی مزدوروں کی فوج سڑکوں پر اور فیکٹریوں کے سامنے نعرہ زن نہیں تھی۔ ان حقائق اور ان تضادات کو سٹالن نے کمیونسٹ پارٹی کی سولہویں کانگریس کے سامنے رپورٹ پیش کرتے ہوئے بڑے دل نشین انداز میں پیش کیا تھا۔

آج سرمایہ دار دنیا کے تمام صنعتی ممالک ایک شدید بحران سے دوچار ہیں۔ دنیا کے تمام زرعی ممالک بھی زرعی بحران سے محفوظ و مامون نہیں رہ سکتے۔ ان ممالک میں خوش حالی کا دور دورہ ہونے کے بجائے غربت، بے روزگاری اور افلاس کی پرچھائیاں پڑ رہی ہیں۔ زراعت میں ترقی کی بجائے زرعی ممالک کے کسان کساد بازاری کا شکار ہو رہے ہیں۔ ان کی زندگیاں اجیرن ہو رہی ہیں۔ سرمایہ داری نظام کے لافانی ہونے کے بارے میں جتنے سہانے خواب تھے وہ سب

ادھورے رہ گئے اور بالخصوص امریکی امارت اور خوش حالی کے بارے میں بھی تصوّرات کے تمام تانے بانے ٹوٹ گئے ہیں۔ اب سرمایہ داری نظام کی فتوحات کی تعریف میں قصیدوں کی تحریں روز بروز ہلکی اور کمزور ہوتی جارہی ہیں۔ جیسے جیسے یہ تحریں مدھم ہورہی ہیں، سرمایہ داری نظام کی غلطیوں اور کمزوریوں کا اعتراف زیادہ کھلا، زیادہ واضح اور بلند آواز میں سننے میں آرہا ہے کل تک یہ دعویٰ کیا جارہا تھا کہ سوویٹ روس کی تباہی و بربادی بلاشک وشبہ لازمی ولابدی ہے لیکن آج یہ دعویٰ کرنے والے غصّہ سے مٹھیاں بھینچ رہے ہیں اور غیض وغضب کا شکار ہیں۔ وہ اب سوویٹ روس کو اس کی اقتصادی ترقی کے جرم میں سزا دینا چاہتے ہیں۔ وہ کیسے برداشت کرسکتے ہیں کہ ان کی دنیا تو کساد بازاری کے بھنور میں پھنسی ہوئی ہو اور سوویٹ روس ترقی کرے۔

یہ آج کی تصویر ہے۔ واقعات بالکل اسی ترتیب سے ظہور پذیر ہورہے ہیں جیساکہ بالشویکوں نے دو تین سال پہلے پیشین گوئی کی تھی۔

فاشزم زوال پذیر سرمایہ داری کا مظہر ہے

سٹالن اپنی اسی رپورٹ میں سوویٹ روس کی ترقی کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ سرمایہ دار دنیا کے اقتصادی بحران، بے روزگاری اور غربت کے برعکس ہمارے ملک میں ترقی رونما ہو رہی ہے۔ ہماری معاشی حالت بہتر ہوگئی ہے۔ بے روزگاری میں معتدبہ کمی ہوئی ہے۔ بڑی صنعتیں قائم ہورہی ہیں۔ اس سے صنعتی ترقی کی رفتار بہت تیز ہوگئی ہے۔ اشتراکی صنعت بے مثال رفتار کے ساتھ بڑھی ہے۔ زراعت میں بھی ایک نئی طاقت نے جنم لیا ہے۔ یہ نئی طاقت اجتماعی کھیتی باڑی کی ہے۔ اب امیر اور خوش حال کسانوں نے اجتماعی کھیتی باڑی کو دل وجان سے قبول کرلیا ہے۔ اس سے سوویٹ روس کی مجموعی ترقی میں زبردست اضافہ ہوا ہے۔

یہ ہے سوویٹ روس کی آج کی تصویر" آج کا خاکہ"۔ اس جہانِ رنگ و بو کی یہ دو تصویریں کتنی دلچسپ اور کتنی عبرتناک تھیں لیکن ان تصویروں نے، ان تضادات نے، انہی حقیقتوں کو جنم دیا۔ سرمایہ دار اور صنعتی ممالک کے مزدوروں کا شعور بڑھا۔ اُنہوں نے اپنے تجربے اور شعور سے سرمایہ داری نظام کا کھوکھلاپن اور اشتراکی نظام کی برتری کو پرکھا۔ چنانچہ یہ وہ زمانہ ہے جب یورپی ممالک میں کمیونسٹ پارٹیوں کے اراکین کی تعداد میں دھڑا دھڑ اضافہ ہونے لگا۔ ان کے اثر و رسوخ کا دائرہ وسیع ہونے لگا۔ حساس دانشور بھی کشاں کشاں کمیونزم کی طرف کھنچے آنے لگے۔

یہی وہ زمانہ تھا جب یورپ میں تعلیم حاصل کرنے والے ہندوستانی طلبا نے ترقی پسند مصنّفین کی داغ بیل ڈالی۔ یہ عالمی شعور میں رونما ہونے والی تبدیلی کا اظہار تھا۔ کوئی ملک ایسا نہیں تھا جو اس شعور کی لپیٹ سے محفوظ رہ سکا ہو۔ ہماری نسل کا شعور بھی اس عظیم شعور کا حصّہ تھا۔

عالمی سامراج اس شعور سے، کمیونسٹ پارٹیوں کے اثر و رسوخ اور بائیں بازو کے افکار سے گھبرا اٹھا۔ اسی گھبراہٹ نے فاشزم کو جنم دیا۔ میں نے زمانہ ہوا اپنے بیٹے کو خط میں لکھا تھا:۔

جانِ پدر! فاشزم کا نام لیتے ہوئے میں کانپتا ہوں۔ میری نسل نے اپنی جوانی میں فسطائیت کو پھلتے پھولتے دیکھا ہے۔ اس کے ظلم و تشدد کی داستانیں سنی ہیں۔ اس کے مجبور و مقہور شکاروں کی چیخیں بھی کانوں میں پڑی ہیں۔ یہ ہماری نسل کا المیہ تھا جس کے خلاف اُس نے لڑنے کی ٹھانی تھی۔ بالکل تمہاری نسل کی طرح جو آج امریکی بربریت کے خلاف صف آرا ہے جس طرح تم اور تمہاری نسل کی جوان رگوں میں امریکی بربریت کی داستانیں سن کر خون تیزی سے گردش کرنے لگتا ہے۔ اسی طرح تیس برس پہلے ہماری نسل کا خون بھی ہٹلر اور مسولینی کے مظالم سے کھولنے لگتا تھا۔ ہماری بھی مٹھیاں بھینچ جاتی تھیں۔ آنکھیں انگارے برسانے لگتی تھیں۔

فسطائیت کیا ہے؟ یہ کوئی الگ نظام نہیں ہے۔ یہ سرمایہ داری نظام کی مکروہ صورت ہے۔ جب سرمایہ داری نظام کے تضاد آشکارا ہونے لگتے ہیں، جب مزدور طبقہ شعور حاصل کرکے اس نظام کے خلاف سینہ سپر ہونے لگتا ہے، تو پھر اس زمانے میں، اس دور میں سرمایہ دار حاکم جمہوریت کی نقاب اتار پھینکتے ہیں اور دیکھتے دیکھتے وہ بدترین آمریت کو مسلط کر دیتے ہیں۔ جماعتوں پر پابندیاں لگ جاتی ہیں، اخبارات پر سنسر بٹھا دیا جاتا ہے، نشر و اشاعت کے تمام ذرائع ان سرمایہ داروں کی آمریت کے نعروں کی تشہیر کے لئے استعمال ہونے لگتے ہیں۔ کتابیں جلا دی جاتی ہیں۔ کمیونسٹ پارٹیاں خلافِ قانون قرار دی جاتی ہیں۔ مزدور انجمنیں اور کسان سبھائیں گردن زدنی ٹھہرتی ہیں۔

فاشزم کے عروج کے زمانے میں اس فسطائیت کے حامی دانشوروں اور علماء نے اس نظام کو تقدس بخشنے کی پوری پوری کوشش کی اور اس کے ڈانڈے کبھی ہیگل کے فلسفہ سے ملانے کی کوشش کی اور کبھی نیٹشے کے مردِ آہن کو فاشزم کا مظہر قرار دیا لیکن بقول ہیرلڈ لاسکی :۔

"میرے خیال میں ذہنی لحاظ سے فاشزم تک پہنچنے کی یہ کوشش غلط ہے کیونکہ فاشزم کے بانی جاہل اور غیر تعلیم یافتہ لوگ تھے جن کا کسی منطقی سسٹم سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ لوگ اپنے اپنے بیانوں کے مطابق اپنی اپنی سوسائٹی میں ناکام زندگی بسر کر رہے تھے۔ اور یہ کہ ان کی امنگوں کی کوئی حد نہیں تھی۔ ابتداءً ہی سے انہوں نے سوسائٹی کے قوانین کی خلاف ورزی کی۔ انہیں ان قوانین سے نفرت تھی۔ کیونکہ وہ ان کی کامیابی میں حائل تھے۔ ان دونوں نے ان قوانین کے خلاف احتجاج کیا۔ مسولینی اس احتجاج کے لئے اٹلی کی سوشلسٹ تحریک میں شامل ہو گیا۔ ہٹلر نے بھی اپنے ارد گرد اسی قسم کے لوگ جمع کر لئے تھے۔ دونوں نے اپنے ارد گرد بے کار نوجیوں اور غیر مطمئن لوگوں کو جمع کر لیا۔ ایک مرکزی جماعت کے کاموں کو پورا کرنے کے لئے کئی مخفیہ جماعتیں بنائی گئیں۔ جنگ عظیم کے بعد تھکے

ماندے اٹلی اور جرمنی میں غیر مطمئن عوام کا اپنے ارد گرد جمع کر لینا چنداں دشوار نہیں تھا۔ ان لوگوں نے عوام کی مشکلات سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ عوام کو بتایا جاتا کہ ان کی مشکلات کا علاج ان لوگوں کے پاس ہے۔ عوام چونکہ نفرت کے نام سے ابھارے جا سکتے ہیں اس لئے عوام سے کہا گیا کہ ان کے سب سے بڑے دشمن یہودی، بالشویک، سرمایہ دار اور سوشلسٹ ہیں۔ انہوں نے قوم کو اس کے شاندار ماضی سے بھی بہتر مستقبل دینے کا وعدہ کیا۔ انہوں نے اپنے پیروؤں سے طاقت حاصل کرنے کے لئے کہا۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کو تشدد کا سبق دیا۔ ان کی مثال ان عطائیوں کی سی ہے جو ہر چوک میں مجمع لگاتے ہیں۔ فاشی جوڑ توڑ کے سلسلے میں تین باتیں قابل غور ہیں۔

اولاً — فاشزم کے کوئی اصول نہیں ہیں۔ یہ اپنی طاقت عوام کی شکایات اور ان کی نفرت سے حاصل کرتا ہے۔ فاشزم ان لوگوں سے انتقام کا وعدہ کرتا ہے جن کی وجہ سے شکایات پیدا ہوتی ہیں۔ فاشزم شکایات اور ان کے پیدا شدہ نتائج کی بیخ کنی کا وعدہ کرتا ہے۔

آغاز کار ہی سے وعدے ناممکن تھے کیونکہ ان وعدوں میں باہمی تضاد تھا لیکن یہ وعدے عیارانہ جوڑ توڑ کا بہترین ذریعہ تھے۔ انہوں نے ایسے لوگوں سے اپیل کی جو غیر مطمئن اور شکست خوردہ تھے۔ اس اپیل میں ان لوگوں کے لئے کہیں نہ کہیں امید کی کرن چمکتی ہوئی دکھائی دیتی تھی۔ اُن میں سے ہر ایک یہی خیال کرتا تھا کہ یہ تحریک صرف اس کی مشکلات ختم کرنے کے لیے چلائی گئی ہے۔ ابتدا میں اٹلی اور جرمنی دونوں ملکوں میں فاشزم کی کامیابی کی کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی تھی۔ صرف چند مایوس اور غیر مطمئن اس تحریک سے وابستہ ہوئے فاشزم کو چونکہ دلچسپ انداز میں پیش کیا جاتا تھا اس لیے بہت سے بیکار اور آوارہ لوگوں نے اس کی طرف توجہ دی۔

دوئم — فاشزم نے نوجوانوں پر سب سے زیادہ اثر کیا۔ کیونکہ اس میں مشکلات

پر قابو پانے کے بعد ترقی کی راہوں پر چلنے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ معاشی بحران اور سیاسی بے چینی نے اس تحریک کو ترقی دی۔ جمہوری اداروں کے مخالف لوگ اس میں شریک ہو گئے۔ بڑے بڑے تاجر، فوجی، سول سروس کے افسر اور طبقہ امرا ان لوگوں نے فاشزم میں جمہوریت کی مخالفت کے امکانات کو پا لیا اور انہوں نے اس تحریک سے خفیہ تعلقات قائم کر لئے۔

ان لوگوں نے فاشزم کی مالی مدد کرنی شروع کر دی اور اس کے ساتھ ہی اس بحث کا آغاز ہوا کہ عین موقع پر کہیں یہ تحریک ان کے مفاد کو نقصان تو نہیں پہنچائے گی۔ فاشزم کے لیڈروں نے ذاتی طور پر ان لوگوں کو یقین دلایا کہ سوشلسٹ نعروں کا اس کے سوا اور کچھ مطلب نہیں کہ عوام کو احمق بنا کر اپنی طرف مائل کیا جائے۔ انہوں نے بتایا کہ تحریک کا اصل مقصد عوام کو بالشوزم سے متنفر کرنا اور لوگوں کے دلوں میں قومی احیاء کے جذبات پیدا کرنا ہے۔ مراعاتی طبقوں کو یقین ہو گیا تھا کہ وہ اپنے مقاصد کے لئے فاشی لیڈروں کو استعمال کر سکیں گے اور اس طرح وہ جمہوریت کے ختم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور اس طرح اٹلی اور جرمنی میں کوئی انقلاب نہیں ہو سکے گا۔ لہٰذا انہوں نے فاشزم سے سودا کیا اور فاشی لیڈروں سے کہا کہ وہ انہیں ملک پر قابض ہونے کے لئے ہر امکانی مدد دیں گے۔

سوئم ــــ اس موقع پر مارکسیوں کے اس نظریہ کی صحت کا پتہ چلتا ہے کہ فاشزم زوال پذیر سرمایہ داری کا مظہر ہے۔ چند مراعات کی وجہ سے فاشزم نے اقتدار حاصل کیا اور مجھے اس امر کا یقین ہے کہ بغیر ان مراعات کے فاشزم کا طاقت حاصل کرنا ناممکن تھا لیکن مراعات دینے والے طبقوں اور فاشزم کی حمایت کرنے والے عوام کو دھوکا دیا گیا۔ مراعاتی طبقوں نے اپنے رفیق کار کا جائزہ لینے میں دھوکا کھایا تھا۔ انہیں بہت دیر بعد معلوم ہوا کہ وہ قانون شکنوں کی حمایت کر رہے تھے۔ لیکن قانون شکنوں، غنڈوں اور اوباشوں کے ذریعے ہی یہ زوال پذیر سرمایہ داری نظام زندہ رہنے کی آخری کوشش کر سکتا تھا اور آج بھی ترقی یافتہ

ممالک ہوں یا ترقی پذیر، ان میں سے کئی ایک ملکوں میں حکمران اپنے کو بچانے کے لئے بالکل اسی قسم کے فسطائی ہتھکنڈے استعمال کر رہے ہیں۔ ایک زمانہ ہوا میں نے اپنے بیٹے کو ایک خط میں لکھا تھا اگر تمہاری اور میری نسل میں انقلاب سے لگن ایک قدر مشترک ہے تو ہم دونوں کو فسطائی ہتھکنڈوں اور فسطائیت کے وحشیانہ رجحانات سے بھی پالا پڑا ہے۔ میری نسل کو ہٹلر اور مسولینی سے نبرد آزما ہونا پڑ رہا ہے۔ آج بھی امریکی شہنشاہیت مختلف ملکوں میں اپنے مہرے جب ترتیب دیتی ہے تو وہ کونوں کھدروں سے تقدیر آزماؤں کو باہر نکال لاتی ہے اور ٹیلی ویژن اور پریس کی شہ سرخیاں ان اوباشوں کو نیتا بنا کر پیش کرتی ہیں یہ الگ بات ہے کہ آج عالمی سامراج خود اتنا کمزور اور شکست خوردہ ہو چکا ہے کہ اب وہ اوباشوں کو تلاش بھی کرتا ہے تو اُسے کوئی ہٹلر اور مسولینی نہیں ملتا بلکہ وہ نگمن ری، اور کاؤ جیسے بونے تلاش کر پاتا ہے جن کو روئے زمین کے وسیع و عریض خطے تو کجا اپنے ملکوں میں بھی اثر و رسوخ حاصل نہیں ہوتا لیکن یہ واضح ہے کہ چالیس برس پہلے جب ہٹلر اور مسولینی اپنے ملکوں کی سیاست میں اُبھرے تو یہ سخت کرب کا دور تھا اور اس کرب نے جب ہٹلر اور مسولینی کو آگے بڑھنے کا موقع دیا تو اس وقت بھی سامراجی سیاست داں، ان کے اخبارات اور ان کے نشر و اشاعت کے ذرائع ہی تھے جنہوں نے ان آمروں کی شخصیتوں کو دیدہ زیب بنانے میں مدد دی۔"

فاشزم کے ہتھکنڈے

اٹلی اور جرمنی میں بھی چالیس برس پہلے کچھ اسی قسم کے واقعات رونما ہوئے۔ ان دونوں ملکوں میں فاشزم کا آغاز تقدیر آزماؤں کی ایک چھوٹی سی جماعت سے ہی ہوا۔ اس جماعت کو دونوں ملکوں میں اہمیت نہ دی گئی۔ کیونکہ لوگوں کے خیال میں یہ جماعتیں محض ذاتی اہمیت جتانے کے لئے ظہور میں آئی تھیں۔ اٹلی اور جرمنی میں فاشزم اس لئے پھلا پھولا کیونکہ

اس نے بیمار سوسائٹی کے ہر مرض سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ دونوں ملکوں میں فاشزم نے اس قومی افتخار کا یقین دلایا جو دونوں ملکوں سے مٹ چکا تھا۔ معاشی بدحالی کے تیز ہو جانے سے اس جماعت نے ایک فوج کی صورت اختیار کر لی جو اپنوں کے لئے منظم تھی اور دوسروں کے لئے خطرناک طور پر غیر منظم تھی۔ اس فوج میں چھوٹے بورژوا طبقہ کے غیر مطمئن نوجوان شریک ہو گئے یہ نوجوان آگے بڑھنے کی امنگوں کو لئے ہوئے تھے۔ اس فوج میں جو کوئی شامل ہوا اُسے ہر طرح کے سبز باغ دکھائے گئے۔ چھوٹا سا دکاندار خوش ہے کیونکہ اُسے کہا گیا ہے کہ فاشزم کی کامیابی کے بعد اُسے بڑے بڑے تجارتی اور امدادی اداروں سے نجات مل جائے گی۔ تھائی سین ایسے کارخانہ داروں کو ٹریڈ یونین اور سوشلسٹ تحریک کی مخالفت کر کے انہیں فاشی فوج میں شریک کیا جاتا۔ پیشہ ور لوگوں کو اینٹی سیمیٹک تحریک کے نام پر اس میں شامل کیا گیا۔ نوجوان اور نوآموز ڈاکٹر اور وکیلوں سے کہا گیا کہ ان کی بیکاری اور تباہی کی ذمہ داری یہودی ڈاکٹروں اور وکیلوں پر ہے۔ سابقہ فوجی ملازمین کو یہ کہہ کر مطمئن کیا گیا کہ معاہدۂ ورسائی کی غلطیوں کی اصلاح کی جائے گی۔ اطالوی فاشزم اور جرمن نازی ازم کی صرف اسی صورت میں روک تھام ہو سکتی تھی کہ ان ملکوں کی حکومتیں ان شکایات کو رفع کرتیں جن کا فاشزم اور نازی ازم کی طرف سے اظہار ہو رہا ہے لیکن معاشی بحران کی تیزی نے اسے ناممکن بنا دیا تھا۔ اس لئے فاشیوں نے سرمایہ داروں سے یہ معاہدہ کیا کہ انہیں اقتدار میں حصّہ دیا جائے گا اور اس کے ساتھ ہی جمہوریت کو کچل دیا جائے گا۔ چنانچہ اٹلی اور جرمنی میں سرمایہ داروں نے فاشیوں کو اپنا ایجنٹ خیال کرتے ہوئے اُن کے سیاسی اقتدار کے لئے کوشش شروع کر دی۔ فاشی لیڈروں کا سب سے پہلا کام یہ تھا کہ تمام دوسری تحریکوں کو کچل دیا جائے۔ ایسی تحریکیں جو کبھی ان کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتی تھیں۔ ٹریڈ یونین باہمی امداد کی انجمنیں اور سیاسی پارٹیوں کو یکے بعد دیگرے توڑ دیا گیا اور ان کا سارا روپیہ ضبط کر لیا گیا۔ خوف و خطر کا ایک ایسا دور شروع ہوا جس میں فاشزم کے دشمنوں کو قتل کیا گیا ہے۔ یہ

دورِ خطر اس قدر کامیاب ہوا کہ فاشزم کی قوت کا انحصار خفیہ پولیس اور نظر بندی کے کیمپوں پر ہو گیا۔ فاشی لیڈروں کو جن افسروں کی وفاداری پر شک تھا، انہیں یک وقت نکال دیا گیا۔ اس سے ایک طرف تو اقتدار کی عنان فاشی لیڈروں کے ہاتھ آ گئی اور دوسری طرف فاشزم کے ماننے والوں کے لئے بہت سی نئی ملازمتیں نکل آئیں۔ پروپیگنڈا کے تمام ذرائع مثلاً پریس، ریڈیو، تھیٹر اور سینما پر نئے حکمرانوں کا قبضہ ہو گیا۔ تمام تعلیمی اداروں کو اپنی مرضی کے مطابق چلایا گیا۔ مقامی حکومت خود اختیاری (بلدیات) چھین لی گئی۔ قانونی اداروں میں بھی اسی طرح کی تبدیلیاں کی گئیں۔ اگرچہ رسمی طور پر مجلسِ آئین قائم رکھی گئی تھی لیکن اس کا مطلب اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہوتا تھا کہ ارکانِ مجلس جمع ہو کر اپنے لیڈر کی تقریریں سنیں کیونکہ تمام آئینی اور انتظامی اختیارات اس کے قبضہ میں تھے۔ وقتاً فوقتاً لیڈر کے کسی اقدام کے متعلق رائے عام بھی دریافت کر لی جاتی۔ اس طرح لیڈر کے حق میں پچانوے فی صد ووٹ دیئے جاتے۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ مسولینی اور ہٹلر نے جب تک ملک پر پوری طرح سے قبضہ نہیں کیا تھا اس وقت تک انتخابات میں انہیں کامیابی حاصل نہیں ہوئی تھی۔

چنانچہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ۳۰۔ جنوری ۱۹۳۳ء کو ایک مخلوط حکومت جو دائیں بازو کی مختلف جماعتوں پر مشتمل تھی وجود میں آئی۔ اس میں ہٹلر کی نازی پارٹی، قومی عوامی پارٹی اور ایک دو اور چھوٹی موٹی جماعتیں تھیں۔ اس حکومت کا سربراہ جسے چانسلر کہتے تھے ہٹلر کو بنایا گیا۔ لطف یہ ہے کہ اس حکومت میں نازی پارٹی کے صرف تین رُکن تھے۔ ایک ہٹلر خود اور اس کے علاوہ گوئرنگ اور دوسرا فرک (FRICK) تھا۔ اس حکومت میں کوئی اور نازی نہ لیا گیا حتیٰ کہ گوئبلز بھی اس حکومت میں شریک نہیں تھا۔ باقی آٹھ یا نو وزارتیں دوسری جماعتوں کے پاس تھیں۔ حالانکہ اس دور میں نازی پارٹی کو رائے دہندگان میں کافی مقبولیت حاصل ہو چکی تھی۔ لیکن اس کے باوجود اس کو وزارتیں کم دی گئیں۔ کیونکہ ۱۹۳۲ء نومبر میں جو عام انتخابات ہوئے تھے اس میں:۔

نازی پارٹی کو ـــــ ایک کروڑ ، ۱۱لاکھ ووٹ ملے تھے ۔
سوشل ڈیموکریٹ کو ـــ ۷۲ لاکھ
کمیونسٹ پارٹی ـــ ۶۰ لاکھ

اب ان اعداد و شمار سے ایک بات واضح ہو جاتی ہے کہ سوشل ڈیموکریٹ اور کمیونسٹ اگر تعاون کرتے تو وہ بہت زیادہ اکثریت حاصل کر سکتے تھے لیکن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کی ابن الوقتی اور کمیونسٹ دشمنی نے اس اتحاد کو جنم نہ لینے دیا اور اسی عدم اتحاد نے دائیں بازو کی مخلوط حکومت کو جنم دیا۔ لیکن یہ مخلوط حکومت بھی استحکام پیدا نہ کر سکی۔ کیونکہ اولاً اس مخلوط حکومت میں شامل جماعتیں گو حکومت میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کر رہی تھیں لیکن اندر سے ایک دوسرے کو ختم کرنے کے در پے تھیں۔ چنانچہ فیصلہ کیا گیا کہ ۵ مارچ ۱۹۳۳ء کو دوبارہ عام انتخابات کرائے جائیں تاکہ فیصلہ ہو جائے کہ کس کے ساتھ اکثریت ہے اور کون حکومت بنانے کا اہل ہے۔

نازیوں کی ضرورت تھی کہ وہ اکثریت حاصل کریں تاکہ تن تنہا حکومت کی باگ ڈور سنبھال سکیں۔ اس لئے نازی ایک طرف درمیانے طبقے کے رائے دہندگان جو بالعموم قومی عوامی پارٹی کو ووٹ دیتے تھے ان کو متاثر کرنا چاہتی تھی۔ دوسری طرف محنت کشوں کے ووٹ لینا چاہتی تھی۔ اب محنت کشوں کے ووٹ یا کمیونسٹوں کو جاتے تھے یا سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کو۔ کیونکہ پچھلے دو عام انتخابات نے ایک بات واضح کر دی تھی کہ نازی پارٹی اپنی مقبولیت کے عروج کا زمانہ گزار چکی تھی۔ کیونکہ ۱۹۳۲ء نومبر میں جب اس کو ایک کروڑ ، ۱۱لاکھ ووٹ ملے تھے تو یہ پہلے انتخابات کے مقابلے میں ۲۰ لاکھ ووٹ کم تھے۔ اس لئے نازی پریشان تھے کہ صحیح طریقوں سے وہ مارچ ۱۹۳۳ء کا انتخاب نہیں جیت پائیں گے اور ان کو یہ بھی ڈر تھا کہ کہ اگر کمیونسٹوں اور سوشل ڈیموکریٹوں کا انتخابی اتحاد ہو جاتا ہے تو پھر اس صورت میں تو نازیوں کا کاروبار ہی ٹھپ ہو جائے گا۔ اس لئے نازی اور ان کے پشت پناہ اجارہ دار صنعت کار

سخت پریشان تھے۔ چنانچہ ایک طرف جنگی سامان تیار کرنے والے بڑے بڑے صنعت کاروں نے اپنی تجوریاں نازیوں کی امداد کے لئے کھول دیں تو دوسری طرف پس پردہ عجیب و غریب سازشیں وجود میں آنے لگیں۔ اور ان تمام سازشوں کا مقصد ایک ہی تھا کہ کمیونسٹ پارٹی کو خلاف قانون قرار دے دیا جائے۔ اس اقدام سے محنت کش رائے دہندگان کو ہراساں کر لیا جائے گا۔ دوسری طرف سوشل ڈیمو کریٹک پارٹی پست ہمت ہو کر گھٹنے ٹیک دے گی کیوں کہ اس کا ابن الوقت اور ڈھلمل عنصر پہلے ہی نازیوں سے ایک گونہ ہمدردی رکھتا تھا۔ چنانچہ یہ تھے مقاصد اور یہ تھی صورت حال جس میں سب سے پہلے

• ـــــ ۲۳۔ فروری کو جرمن کمیونسٹ پارٹی کے ہیڈ کوارٹر واقع برلن پر چھاپہ مارا گیا۔ دراصل جرمن پولیس نے اس ہیڈ کوارٹر پر ۱۷۔ فروری کو ہی قبضہ کر لیا تھا۔ تمام انتخابی پوسٹر پمفلٹ اور پارٹی کا تمام لٹریچر انہی نے قبضے میں لے لیا تھا۔

اس عمل کا مقصد کمیونسٹ پارٹی کی انتخابی مہم میں رکاوٹ ڈالنا۔ ان کے رائے دہندگان اور ہیروؤں میں خوف و سراسیمگی پھیلانا تھا۔

• ـــــ ۲۰۔ فروری ۱۹۳۳ء کی تاریخ بھی جرمنی میں بہت اہمیت رکھتی ہے۔ یہی وہ تاریخ ہے جب کہ نازیوں اور اجارہ دار صنعت کاروں کا دو ٹوک اتحاد عمل میں آیا اور تھائی سین (THYSSEN) رپ (KRUPP) اور ڈاکٹر شاٹ (DR SCHAT) اور دوسرے صنعت کاروں کی طرف سے ۳۰ لاکھ مارک نازیوں کو انتخاب کے لئے مہیا کیا گیا۔

• ـــــ ۲۰۔ فروری کو پورے جرمنی کی پولیس کے سربراہوں کی بڑے پیمانے پر تبدیلیاں عمل میں لائی گئیں اور باقاعدہ نازی پارٹی کے کٹر حامیوں کو پولیس افسر بنایا گیا اور غیر نازیوں کو ہٹا دیا گیا۔

• ـــــ ۲۳۔ فروری کو جرمن کمیونسٹ پارٹی کے دفتر پر دوبارہ چھاپہ مارا گیا۔

• ـــــ ۲۴۔ فروری کو اعلان کیا گیا کہ کمیونسٹ ہیڈ کوارٹر سے بہت اہم دستاویزات

دستیاب ہوئی ہیں جن سے ان کے خطرناک عزائم کا پتہ چلتا ہے۔ مزید برآں آتشیں اسلحہ اور مواد بھی ملا ہے۔

• ۔۔۔ ۲۷۔ فروری ۱۹۳۳ء کو ریشتاغ میں آگ لگنے کی واردات ہوتی ہے۔

• ۔۔۔ ۲۸۔ فروری کو ڈیمیٹروف اور دوسرے کمیونسٹوں کی گرفتاریاں عمل میں آنی شروع ہو گئیں۔

اس فضا میں ۵۔ مارچ کو عام انتخاب عمل میں آیا اور اس تمام تشدّد کے باوجود کیا صورت نکلی۔

نازی پارٹی	ایک کروڑ ۷۲ لاکھ	یعنی ۴۴ فی صد
نیشنلسٹ پارٹی	۳۰ لاکھ	یعنی ۸ فی صد

چنانچہ نازیوں نے اور ان نیشنلسٹوں نے جنہوں نے مجموعی طور پر صرف ۵۲ فی صد ووٹ حاصل کیے تھے انہوں نے حکومت قائم کر لی اور باقی ۴۸ فی صد رائے دہندگان کی جماعتوں کو جبر و تشدد سے ختم کرنے کی مہم کا آغاز کیا گیا۔

اس انتخاب میں بھی تمام متشددانہ کارروائیوں اور خوف و ہراس کے باوجود

کمیونسٹ پارٹی نے	۵۳ لاکھ ووٹ حاصل کیے
سوشل ڈیموکریٹک پارٹی نے	۷۲ لاکھ ووٹ حاصل کیے
مرکزی پارٹی نے	۵۵ لاکھ ووٹ حاصل کیے

چنانچہ یہ تھی فضا جس میں ریشتاغ کی آگ کے بارے میں ایک طرف لیپ زگ میں مقدمہ چلا تو دوسری طرف لندن میں PRITT بیرسٹر کی سربراہی میں تحقیقاتی کمیشن کام کرنے لگا اس کمیشن کو عرف عام میں COUNTER TRIAL کہا جانے لگا۔ اس کا مقصد جہاں صحیح واقعات سچی شہادتیں اور تمام متعلقہ مواد اکٹھا کرنا تھا تاکہ نازی سچائی کو دبا نہ سکیں تو دوسری طرف ان کی اشاعت سے خود جرمنی کی عدالت عالیہ جو لیپ زگ میں مقدمہ کی سماعت کر رہی تھی اس پر

بھی رائے عامہ کا دباؤ ڈلوانا تھا کہ ان ججوں کو پتہ چلے کہ دنیا بھر کے وکلا، جج اور قانون سے متعلق لوگ ان کی کارکردگی پر گہری نظر رکھے ہوئے ہیں۔

اس مقدمے اور COUNTER TRIAL کے سلسلے میں ایک دو باتیں ہمیں دھیان میں رکھنی چاہئیں کہ جب یہ تمام ڈرامہ کھیلا جا رہا تھا تو اس وقت ابھی نازی پارٹی کی گرفت جرمنی کی حکومت پر ابھی پوری طرح مضبوط نہیں ہوئی تھی اور ان کو ابھی اپنے پر پورا اعتماد نہیں تھا۔ دوسرے وہ ابھی پریس کو بالکل خاموش نہیں کر پائے تھے۔ تیسرے ابھی وہ بیرونی پریس اور بین الاقوامی رائے عامہ سے لاپرواہ نہیں تھے بلکہ وہ اس رائے عامہ سے ابھی تھوڑا بہت خوفزدہ تھے اور وہ انگلستان اور مغربی یورپ اور فرانس کی رائے عامہ سے خاصا خوف کھاتے تھے۔ اس لئے ترقی پسندوں اور کمیونسٹوں کے واسطے یہ ضروری تھا کہ وہ رائے عامہ کا دباؤ اس قدر مؤثر اور زوردار منظم کریں کہ نہ صرف یہ کہ نازی عدالت ان کو رہا کرنے پر مجبور ہو جائے بلکہ بعد میں بھی ان کو کسی قسم کا گزند نہ پہنچے۔ کیونکہ ڈیمیتروف اور اس کے ساتھیوں پر جس قسم کی فضا جرمنی میں اس زمانے میں طاری تھی اس میں یہ امر کوئی بعید از قیاس نہ تھا کہ عدالت سے رہائی کے باوجود ڈیمیتروف کو نازی قتل کروادیں اس لئے ان سب کی روک تھام کے لئے ایک بہت ہی مؤثر اور جاندار بین الاقوامی تحریک کی ضرورت تھی اور یہ کمیشن اس تحریک کا پیش خیمہ تھا۔

اس کمیشن کے شرکا میں یہ لوگ تھے:۔

۱۔ میڈم ڈاکٹر بیکر نارٹ — MME DR. BAKER NORT — ہالینڈ

۲۔ میتری گیسٹن برگری — MAITRE GASTON BERGERY — فرانس

۳۔ سینیٹر جارج برینٹنگ — SENATOR GEORGE BRANTING — سویڈن

۴۔ آرتھر گریفیلڈ ہیز — ARTHUR GRAFIELD HAYS JR — امریکہ

۵۔ والڈ ہیویڈٹ — VALD HAVIDT — ڈنمارک۔

۶۔ میتری پیری ورمیلن — MATTRE PIERRE VERMEYLEN ۔ بلجیم

۷۔ مورد جعفری — MORO GIAFFER ۔ فرانس

۸۔ ڈی۔این۔پرٹ — D.N. PRITT ۔ انگلستان

یہ سب کے سب اپنے اپنے ملکوں کے جانے پہچانے قانون داں تھے۔ ان کے علاوہ سوئٹزرلینڈ اور اٹلی کی بعض اہم شخصیتیں بھی اس کمیشن میں شریک ہوتی رہیں۔ چونکہ اس کے اجلاس لندن میں منعقد ہوئے تھے۔ اس لئے اس کا پہلا اجلاس جب لندن کے ایک فلیٹ میں منعقد ہوا تو اس میں متفقہ طور پر مسٹر ڈی۔این۔پرٹ کو اس کا صدر چن لیا گیا۔

اب اس آٹھ رکنی کمیشن کی سیاسی حیثیت کا جہاں تک تعلق تھا، ان آٹھ میں سے صرف ایک رکن کمیونسٹ تھا۔ دو یا تین کا تعلق سوشل ڈیموکریٹک پارٹیوں سے تھا اور باقی سبھی اراکین آزاد خیال لبرل تھے۔ یہ درست ہے کہ جب اس کمیشن نے باقاعدگی سے اپنا کام شروع کیا تو نہ صرف جرمن اور اٹلی کی فسطائی حکومتوں نے اس کمیشن کے خلاف غیض وغضب کا اظہار کیا بلکہ خود برطانیہ کی لیبر حکومت نے اس کمیشن کے قیام اور کارروائی پر ناک بھوں چڑھائی۔ اگر ایک طرف جرمنی کی نازی حکومت نے اس کمیشن کو کمیونسٹ اور یہودیوں کا ایجنٹ قرار دیا، تو دوسری طرف امریکہ، فرانس اور برطانیہ کے رجعت پسند حلقوں اور ان کے ہم نوا اخبارات نے بھی اس کمیشن پر تابڑ توڑ حملے شروع کر دیئے اور مسلسل یہ الزام لگایا جانے لگا کہ یہودی سرمایہ دار اس کمیشن کی مالی امداد کر رہے ہیں لیکن اس کمیشن کے قیام کے سلسلے میں اس زمانے میں جو لوگ سرگرم عمل تھے ان میں برطانوی کمیونسٹ دانشور ائیور مونٹیگو (IVOR MANTAGO) بھی شامل تھا۔ وہ اس زمانے کی یادوں کو کریدتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"یورپ کی موجودہ نسل کو نازیوں کی وحشت وبربریت کے متعلق بہت ہی کم علم حاصل کرنے کا موقع مل رہا ہے اور مغربی جرمنی کی نصابی کتب ہٹلر کے دور وحشت کو نظرانداز کرنے پر مصر ہیں۔ اسی طرح معاہدہ اطلانتک میں شریک

ممالک کی بھی یہی خواہش ہے کہ نئی نسل کو اس وحشت و درندگی کا علم نہ ہونے پائے ۔ کیونکہ اگر علم ہو تو پھر یہ بھی کہنا پڑے گا کہ ان وحشیانہ طاقتوں کو شکست دینے میں کمیونسٹ روس پیش پیش تھا اور یہ بات ان سرد جنگ کے حامی عناصر کو گوارا نہیں ہے ۔ لیکن ۱۹۳۳ء میں جب ہٹلر اور اس کی جماعت بر سر اقتدار آئی تو یورپ کی سرمایہ دار حکومتوں نے اس حکومت کو خوش آمدید کہا ۔ کیونکہ ان کے نزدیک ایک ایسی حکومت وجود میں آگئی تھی جو سوشلزم کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ کو بند باندھ سکے گی ۔ چنانچہ سوشلزم کی نفرت میں ان یورپی حکومتوں کو نازیوں کے یہودیوں کے خلاف اقدام ، ان کا قتل ، ان کا جبری انخلا ، ٹریڈ یونینوں پر پابندی ، کمیونسٹ دشمنی یہ سب گوارا تھیں ۔ کیونکہ یہ حکومتیں سمجھتی تھیں کہ مشرق سے کمیونزم کی آنے والی ہواؤں کو ہر حالت میں روکنا چاہیئے ۔ اس لئے اگر ان ہواؤں کو روکنے کے لئے یہودیوں کو قربانی کا بکرا بنانا ضروری ہے تو کوئی حرج نہیں ۔ چنانچہ سرمایہ دار ممالک کا پریس، جو ان حکومتوں کے طبقاتی مفاد کا سب سے مؤثر محافظ ہوتا ہے، نے بھی بولشویزم کی روک تھام کے مقصد کی خاطر نازی جرمنی کی حکومت کو بہت باعزت اور باوقار حکومت کے طور پر عوام کے سامنے پیش کرنے کی مہم کا آغاز کیا ۔ اس لئے جب مٹھی بھر کمیونسٹوں ، ٹریڈ یونین کارکنوں ، آزاد خیال دانشوروں نے فاشزم کے خلاف آواز بلند کرنا شروع کی تو یہ بہت ہی قلیل اقلیت کی آواز تھی اور گو بظاہر ان کو اپنے افکار کی ترویج کی آزادی تھی لیکن سرمایہ دار دنیا میں پریس، جو بظاہر آزاد تصور ہوتا ہے، اصل میں وہ طبقاتی مفادات کا اسیر ہوتا ہے اور وہ بائیں بازو کے تصورات و افکار کو شاذ ہی اپنے صفحات میں جگہ دیتا ہے ۔ اس لئے جب برطانیہ میں ۱۹۳۳ء کے

موسم بہار میں ہم چند دوستوں نے جرمن فاشزم کا شکار ہونے والوں کی امداد کے لیے ریلیف کمیٹی قائم کی تو جرمنی کے دوستوں نے ہمیں کہلا بھیجا کہ ایک کمیشن قائم کیا جائے۔ یہ تجویز سب سے پہلے چیکوسلاویکیہ کا صحافی اندرے سائمن (ANDRE SIMON) ہمارے پاس لے کر آیا تھا۔ اس کا چیکوسلاویکیہ میں کچھ اور نام تھا۔ لیکن جب چیکوسلاویکیہ نازیوں کی زد میں آیا تو وہ اندرے سائمن کے نام سے ہی مشہور ہوا اور اسی نام سے اُس نے فرانس کے بارے میں معرکۃ الآرا کتاب "تم غدار ہو" لکھ کر تہلکہ مچا دیا تھا۔ کیونکہ اس میں فرانس کے حکمران طبقہ کی غداری اور وطن فروشی کی پوری داستان بہت زوردار الفاظ میں بیان کی تھی۔ بہر حال ۱۹۳۳ء میں سائمن پیرس میں ایک فاشسٹ دشمن اشاعتی ادارے میں کام کر رہا تھا۔ چنانچہ مجھے اب تک وہ شام یاد ہے جب سائمن کے کہنے پر ہم چند دوست ایلن ولکنسن (ELLEN WILKINSON) کے فلیٹ واقع بلومز بری (BLOOMSBURY) میں جمع ہوئے تھے۔ ایلن لیبر پارٹی کی طرف سے پارلیمنٹ کی رکن تھی۔ وہ پستہ قد کی سرخ بالوں والی خاتون تھی۔ زبردست جذباتی اور بہت شاندار مقرر تھی۔ اس کی اسی جذباتی طبیعت نے اسے نازی ازم سے نفرت کرنے پر مجبور کر دیا اور لیبر پارٹی کی تمام پابندیوں کے باوجود وہ نازی ازم کے خلاف ہمارے ساتھ سینہ سپر رہی۔ ہمارے ساتھ ازابیل براؤن (ISABEL BROWN) جو کمیٹی کی سیکرٹری اور شعلہ بیان مقرر تھی۔ اس کو ایسے کاموں کے لیے فنڈ اکٹھا کرنے کا بڑا ملکہ تھا اور وہ بلا کی مستعد منتظم تھی۔ بہر حال ہم لوگوں نے کافی جد و جہد کے بعد کمیشن کے قیام کا اہتمام کیا۔"

ایوور مونٹیگو اپنی ان یادداشتوں میں آگے چل کر بڑے مزے کی داستان بیان کرتا ہے۔

وہ لکھتا ہے :-

"ایک اہم مشاورتی کمیشن کے کاروبار کے لیے فنڈ جمع کرنا تھا اور صرف یہی نہیں بلکہ اس خاموشی کو توڑنا بھی ضروری تھا جو ریڈیو اور پریس نے ہماری سرگرمیوں کے بارے میں اختیار کر رکھی تھی۔ چنانچہ ہم نے چھوٹے چھوٹے اجتماعات منعقد کرنے شروع کیے اور ازابل براؤن (Isabel Brown) فنڈ اکٹھا کرنے میں انتھک تھی۔ لیکن اس کے باوجود یہ رقم بہت مختصر تھی۔ کاش! سرمایہ داروں اور نازیوں کا یہ پراپیگنڈہ درست ہوتا کہ یہودی سرمایہ دار ان کمیونسٹوں کی دل کھول کر امداد کر رہے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ عیسائیوں کی طرح یہودیوں میں بھی دونوں طرح کے لوگ غریب اور امیر، اچھے اور بُرے، ترقی پسند اور رجعت پسند، محنت کش اور محنت کشوں کی سیاست کے مخالف۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ہم لوگ کئی ایک یہودی دفاتر اور گھروں سے دھتکارے گئے اور ایک بنک کے مالک کو تو میں کبھی نہیں بھول سکتا جس نے ڈھٹائی کے ساتھ کہا تھا کہ یہودیوں کو ہٹلر کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے بلکہ ان کا فرض ہے کہ اس سے تعاون کریں۔ اسی طرح سے ایک بہت ہی کٹر اور مذہبی یہودی نے کہا کہ فاشزم یہودیوں کا اس وقت تک کچھ نہیں بگاڑ سکتا جب تک یہودی عبادت کرتے ہیں اور اپنے مذہب کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہتے ہیں۔ سو یہ تھا یہودیوں کی طرف سے امداد کا ایک پہلو۔ لیکن دوسری طرف عیسائیوں کی طرح یہودی محنت کش بھی تھے جنہوں نے نازی ازم کے ظلم و تشدد کے خلاف رائے عامہ منظم کرنے اور نازی ازم کے ستائے ہوئے انسانوں کی امداد کے لیے اپنی جیبیں خالی کر دیں۔"

ایور مانٹیگو اپنی انہی یادداشتوں میں آگے چل کر لکھتا ہے کہ جب اس تحقیقاتی کمیشن

کے کام شروع کرنے کے دن قریب آ گئے تو حکومت برطانیہ نے یکے بعد دیگرے دو ایسے حملے کئے جن کا واضح مقصد یہ تھا کہ کسی طرح یہ کمیشن اپنا کام شروع نہ کر سکے تاکہ حکومت برطانیہ ہٹلر کی ناراضگی سے بچ جائے۔ کیونکہ یہی وہ زمانہ تھا جب برطانیہ کی حکومت ہٹلر سے قریبی تعلقات استوار کرنے کی خواہاں تھی تاکہ ہٹلر کو سوویت یونین کے خلاف لڑوایا جا سکے۔ اس لئے حکومت برطانیہ نہیں چاہتی تھی کہ برطانوی عوام کو نازی ظلم و ستم کا علم ہو۔ اور چونکہ اس تحقیقاتی کمیشن کی کارروائی نازیوں کے خلاف رائے عامہ کو منظم ہونے میں مدد دے سکتی تھی اس لئے حکومت اس کے کام میں رکاوٹ ڈالنے کا تہیہ کئے ہوئے تھی۔ حکومت کی طرف سے پہلا وار یہ تھا کہ ہمیں اس تحقیقاتی کمیشن کی روزمرہ کارروائی کے لئے کوئی باوقار جگہ نہ حاصل ہو سکے۔ کیونکہ ہمارا یہ خیال تھا کہ اس تحقیقاتی کمیشن کو ایسے ماحول میں کام کرنا چاہئے جو عدالتی فضا سے ملتا جلتا ہو۔ چنانچہ اس کے لئے ہم نے اپنے ایک ہمدرد وکیل کے ذریعے لا سوسائٹی (LAW SOCIETY) کی عمارت میں اس کا ہال کمرہ حاصل کر لیا۔ یہ عمارت عدالتی عمارتوں کے سلسلے کا ایک حصہ ہی تصور ہوتی تھی اور اس عمارت میں تمام وکلا اپنے مقدمات تیار کیا کرتے تھے۔ یہ کمرہ صرف وکیل جو بار کے رکن ہوتے ہیں، ان کو معمولی سے کرائے پر مل سکتا تھا۔ جب اس کمرے میں تحقیقاتی کمیشن کی کارروائی شروع ہونے کی بھنک حکومت تک پہنچی تو برطانیہ کے اس زمانے کے وزیر خارجہ جان سائمن (JOHN SIMONS) نے اس لا سوسائٹی کے سیکرٹری کو ٹیلی فون کیا اور اسے اس کمرے کو تحقیقاتی کمیشن کو دیئے جانے کی اجازت منسوخ کرنے کے لئے کہا۔ کیونکہ تحقیقاتی کمیشن کے اجلاس اگر لا سوسائٹی میں منعقد ہوئے تو اس سے ملک معظم کی حکومت کے جرمنی سے تعلقات میں رخنہ پڑنے کا امکان ہے۔ چنانچہ لا سوسائٹی کے سیکرٹری نے ہمیں ٹیلی فون کیا اور سب گفتگو سنا دی۔ ہم خاصے حیران ہوئے کہ ملک معظم کا وزیر خارجہ خود لا سوسائٹی کے ایک معمولی اہل کار کو ٹیلی فون پر اس قسم کی ہدایات دینے کی جرأت

کیسے کر سکتا ہے۔ بہر حال ہم نے لا سوسائٹی کے سیکرٹری سے پوچھا کہ آخر اُس نے وزیر خارجہ کو کیا جواب دیا؛

تو سیکرٹری نے کہا:

"ہم نے اجازت نامہ منسوخ کرنے سے معذوری ظاہر کر دی اور کہہ دیا کہ چونکہ لا سوسائٹی نے ایک معاہدہ کر لیا ہے، وہ اس معاہدے سے انحراف کر کے ایک غلط مثال نہیں قائم کر سکتی۔"

یہ سُن کر ہماری جان میں جان آئی اور ہم نے محسوس کیا کہ ابھی برطانیہ میں قانون کی حکومت اور انصاف پسندی باقی ہے۔ اس طرح سے اس تحقیقاتی کمیشن کے انعقاد کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے کی ملک معظم کی حکومت کی پہلی کوشش ناکام ہو گئی۔

دوسرا حملہ زیادہ مہلک تھا جیسا کہ پہلے میں بیان کر چکا ہوں کہ اس کمیشن کے قیام، اس کی تنظیم اور ترتیب میں سب سے اہم کردار اندرے سائمن نے ہی ادا کیا تھا اور وہی ہمارا یورپ کے مختلف ملکوں میں بکھرے ہوئے ان لوگوں سے واحد رابطہ تھا، جو اس تحقیقات میں ممد ہو سکتے تھے۔ یہی نہیں بلکہ اسی اندرے سائمن نے ہی یورپ کے ملکوں اور خود جرمنی کے اندر خفیہ طور پر جا کر اس سلسلے میں بہت سے دستاویزی ثبوت بھی حاصل کئے تھے۔ اس لئے اگر اس کمیشن کی کارروائی اور اس کی کامیابی کے لئے کوئی واحد شخص سب سے زیادہ اہم تھا تو وہ یہی اندرے سائمن تھا۔ چنانچہ جب کمیشن کے اجلاس شروع ہونے میں فقط ایک دو روز رہ گئے تھے تو اندرے سائمن پیرس سے لندن آیا۔ دستاویزات، شہادتوں کے اہم نقاط اور دوسری تفاصیل کے بارے میں فائلوں کا انبار اس کے ساتھ تھا اور یہی فائلیں اس کمیشن کی جان تھیں لیکن جب وہ لندن ایئر پورٹ پر اترا تو اس کو پولیس نے لندن ایئر پورٹ سے باہر نکلنے سے روک دیا اور اس کو دوسرے جہاز سے واپس پیرس بھیجنے پر اصرار کیا جانے لگا۔ لیکن اندرے مصر تھا کہ اس کو ایلن ولکنسن کو ٹیلی فون کر کے پوری صورت حال سے آگاہ

کرنے کی اجازت دی جائے۔ اب ایلین ولکنسن پارلیمنٹ کی رُکن تھی۔ ایئرپورٹ کا عملہ اور پولیس دونوں ہی ایلین ولکنسن کا نام سُن کر پریشان ہونے لگے کیونکہ اُن کو معلوم تھا کہ وہ پارلیمنٹ میں ہنگامہ بپا کردے گی اور بالآخر ان کی شامت آجائے گی۔ چنانچہ بالآخر بسیار ردوکد کے بعد عملے نے اندرے سائمن کو ایلین کو ٹیلی فون کرنے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ جیسے ہی ایلین کو اس پورے واقعہ کا علم ہوا تو اُس نے ہم کو مطلع کیا اور ایک طرح کی ہنگامی جنگی کونسل کا اجلاس ایلین کے فلیٹ میں ہی طلب کرلیا گیا۔ اور ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ پورا زور لگایا جائے کہ سائمن کو واپس بھیجنے کے احکام منسوخ کروائے جائیں۔ کیونکہ سائمن کے بغیر ہم کمیشن کی کاروائی شروع کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتے تھے لیکن ساتھ ہی ہم نے اپنے ایک رفیق جو وکیل تھا، کو ایلین کے تعارفی خط کے ساتھ ہوائی اڈے روانہ کردیا کہ وہ سائمن کے ساتھ ملاقات کرے اور پوری رات اس کے ساتھ بسر کرکے فائلوں اور دستاویزات وغیرہ کے نوٹس (NOTES) لے لے تاکہ اگر ہم کو اندرے سائمن کو روکنے میں کامیابی نہ ہو تو بنیادی مواد سے تو ہم آگاہ ہوسکیں تاکہ کمیشن کی کاروائی شروع کی جاسکے۔

دوسری طرف ہم نے سیاسی دباؤ ڈالنے کا اہتمام شروع کیا۔ پارلیمنٹ کے رُکن کے آخر ذرائع ہوتے ہیں اور ان کا اثرورسوخ بھی ہوتا ہے اور ہم باقی لوگ بھی اثرورسوخ کے بغیر نہ تھے۔ چنانچہ ہمیں یہ معلوم تھا کہ ایسے معاملات میں بظاہر تو احکام وزارت داخلہ جاری کرتی ہے لیکن اصل احکام وزارت خارجہ ہی جاری کرتی ہے۔ چنانچہ ایلین نے رائٹ آنریبل آرتھر ہینڈرسن (ARTHUR HENDERSON) سے رابطہ قائم کیا۔ آرتھر ہینڈرسن لیبر پارٹی میں تھا اور اس وقت حزب مخالف میں تھا اور دائیں بازو کے خیالات کا حامل تھا لیکن چونکہ وہ پہلی لیبر وزارت میں وزیر خارجہ رہ چکا تھا اور ایلین کا خاصا دوست تھا۔ اس لئے ہم نے دفتر خارجہ میں اس کا اثرورسوخ استعمال کرنے کا فیصلہ کیا۔ اُس نے ہمیں دفتر خارجہ کے متعلقہ افسران سے اُس کی طرف سے رابطہ قائم کرنے کے لئے کہا۔ لیکن اب دفتر خارجہ

کا کوئی افسر ہی دستیاب نہیں تھا۔ یہی جواب ملتا، سیٹ پر نہیں ہیں۔ ان کے گھروں کے ٹیلی فون نمبر بھی بتانے سے گریز کیا جانے لگا۔ آخر رات ہو گئی اور ہم تمام رات ان افسروں کے گھروں پر ٹیلی فون کر کے تھک گئے۔ کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ بالآخر ایک افسر سے کوئی رات کے تین بجے رابطہ ہوا تو اس نے نشے میں دھت جواب دیا:

"تم لوگ ضرورت سے کہیں زیادہ ڈھیٹ ہو۔ ہم تو تم سے بچنے کے لئے پوری رات شراب نوشی کرتے رہے لیکن تم نے پھر بھی پیچھا نہیں چھوڑا۔"

آخر دوسرے دن ہینڈرسن نے وزیر خارجہ کو جا پکڑا اور سائمن پوری سازش کے بے نقاب ہو جانے اور پارلیمنٹ کے ہنگامے سے ڈر گیا۔ چنانچہ نہ صرف اندرے سائمن کو داخل ہونے کی اجازت مل گئی بلکہ تمام دوسرے گواہوں کے لئے بھی عام اجازت حاصل ہو گئی۔

اس طرح سے ملک معظم کی حکومت کا اس کمیشن کو ناکام بنانے کے سلسلے میں دوسرا حملہ بھی ناکام رہا۔

اس کمیشن کی کارروائی کو لیپ زگ میں مقدمہ شروع ہونے سے پہلے ختم ہونا تھا چنانچہ اس کمیشن کی کارروائی ۸ ستمبر ۱۹۳۳ء کو ختم ہو گئی اور اس کارروائی میں انصاف اور غیر جانبداری کا کتنا خیال رکھا گیا، اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کمیشن کے بنیادی اراکین میں فرانس کا مشہور وکیل مورو جیافری (MORO GIAFFERI) بھی شامل تھا لیکن وہ عام طور پر سنسنی خیزی کا بہت ہی دلدادہ تھا اور غالباً اس نے اس کمیشن کی رکنیت سنسنی خیزی کے لئے اختیار کی ہو۔ چنانچہ اس نے کمیشن کی کارروائی شروع ہونے سے پہلے ہی پیرس کے ایک جلسہ عام میں اپنی تقریر کے دوران میں یہ کہہ دیا کہ اس کے نزدیک اس امر میں کوئی شک نہیں ہے کہ ریشتاغ کو آگ خود نازیوں اور گورنگ نے لگائی ہے۔ جیافری کے اس اعلان نے پرٹ کو بہت کبیدہ خاطر بنا دیا۔ چنانچہ پرٹ نے ایک مجلس میں اس کا اظہار بھی کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جیافری کمیشن

کے پہلے دن کے اجلاس کے بعد اس کی کارروائی میں شریک ہی نہ ہوا۔ اسی طرح سے جو لوگ اس کمیشن کے جلسوں کو نازی ازم کے خلاف ایک زبردست پلیٹ فارم سمجھتے تھے ان کو بھی مایوسی ہوئی کیونکہ پرٹ نے کمیشن کے سربراہ کی حیثیت سے اس کمیشن کی کارروائی کو سختی سے عدالتی حدود کے اندر مقید رکھا اور سرمو نہ تو انحراف ہونے دیا اور نہ سنسنی خیزی پیدا ہونے دی۔ چنانچہ اور تو اور ایچ۔جی۔ویلز (H. G. WELLS) جیسے شخص کو یہ کہنا پڑا کہ اس نے زندگی بھر میں ایسی اکتا دینے والی عدالتی کارروائی نہیں دیکھی ہے۔ بہرحال ۲۰ ستمبر ۱۹۳۳ء کو اس کمیشن نے اپنی تحقیقات کے نتائج کا اعلان کر دیا اور آگ لگانے کی ذمہ داری نازیوں اور گوئرنگ پر ڈالی۔ ڈیمیتروف اور اس کے ساتھیوں کو اس الزام سے قطعی طور پر بری الذمہ قرار دیا گیا۔

یہ فیصلہ دس ہزار الفاظ پر مشتمل تھا اور اس میں نہایت ہی قانونی اور سنجیدہ زبان میں پوری شہادتوں اور واقعات کا تجزیہ کر کے اس نتیجے کا اعلان کیا گیا تھا۔ ۲۰ ستمبر کی رات کو ہی خفیہ طور پر اس فیصلے کی نقول جرمنی میں پہنچائی گئیں اور لیپ زگ کا مقدمہ شروع ہونے سے پہلے ججوں تک یہ کاپیاں پہنچ چکی تھیں۔ اس فیصلے نے اس زمانے میں بھی تہلکہ مچا دیا تھا کیونکہ یہ نازی ازم کے خلاف پہلی مدلل اور بغیر کسی رو رعایت کے تیار شدہ دستاویز تھی۔ اس دستاویز کی افادیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ آج جب مغربی جرمنی کے رجعت پسند کمیونسٹ اور سوویت روس کی دشمنی میں ہٹلر اور اس کی نازی پارٹی کو پھر سے تاریخ کے جلسے سے نکال کر جھاڑ پونچھ کر کے ہیرو کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کو سب سے پہلے اسی کمیشن کے فیصلے کو غلط قرار دینے کے لئے کتابیں، پمفلٹ اور قسط وار اخباری مضامین لکھنے پڑتے ہیں۔ اور تو اور خود برطانیہ میں بی بی سی جیسا ادارہ بھی کمیشن کے اس فیصلے کو غلط قرار دینے کی کوشش کرتا ہے۔ چنانچہ جرمنی اور برطانیہ میں آج جب ہٹلر کو دوبارہ معصوم بنانے کی کوشش ہوتی ہے تو دراصل یہ خطرے کی گھنٹی ہے۔ اس لئے کہ یہ ایک نئے ہٹلر اور نئے فاشزم کے لئے راہ ہموار کرنے کی مذموم چال ہے۔ چنانچہ پچھلے دس پندرہ برس

سے اس کمیشن کے فیصلے کے خلاف تابڑ توڑ حملے شروع کئے جا رہے ہیں۔ اس کی ابتدا ۱۹۶۰ء میں مغربی جرمنی کے مشہور ہفتہ وار رسالے DER SPIEGEL میں ایک صحافی —— MR TOBIAS نے بالاقساط کئی ایک مضامین لکھ کر کی کہ ڈیمیتروف اور اس کے رفقاء جن کو عدالت نے بری کر دیا تھا ان کا ریشتاغ کو آگ لگانے سے کوئی تعلق نہ تھا۔ لیکن اسی طرح نازی پارٹی بھی اس آتش زدگی کی اس واردات میں ملوث نہ تھی اور وان ڈر لبیوے نے تن تنہا یہ کام کیا تھا۔ اس کے بعد اسی صحافی TOBIAS نے اپنے انہی مضامین کو پھیلا کر کتاب بھی رقم کی۔ اس کے بعد ایک برطانوی صحافی A. J. P. TAYLOR نے ۱۹۶۳ء میں برطانوی اخبارات میں سلسلہ مضامین لکھا جس میں اصرار کیا گیا کہ نازیوں اور گوئرنگ کو اس آتش زدگی کی واردات میں ملوث کرنے کی ذمہ داری اس کمیشن پر عائد ہوتی ہے جنہوں نے یہ مفروضہ خود ایجاد کیا۔ جب یہ سلسلہ شروع ہوا تو اس وقت اس کمیشن کے فیصلے کو شائع ہوئے ۳۰ برس گزر گئے تھے اور تیس برس تک کسی کو اس قسم کا الزام عائد کرنے کی ہمت نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ جب ٹیلر (TAYLOR) کے یہ مضامین شائع ہوئے تو پرٹ (PRITT) نے ان مضامین کا بالاقساط جواب دیا اور اس کے بعد TAYLOR کو دوبارہ زبان کھولنے کی ہمت نہیں ہوئی البتہ بی بی سی (B.B.C) نے تعلیمی پروگراموں کے لئے جو خاکہ اساتذہ کے لئے تیار کیا اس میں ان الزامات کو ضرور دہرایا گیا کہ کمیشن کا فیصلہ دراصل کمیشن کے ارکان کی اختراع ہے اور یہ تمام نتائج مفروضوں پر مبنی ہیں کیونکہ مقصد ڈیمیتروف کا بچانا تھا۔

ایک طرف اگر آج بالالتزام کوشش ہو رہی ہے کہ ان فیصلوں کو جن پر تاریخ مہر تصدیق ثبت کر چکی ہے کو غلط قرار دیا جائے تو دوسری طرف ان تیس چالیس برسوں میں سینکڑوں ایسی شہادتیں مزید میسر آ چکی ہیں جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ نازی ہی تھے جنہوں نے ریشتاغ کو آگ لگائی تھی۔ سب سے پہلے تو جو شہادت ملی وہ تو ۱۹۳۷ء میں ہی سامنے آ گئی تھی۔ جب ۱۹۳۳ء میں ریشتاغ کو نذر آتش کرنے کی واردات ہوئی تھی تو اس زمانے میں

برلن سیکورٹی پولیس کا انچارج KARL EARNEST GRUPPEN تھا۔ اس کی گوئرنگ سے جب دشمنی ہو گئی تو اس نے پورا راز طشت از بام کر دیا۔ چنانچہ اس کی گونج مغرب کے اخبارات کے کالموں میں بھی ہوئی تھی۔ یہ کارل ارنسٹ KARL EARNEST لکھتا ہے۔

فروری ۱۹۳۳ء کی ایک شام کو برلن پولیس کے چیف افسر COUNT HELLDORF نے ایک کانفرنس میں شرکت کے لئے طلب کیا۔ جہاں گوئرنگ اور گوئبلز بھی موجود تھے۔ جہاں اس امر پر تبادلہ خیال ہوتا رہا کہ کوئی نہ کوئی طریقہ ایسا ہونا چاہیے کہ کمیونسٹوں پر پابندی عائد کرنے کا جواز پیدا کیا جا سکے۔ پہلے تو اس تجویز پر غور کیا گیا کہ ہٹلر کی زندگی پر قاتلانہ حملہ کروایا جائے اور اسے کمیونسٹوں کے سر منڈھ دیا جائے لیکن بعد میں اس تجویز کو گوئرنگ اور گوئبلز دونوں نے ترک کر دیا۔ اس کے بعد ریشتاغ کو نذر آتش کرنے کی تجویز سامنے آئی اور یہی فیصلہ ہوا کہ گوئرنگ کی کوٹھی سے ریشتاغ کو جو زیر زمین سرنگ جاتی ہے اُس کو اس مقصد کے لئے آسانی سے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ارنسٹ لکھتا ہے کہ اس کو ۲۷۔ فروری ۱۹۳۳ء سے پہلے ہی اس امر کی اطلاع پہنچا دی گئی تھی کہ وان ڈر لیوبے کو ظاہرا طور پر واردات کرنے کے لئے تیار کر لیا گیا۔ ارنسٹ نے خود لیوبے سے ملاقات نہیں کی تھی لیکن ریشتاغ کو آگ لگانے کی باقی کارروائی خود ارنسٹ کی نگرانی میں سرانجام پائی تھی۔ چنانچہ ارنسٹ لکھتا ہے کہ جب وان ڈر لیوبے ریشتاغ میں داخل ہوا اُس وقت ہم اوپر کی منزل پر آتشیں مادے کا دیواروں پر چھڑکاؤ کر چکے تھے اور ہم رات ۹ بج کر ۱۲ منٹ پر واپس گوئرنگ کے مکان میں آ گئے تھے۔

یہی ارنسٹ تھا جس کو ۱۹۳۴ء میں برلن کی گلیوں میں قتل کر دیا گیا تھا

ایک اور چشم دید گواہ JOHN H. KAHAN تھا۔ یہ جرمنی سے بھاگ کر انگلستان آ گیا تھا۔ اور جب اس تحقیقاتی کمیشن کے بارے میں بحث چلی تو اُس نے برطانیہ کے مشہور

اخبار ڈیلی ٹیلیگراف (DAILY TELEGRAPH) کو ۲۰۔مارچ ۱۹۶۱ء کو ایک مراسلہ ارسال کیا، جو باقاعدہ شائع ہوا تھا۔ اس میں کہا گیا تھا۔

ریشتاغ میں آگ لگنے کی واردات سے چند روز پہلے غالباً ۲۲۔فروری ۱۹۳۳ء کو برلن پولیس کے چیف کاونٹ ہیلڈروف (HELLDORF) نے مشہور نجومی ایرک جان ہن سین (ERIC JAN HANUSSEN) کے فلیٹ میں ہونے والی ایک پارٹی میں شرکت کی اور اُس نے اس نجومی سے درخواست کی کہ وہ ارواح کو بلائے اور ان سے دریافت کرے کہ آیا پارٹی اگلے چند روز میں اپنے منصوبے میں کامیاب ہو جائے گی؟ نجومی نے اس کا جواب دیا کہ پارٹی کا منصوبہ پوری طرح کامیاب ہوگا اور ریشتاغ سے شعلے بلند ہوتے نظر آئیں گے۔ اس جواب پر تمام موجود لوگوں کے دستخط، خود نجومی اور کاؤنٹ ہیلڈروف کے بھی تھے لطف یہ ہے کہ اس سے ٹھیک پندرہ دن بعد یہ نجومی قتل کر دیا گیا اور اس کی نعش برلن کی گلی میں پائی گئی۔ ہیلڈروف زندہ رہا لیکن اس کو بھی ۱۹۴۴ء میں ہٹلر پر قاتلانہ حملہ کے الزام میں پھانسی پر چڑھا دیا گیا۔

ایک اور سب سے اہم مصدقہ شہادت نازی مجرموں کے خلاف نیورمبرگ کے مقدمات کے دوران پیش ہوئی تھی۔ یہ شہادت جرمن فوج کے چیف آف سٹاف جنرل فرانز ہیلڈر (GENERAL FRANZ HALDER) کی تھی، جو انہوں نے ۱۸۔مارچ ۱۹۴۶ء کو نیورمبرگ میں ریکارڈ کروائی تھی۔ اُنہوں نے کہا تھا کہ ۱۹۴۲ء میں ہٹلر کی سالگرہ کی تقریبات کے موقع پر ایک عشائیے کے دوران ہٹلر اور اُس کے قریب بیٹھے ہوئے اُس کے رفقا کے درمیان ریشتاغ کی عمارت کی فنی خوبیوں کا تذکرہ شروع ہو گیا۔ اس تذکرے کے دوران میں نے واضح طور پر اپنے کانوں سے گوئرنگ کو یہ کہتے سنا تھا:۔

"میں واحد شخص ہوں جو ریشتاغ کے بارے میں مکمل معلومات رکھتا ہوں۔ آخر میں ہی تھا جس نے اس کو آگ دکھائی تھی۔"

اس شہادت کے بارے میں جو میگوئیاں بھی ہوئی تھیں کہ ہیلڈر نے ممکن ہے گوئرنگ کو غلط سنا ہو۔ لیکن ہیلڈر نے جرمن مؤرخ کو ۱۹۵۶ء میں ایک مراسلہ بھیجا تھا، جو بون کے DAS PARLAMENT کی ۱۸۔جنوری کی اشاعت میں شائع ہوا تھا۔ اس میں ہیلڈر نے پھر اصرار سے لکھا تھا:۔

"گوئرنگ کے الفاظ کے بارے میں کسی قسم کی غلط فہمی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ ہٹلر کے ایک طرف میں بیٹھا اور دوسری طرف گوئرنگ بیٹھا تھا اور گوئرنگ کا ہر لفظ واضح اور صاف تھا اور وہ مجھے بالکل ٹھیک ٹھیک سنائی دے رہا تھا۔"

ایک اور شہادت سن لیجئے۔ یہ شہادت دینے والا جرمنی کے صوبے ڈانزنگ کی سٹیٹ کا صدر ہرمن روشننگ (HERMANN RAUSCHNING) تھا۔ وہ اپنی کتاب CONVERSATIONS WITH HITLER میں لکھتا ہے:۔

"ریشتاغ میں آگ لگنے کے چند دن بعد مجھے ہٹلر نے اپنے دفتر میں ڈانزنگ کے معاملات کے بارے میں رپورٹ پیش کرنے کے لئے طلب کیا۔ میں اپنی باری کا انتظار کر رہا تھا کہ مجھے یہ منظر پیش آیا۔ گوئرنگ، ہملر، فرک اور مغربی علاقوں کے کئی ایک دوسرے لوگ آپس میں محو گفتگو تھے۔ گوئرنگ ریشتاغ کو آگ لگانے کی واردات کی تفصیلات اُن کو سنا رہا تھا۔ اس وقت تک ابھی پارٹی کو اس واردات میں ملوث ہونے کا قطعاً کوئی علم نہیں تھا اور اس امر کو نہایت خفیہ رکھا جا رہا تھا۔ مجھے اس گفتگو سے علم ہوا کہ ریشتاغ کو پارٹی کے اعلیٰ اہلکاروں نے خود آگ لگائی ہے۔ گوئرنگ فخریہ انداز میں بتا رہا تھا کہ کس طرح اس کے "آدمی" سرنگ کے خفیہ راستے سے ریشتاغ کے اندر داخل ہوئے اور کس طرح اگر وہ چند منٹ میں اپنا کام کر

کے واپس نہ ہوتے تو وہیں دھر لیئے جاتے ۔ اُسے اس امر کا افسوس تھا کہ پوری عمارت کو آگ نہ لگائی جا سکی اور جلدی میں کام مکمل نہ ہو سکا۔"

یہی نہیں بلکہ امریکی سفیر پروفیسر ڈوڈ جو اس آگ کے فوراً بعد ہی جرمن پہنچا تھا اور وہ ۱۹۳۷ء تک اس عہدے پر فائز رہا ۔ اُس نے ۱۹۴۱ء میں اپنی اس دور کی ڈائری مرتب کی تھی جو ۱۹۴۱ء میں ہی شائع ہوئی تھی ۔ اس میں بھی وہ تسلیم کرتا ہے کہ اس امر میں کوئی شک نہیں کہ ریشتاغ کو آگ لگانے کی ذمہ داری نازی لیڈروں بالخصوص گوئرنگ پر عائد ہوتی ہے ۔

یہ ہیں وہ تمام شہادتیں جو اس مقدمے کے بعد بھی اس امر کی گواہی دیتی ہیں کہ کس طرح حاکم طبقہ سماجی تبدیلی اور انقلاب کو روکنے کے لیئے تمام ایسے عناصر کو جو سماجی تبدیلی کے علمبردار ہوں، جو مزدور طبقے کی سیاسی جماعت کمیونسٹ پارٹی سے تعلق رکھتے ہوں کس طرح کچلنے کے لیئے سازش کی جاتی ہے ۔ اس لیئے یہ کوئی حیرانی کی بات نہیں ہے کہ پاکستان میں بھی حکمران طبقے اور ان کے حامی اخبارات دن رات "سُرخوں" کے خلاف غیظ وغضب کا اظہار ہی نہیں کرتے بلکہ ہر قسم کے الزام واتہام سے بھی گریزاں نہیں ہوتے یہ ایک عالمی عمل ہے جو کل ہٹلر جاری رکھے ہوئے تھا آج اس کی قبیل کے دوسرے لوگ روا رکھے ہوئے ہیں ۔ لیکن کل شکست ہٹلر کا مقدر بنی اور آج یہی شکست ان طبقوں کا مقدر ہے ۔ یہ تاریخ کا فیصلہ ہے ۔ اسے روکا نہیں جا سکتا ۔ لیکن جیسے جیسے کسی ملک میں انقلابی طاقتیں متحد ومنظم ہوں گی، تاریخ کا جبر اتنی تیزی سے نافذ ہوگا۔



ڈیمیتروف کی رہائی کے لئے ایک مظاہرہ

رِہائی

باب — ۱۳

یہ ۲۳۔دسمبر ۱۹۳۲ء کی یخ بستہ صبح تھی۔لیپ زگ میں عدالت عالیہ کا کمرہ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا لیکن آج معمول سے زیادہ خاموشی تھی۔جب ججوں نے اپنی کرسیاں سنبھالیں تو قدرے ہلچل ہوئی اس کے بعد وہی خاموشی اور سکون چھا گیا۔ اس کے بعد عدالت کے صدر نے فیصلہ پڑھنا شروع کیا۔

ڈیمیتروف اور اس کے رفقا کو رہا کر دیا گیا۔یہ فیصلہ گو بظاہر بہت منصفانہ معلوم ہو لیکن اصل میں یہ انصاف کی جیت نہ تھی۔یہ رائے عامہ کے دباؤ، یہ بین الاقوامی تحریک کے موثر کردار کی جیت تھی۔یہ اس COUNTER TRIAL کی جیت تھی۔جو لندن کی لا سوسائٹی کے ایک کمرے میں سماعت پذیر ہوا اور جس نے ۲۱۔ستمبر ۱۹۳۳ء کو جب ابھی لیپ زگ کی عدالت عالیہ نے مقدمہ کی سماعت شروع ہی نہیں کی تھی اپنا فیصلہ سنا دیا تھا اور اعلان کیا تھا کہ ڈیمیتروف اور اُس کے رفقا آتش زنی کی اس واردات میں ملوث نہیں ہیں۔ بلکہ نازی قائدین اور گوئرنگ اس واردات کا ذمہ دار ہے۔ لیپ زگ کی عدالت عالیہ تو یہ سب کچھ نہ کہہ سکتی تھی لیکن بہرحال اس نے اپنی جان بچانے کے لئے حکم میں فقط اتنا کہا کہ استغاثہ کی نامکمل شہادتوں کی بنا پر ملزموں کو بری کیا جاتا ہے اور لطف یہ ہے کہ اس فیصلے میں ڈیمیتروف اور دوسرے کمیونسٹوں کے بارے میں بہت کچھ کہا گیا۔لیکن ڈیمیتروف کے فوری مستقبل کے بارے میں مکمل خاموشی اختیار کی گئی۔چنانچہ بری کر دیئے جانے کے

باوجود ڈیمیٹروف کو جیل میں ہی رکھا گیا۔ نازیوں کے اس اقدام سے دنیا کا ماتھا ٹھنکا کہ کہیں نازی سچ مچ گورنگ کی دھمکی کو سچ تو نہیں کر دکھانا چاہتے تھے کہ ڈیمیٹروف کو زندگی سے ہاتھ دھونا پڑے گا کیونکہ جیسے ہی عدالت نے فیصلہ سنایا تو ڈیمیٹروف کو وزارت داخلہ کی طرف سے حکم موصول ہوا کہ تاحکم ثانی تم کو فی الحال جیل میں ہی رکھا جائے گا۔

نئی جدوجہد

اب یورپ کے ترقی پسندوں کے لئے ایک نئی جدوجہد منتظر تھی کہ وہ ڈیمیٹروف کو اس غیر قانونی نظر بندی سے رہائی دلوائیں۔ چنانچہ ایک طرف باہر یہ جدوجہد ترتیب پانے لگی اور دوسری طرف ڈیمیٹروف نے جیل کے اندر سے اس جدوجہد کا آغاز کیا۔ چنانچہ اس نے حکم سنائے جانے کے اگلے دن محکمہ فوجداری کے صدر کو ایک خط لکھا۔

۲۵۔ دسمبر ۱۹۳۳ء

ڈیر مسٹر پریذیڈنٹ!

مہربانی کرکے حکم کی تفصیلی نقل جس میں تمام وجوہات وغیرہ شامل ہوں مجھے مہیا کی جائے۔

اگر یہ ممکن نہ ہو تو اس کے اخراجات میری جیل میں جمع شدہ رقم سے وصول کر لئے جائیں۔

احترام کے ساتھ ـــ ڈیمیٹروف

ڈیمیٹروف نے اس سے تین دن بعد لیپ زگ پولیس کے سربراہ کو ایک مراسلہ تحریر کیا

لیپ زگ ـــ ۲۸۔ دسمبر ۱۹۳۳ء

ڈیر مسٹر پریذیڈنٹ!

۲۲۔ دسمبر کو عدالت کے حکم کے فوراً بعد مجھے جناب کی طرف سے ایک حکم موصول

ہوا تھا جس میں تحریر تھا کہ تاحکم ثانی مجھے قید میں رہنا ہوگا۔

آپ کی طرف سے ابھی تک میری رہائی کا کوئی حکم موصول نہیں ہوا نہ ہی میری مزید نظر بندی کی وجوہات ہی بتائی گئی ہیں۔ اس لئے مہربانی کر کے مجھے ذیل کے معاملات کے بارے میں پہلی فرصت میں آگاہ کیا جائے۔

۱۔ کن وجوہات کی بنا پر مجھے نظر بند رکھا جا رہا ہے؟

۲۔ میری موجودہ نظر بندی کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟

۳۔ مجھے کب تک نظر بند رکھا جائے گا؟

۴۔ میں اس نظر بندی کے خاتمے کے لئے کون سے دروازے پر دستک دوں؟

میں ایک ایسا غیر ملکی ہوں جسے جرمن سپریم کورٹ نے بری کر دیا ہے۔ اس لئے مجھے اس مطالبے کا حق پہنچتا ہے کہ مجھے چیکوسلاویکیہ یا فرانس جانے کی اجازت دی جائے تاکہ وہاں سے میں اپنے وطن بلغاریہ جانے کے لئے راہ ہموار کر سکوں۔ اگر میرا اس وقت تک بلغاریہ جانا طے نہ پا سکا تو میں پھر ماسکو روانہ ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں پہلے بھی ماسکو میں بحیثیت بلغاریہ کے باشندے کے رہتا رہا ہوں لیکن سوویت یونین نے مجھے اپنی شہریت کا بھی حق دے دیا تھا۔

میں جناب کے جلد جواب کا منتظر ہوں۔ یہ جواب مجھے یا میری ماں کو یا میری بہن کو پہنچا دیا جائے۔

احترام کے ساتھ —— جی۔ ڈیمیتروف

مزید برآں عرض ہے کہ ۹۔ مارچ ۱۹۳۳ء کو میری گرفتاری کے موقع پر میرے پاس سے ۳۵۰ مارک اور ۱۰ ڈالر کی رقم پولیس نے حاصل کی تھی۔ میری کتابیں اور دو سوٹ کیس بھی پولیس نے اپنے قبضے میں لے لئے تھے۔ مہربانی کر کے اب وہ تمام رقم اور دیگر اشیاء لوٹا دی جائیں۔

ڈیمیتروف نے ۳۰۔ دسمبر ۱۹۳۳ء کو بلغاریہ کے وزیر اعظم کو ایک تار روانہ کیا جس میں کہا گیا تھا:

میں چونکہ اپنے وطن لوٹنا چاہتا ہوں تاکہ وہاں سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لے سکوں۔ اس لئے میں اپنے اس بیان کو جو میں نے جرمن سپریم کورٹ میں دیا تھا دہراتا ہوں کہ ریشتاغ کے سلسلے میں مقدمے کے خاتمے پر میں اپنے وطن لوٹوں گا تاکہ ستمبر ۱۹۲۳ء کی بغاوت میں جو سزا مجھے دی گئی ہے اس کی منسوخی کے لئے جدوجہد کر سکوں۔ اس لئے مجھے وطن لوٹنے، سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی اجازت دی جائے اور مجھ پر ۱۹۲۳ء کی بغاوت کے الزام میں کھلی عدالت میں مقدمہ چلایا جائے تاکہ میں اپنی صفائی پیش کر سکوں۔

میں حکومت کے جلد فیصلے کا منتظر ہوں۔

جی۔ ڈیمیتروف

۱۹۳۴ء کے ابتدائی مہینے

جنوری ۱۹۳۴ء کا پورا مہینہ ڈیمیتروف جیل کے اندر سے جدوجہد کرتا رہا۔ اِدھر باہر کی دنیا میں یورپ کے قریب قریب تمام بڑے شہروں میں مزدوروں، دانشوروں اور ترقی پسند عناصر کے مظاہرے ہو رہے تھے جن میں ڈیمیتروف کی رہائی کا مطالبہ کیا جا رہا تھا۔ فروری ۱۹۳۴ء کے شروع دنوں میں ڈیمیتروف کو لیپ زگ کی جیل سے برلن کی مرکزی جیل میں منتقل کر دیا گیا۔ یہاں سے بھی اُس نے اپنی جدوجہد جاری رکھی۔ چنانچہ ۷۔ فروری ۱۹۳۴ء کو اُس نے جرمن وزیر داخلہ ڈاکٹر فرک کے نام ایک مراسلہ روانہ کیا۔ اس میں کہا گیا تھا:

"ڈیڑھ مہینہ ہونے کو آیا ہے جب لیپ زگ میں عدالت عالیہ نے ہمیں ریشتاغ کو نذر آتش کرنے کے الزام سے بری کر دیا تھا لیکن اس کے باوجود بلغاریہ کے ہم تینوں باشندوں کو ابھی تک جیل میں مقید رکھا جا رہا ہے اور ایسے زمین دوز

تہ خانے میں رکھا ہوا ہے جو ہماری صحت کے لئے سخت مضر ہے۔ جہاں نہ دن کی روشنی میسر آتی ہے، سخت حبس رہتا ہے۔ اور بالکل الگ تھلگ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہمیں جیتے جی قبر میں اتار دیا گیا ہے۔

مجھے نہ صرف غیر ملکی اخبارات نہیں دیئے جاتے بلکہ خود میرے ملک کے اخبارات سے بھی مجھے محروم رکھا جا رہا ہے۔

میری ماں اور بہن کو بلغاریہ کی سیاسی صورت حال کے بارے میں مجھ سے بات کرنے پر پابندی عائد کر دی گئی۔

اب تک مجھے سرکاری طور پر نظر بندی کی کسی قسم کی وجوہات سے مطلع نہیں کیا گیا۔

میں نے اب تک جتنے تار اور مراسلے آپ کو روانہ کئے ہیں ان میں سے کسی کا بھی جواب مجھے موصول نہیں ہوا۔

مختلف سرکاری افسروں اور اہلکاروں کے اشاروں سے ہم جس نتیجے پر پہنچے ہیں، وہ یہ ہیں :-

۱۔ ہمیں قید میں اس لئے رکھا جا رہا ہے کیونکہ ہم سے حکومت سیاسی طور پر خطرہ محسوس کرتی ہے۔

۲۔ یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ ہمیں ہماری اپنی سلامتی اور تحفظ کے لئے قید میں رکھا جا رہا ہے۔

۳۔ اس لئے ہم کو ابھی تک قید میں رکھا جا رہا ہے کہ ابھی ہمارے انخلا کے لئے دوسرے ملکوں سے گفتگو جاری ہے۔

پہلی وجہ تو ہم درست نہیں سمجھ سکتے کیونکہ جو حکومت اپنے کو اتنی مضبوط اور مستحکم تصور کرتی ہو اس کو تین سیاسی جلاوطن بلغاریوں جن کا انخلا عمل میں

آنے والا ہو سے کوئی خطرہ نہیں ہو سکتا۔

دوسری وجہ بھی مضحکہ خیز ہے۔ کیسے کوئی نیشنل سوشلسٹ جو پارٹی کے قواعد وضوابط کا پابند ہو معصوم کمیونسٹوں کو ہلاک کرنے کی ذمہ داری لے سکتا ہے۔

تیسری وجہ کی تو پہلے ہی تردید ہو چکی ہے کیونکہ پولینڈ ہمیں راہ داری کا ویزا دینے کے لئے تیار ہے اور سوویت یونین ہمیں سیاسی پناہ گزین کے طور پر قبول کرنے کے لئے تیار ہے۔

اس کے باوجود اگر ہم کو قید میں رکھا جا رہا ہے تو اس سے کہیں ہمیں دائم المریض انسانوں میں تبدیل کرنے یا پھر کسی موزوں وقت میں غیر ذمہ دار افراد کے ذریعے ہمیں ٹھکانے لگانے کے ارادے تو نہیں ہیں۔

میرے نزدیک سیاسی طور پر یہ اقدام حکومت کے حق میں نہیں ہوگا۔ اس لئے میں ہر روز یہ توقع کرتا ہوں کہ ہمارا معاملہ جلد سے جلد طے کیا جائے۔ اور ہمیں سوویت یونین بھیج دیا جائے یا کسی دوسرے ہمسایہ ملک میں روانہ کر دیا جائے۔

اگر یہ صورت حال جلد نہ قبول کی گئی تو پھر میرے جیسے بے قصور قیدی کے لئے دوسرا کوئی راستہ نہیں رہ جاتا اور یہ بات میں دھمکی کے طور پر نہیں کہہ رہا بلکہ بہت واضح طور پر میں یہ کہہ رہا ہوں کہ میں بھوک ہڑتال شروع کر دوں اب میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہوتا جا رہا ہے اور میری صحت جواب دینے لگی ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ میں یکبارگی جان دے دوں بجائے اس کے کہ سسک سسک کر دم توڑوں۔ میں ٹھیک گیارہ ماہ سے اس ہولناک زنداں میں ہوں۔

احترام کے ساتھ

جارجی ڈیمیٹروف

اس مراسلے نے جرمن کی حکومت کو سوچنے پر مجبور کر دیا۔ وزارت داخلہ میں تہلکہ بپا ہو گیا۔ وزارت خارجہ بھی پریشان ہونے لگی۔ اور جیسے ہی اس خبر کی بھنک بیرونی دنیا کو پڑی کہ ڈیمیتروف بھوک ہڑتال کرنے جا رہا ہے تو بین الاقوامی تحریک شدت اختیار کر گئی۔ آخر نتیجہ یہ ہوا کہ اس مراسلے کے ٹھیک ۲۰ دن بعد اسی شام جب ایک سال پہلے ریشتاغ کو آگ لگانے کا ڈرامہ کھیلا گیا تھا اسی صبح کو یعنی ۲۷ فروری ۱۹۳۴ء کو ڈیمیتروف اور اس کے دونوں ساتھیوں کو برلن کی جیل سے رہا کر دیا گیا۔

پہلا انٹرویو

ماسکو میں ۲۷ فروری ۱۹۳۴ء کی شام کو تقریباً ایک سو اخباری نمائندوں کو انٹرویو دیتے ہوئے ڈیمیتروف نے بتایا۔

اس وقت ہم قدرے تھکے ہوئے ہیں لیکن اس کے باوجود یہ داستان بیان ہونی چاہیئے۔ آج صبح پانچ بجے ہمیں یکدم جگا دیا گیا۔ یہ جگانے والے پروشیا کی خفیہ پولیس کے اعلیٰ افسران تھے۔ انہوں نے کہا:

"اٹھو اور اپنا سامان باندھ لو۔"

انہوں نے کوئی وجہ نہیں بتائی۔ نہ ہی یہ بتایا کہ سامان باندھ کر ہم کو کہاں جانا ہے۔ جب ہم تیار ہو چکے، سامان بندھ گیا تو ہمیں بتایا گیا کہ ہمیں جرمنی سے نکالا جا رہا ہے۔ اور آج ہی ہوائی جہاز ہمیں سوویت یونین کی سرحدوں پر اتار دے گا۔ ہم نے کہا کہ سوویت یونین کے سفارت خانے کے کسی افسر کو بلایا جائے۔ لیکن ہماری یہ درخواست نہیں مانی گئی اور نہ ہی سوویت یونین کے سفارت خانے کو اس ضمن میں کوئی علم تھا کہ ہمیں آج ہی ہوائی جہاز کے ذریعے ماسکو بھیجا جا رہا ہے۔

اس موقع پر سب سے پہلے ہم بین الاقوامی پرولتاریہ کا شکریہ ادا کرنا چاہتے ہیں۔ ہم

تمام ملکوں کے محنت کشوں کے شکر گزار ہیں۔ ہم تمام ترقی پسند دانشوروں کے ممنون ہیں کہ ان سب نے ہماری رہائی کے لئے زبردست جدوجہد کی۔ ہم سب سے پہلے سوویت یونین کے پرولتاریہ، مزدوروں اور کسانوں اور اپنی سوشلسٹ ریاست کے باشندوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ میں پورے وثوق اور یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر بین الاقوامی پیمانے پر جرمن فاشزم کے خلاف بھرپور جدوجہد نہ کی گئی ہوتی تو ہم آج اس وقت آزاد شہری کی حیثیت سے ماسکو میں موجود نہ ہوتے۔ یہ فسطائی تو آخر دم تک اس کوشش میں تھے کہ ہمیں پابجولاں زنداں میں ڈالے رکھیں، ہمیں جسمانی طور پر ناکارہ کر دیں۔ ہماری ہمتیں پست کر دیں اور ریشتاغ کو نذر آتش کرنے کا الزام ہم پر عائد کرنے کی سازش میں نازیوں کو جو شکست اٹھانی پڑی ہے اس کا ہم سے کسی نہ کسی طرح انتقام لیں۔

یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ بین الاقوامی سطح پر ہماری رہائی اور اس ریشتاغ مقدمے کی سازش کو بے نقاب کرنے کی پوری مہم کا مجھے اور میرے ساتھیوں کو بہت دیر میں علم ہوا کیونکہ ہم کو قید تنہائی میں رکھا ہوا تھا۔ ہمارا باہر کی دنیا سے کوئی رابطہ نہ تھا۔ اور تو اور ہمارے رشتہ داروں پر بھی پابندی تھی کہ وہ ہمیں کوئی اطلاع مہیا نہ کریں۔ یہ تو ابھی چند گھنٹوں کے دوران جو ہم نے آزادی سے ماسکو میں گزارے ہیں تو ہمیں ہمارے رفقا نے بتایا کہ عالمی سطح پر ہماری رہائی کے لئے کتنی بھرپور تحریک منظم ہوئی ہے۔ یہ میرا ایمان ہے کہ اس عظیم تحریک نے صرف ہمیں ہی رہائی نہیں دلوائی بلکہ اس کی وجہ سے سینکڑوں ہزاروں انقلابی کارکنوں کی زندگیاں بچ گئی ہیں۔ اس تحریک نے ڈیمیتروف اور بلغاریہ کے دوسرے ساتھیوں اور جرمنی کے ٹروگلر (TORGLER) کو موت کے منہ سے نہیں بچایا بلکہ جرمن کمیونسٹ پارٹی کے ہزاروں نام لیواؤں کو گوئرنگ کے ناپاک منصوبوں سے محفوظ رکھا ہے ورنہ گوئرنگ کھلے عام اس امر کا اعلان کر رہا تھا کہ وہ کمیونسٹوں کو تہس نہس کر دے گا۔ اس تحریک نے گوئرنگ اور اس کے ساتھیوں کو ریشتاغ قسم کا دوسرا ڈرامہ کھیلنے سے باز رکھا ہے۔

ڈیمیتروف نے اپنا انٹرویو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ جو بات میں نے بحیثیت ملزم کے عدالت میں کہی تھی وہ میں آج پھر دہراتا ہوں اور اس کو بار بار دہراتا رہوں گا کہ ریشتاغ کو آگ لگانے کی ذمہ داری جرمن فاشزم کے کندھوں پر ہے اور لیوبے فقط ایک ظاہرہ کارندہ تھا۔ اصل کارندے تو جرمنی کی نازی پارٹی کے قائدین ہیں جو حکومت کی گدیوں پر براجمان ہیں۔ یہ واقعات اور حقائق اب نہ صرف ایک عالم کو معلوم ہو گئے ہیں بلکہ خود جرمنی کے اندر بھی عوام کو ان سے آگاہی حاصل ہو گئی ہے۔ حالانکہ جرمنی اس وقت ایک بہت بڑے قید خانے میں تبدیل ہو چکا ہے اور یہاں عام طور پر اصل حقائق اور واقعات کا علم نہیں ہوتا۔ اس لئے یہاں کے عوام جن کو شروع میں واقعی یہ یقین تھا کہ ریشتاغ کو آگ لگانے کا کام کمیونسٹوں کا کیا دھرا ہے۔ ان کو بھی اب پتہ چل گیا ہے کہ کارستانی خود نازی قائدین کی ہے۔ اس آتشزنی کے ڈرامے کا مقصد نازی حکومت اور قائدین کو محبوب اور مقبول بنانا تھا اور کمیونسٹوں کو گردن زدنی ٹھہرانا مقصود تھا۔ لیکن اگر نازی قائدین کو پہلے سے یہ علم ہوتا کہ ریشتاغ کے بارے میں مقدمے میں ان کی یہ گت بننے والی ہے تو وہ کبھی یہ مقدمہ قائم کرنے کی جرأت ہی نہ کرتے۔

ڈیمیتروف نے جرمن قید خانے کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ جو سلوک ہم سے جیل خانے میں کیا گیا ہے وہ الفاظ میں بیان ہی نہیں ہو سکتا۔ اس وحشیانہ طرز عمل کا ایک ہی مقصد تھا کہ ہماری روح کو کچل دیا جائے، ہمارے آدرش اور اعتقاد کو ہلا دیا جائے، ہمیں زندہ لاش میں تبدیل کر دیا جائے۔ در اصل ہمارے ساتھ جو جیلوں میں سلوک ہوتا رہا ہے اس کا علم باہر کی دنیا کو نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بیرونی دنیا کی پوری توجہ ہمارے مقدمے سے متعلق ڈرامے پر لگی ہوئی تھی اور وہ یہ نہ جان سکے کہ اس ڈرامے کے مظلوم کرداروں پر اس دوران کیا بیت رہی ہے۔

ڈیمیتروف نے ایک اور سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ ہم اپنے سوشلسٹ

وطن پہنچنے میں بہت مسرور ہیں۔ ہمیں جرمن فاشزم سے نفرت ہے لیکن ہمیں جرمن عوام، جرمن پرولتاریہ، جرمن کمیونسٹوں سے محبت ہے، بے پناہ محبت ہے اور ہم فاشزم کے خلاف جدوجہد میں ان کے دوش بدوش لڑتے رہیں گے۔

ڈیمیتروف نے ریشتاغ سے متعلق مقدمے کی سیاسی اہمیت کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا:

"عدالتی کاروائی کے دوران سوشل ڈیموکریٹک ورکر کمیونسٹوں سے ہمدردی کا اظہار کرتے رہے۔ وہ ہماری رہائی کی جدوجہد میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے لیکن یہ ہمدردی اور رہائی کی جدوجہد میں شرکت کافی نہیں ہے۔ ان کی ہمدردیاں سرمایہ داروں اور سرمایہ داری نظام کے خلاف مؤثر جدوجہد میں بدل جانی چاہئے۔ یہ درست ہے کہ لیپ زگ کی عدالت میں کمیونسٹوں کے دفاعی مؤقف نے دنیا بھر میں فسطائیت اور سرمایہ داری کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم کر دیا ہے۔ گو رسمی طور پر اس محاذ کے قیام کا اعلان نہیں کیا گیا تاہم دنیا بھر کے کمیونسٹوں، انارکسٹوں اور آزاد ورکروں نے مل کر فسطائیت کے خلاف جدوجہد کی ہے۔ لاکھوں محنت کش دیس دیس میں لیپ زگ کی عدالت میں لڑی جانے والی لڑائی میں شریک رہے ہیں۔ لاکھوں عوام نے فسطائیت کے خلاف متحدہ محاذ کے طور پر جدوجہد کی ہے۔ سرمایہ داروں اور انتہائی درجہ کے رجعت پسند حلقوں اور ان کے اخبارات کو بھی ہمارے موقف کے خلاف لب کشائی کی ہمت نہیں ہوئی۔ ہٹلر گوئرنگ اور دوسرے نازی لیڈر اس بھری دنیا میں یکا و تنہا رہ گئے ہیں۔ ان کو جرمنی کے اندر اور باہر کی دنیا میں حمایتی نہیں مل رہے۔"

ڈیمیتروف نے آخر میں کہا:

"اس روئے زمین پر آج ملک ملک کے محنت کش جس انداز سے متحد ہو کر فسطائیت کے خلاف سینہ سپر ہو رہے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ ریشتاغ کے مقدمہ میں میرا موقف درست تھا اور دشمن کی عدالت میں اپنی صفائی میں جو انداز اختیار کیا تھا وہ صحیح تھا۔

آج فسطائیت کے خلاف عالمی کمیونسٹ تحریک کا وہی رویہ ہے جو عدالت میں میرا رویہ تھا۔

پیشین گوئی

ڈیمیتروف کے اس بیان کے صرف ۱۲ سال بعد ۱۹۴۵ء میں جرمنی کے فسطائی حکمران اپنے کئے کی جواب دہی کے لئے عدالت میں کھڑے تھے اور ان کے جرائم کی فہرستیں ان کے ہاتھوں میں تھیں۔ اس وقت ڈیمیتروف نے کہا تھا :۔

"ہٹلر اور اس کے ساتھی اپنے جرائم کی پاداش میں سزا پا چکے ہیں۔ اب چرچل (Churchill) اور اس کے ساتھیوں کو جو ہٹلر کی راہ پر چل نکلے ہیں اپنے بارے میں سوچنا چاہئے۔ یہ لوگ ہٹلر کا مقام لینا چاہتے ہیں۔ یہ دنیا پر اپنی آمریت مسلط کرنا چاہتے ہیں۔ یہ دنیا کو ایٹم بموں سے ڈرا رہے ہیں۔ یہ ایک تیسری عالمی جنگ کے لئے سازشیں کر رہے ہیں۔ یہ سوویت یونین کے خلاف جارحانہ عزائم رکھتے ہیں۔ ان سب کو سوچنا چاہئے کہ ہٹلر اور گورنگ کے آغاز اور انجام میں کیا فرق تھا۔ یہ لوگ محنت کشوں کے خلاف، مزدوروں اور کسانوں کے خلاف اور جمہوریت کے خلاف لڑائی کی تیاری کر رہے ہیں۔ یہ ساری دنیا پر حکمرانی کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ ہٹلر اور گورنگ کسی شاندار مستقبل کے مالک نہیں تھے۔ انہیں زیادہ مہلت نہیں ملے گی۔ بہت جلد انہیں بھی اپنے خلاف الزامات کی جواب دہی کے لئے عدالت میں پیش ہونا پڑے گا۔"

دنیا میں کوئی غیب دان نہیں اور میں بھی غیب نہیں جانتا لیکن گورنگ جب اختیارات کا مالک تھا میں اس وقت جانتا تھا کہ انجام کیا ہوگا؟ اور

اسی چیز نے مجھے حوصلہ دے رکھا تھا۔

ہٹلر اور گوئرنگ نے کمیونزم کو دبانا چاہا۔ انہوں نے سوویت یونین کو مٹانا چاہا لیکن ہوا یہ کہ یہ لوگ نہ کمیونزم کو دبا سکے۔ نہ سوویت یونین کو مٹا سکے اور نہ دنیا کو اپنا غلام بنا سکے۔ اُنہوں نے اپنا نقصان کیا۔ اپنے ملک کا نقصان کیا اور اپنے لئے تختۂ دار اور قبر کے سوا کہیں جگہ نہ بنا سکے۔

یہ واقعات ان لوگوں کے لئے عبرت ہیں۔ جو آنکھوں کے مالک ہیں اور ان لوگوں کے لئے سبق ہیں جو دماغ کے مالک اور سوچنے کی قوت رکھتے ہیں۔"

پرولتاریہ کا فاشسٹ دشمن متحدہ محاذ

اور

آزاد بلغاریہ کے لئے جدوجہد

باب ـ ۱۴

ڈیمیتروف نے جب نازیوں کی قید سے رہائی پائی اور وہ برلن سے سوئے ماسکو روانہ ہوا تو اُس کی عمر ۵۲ برس ہو چکی تھی ۔ نازیوں کی قید نے اس کی صحت کو خاصا متاثر کیا تھا اور اس خرابی صحت کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ کچھ دیر آرام کرتا لیکن جنگ کے شعلے جس تیزی سے اس جہان رنگ و بو کو اپنی لپیٹ میں لے رہے تھے ۔ ان سے ہر حساس انسان لرزہ براندام ہو رہا تھا اور فاشزم کی یلغار دنیا کے امن کو تباہ کر رہی تھی ۔ تہذیب و تمدن، علم و ادب، آرٹ اور فن فاشسٹوں کے ہاتھوں تہس نہس ہو رہے تھے ۔ ایسے میں کیسا آرام اور کیسی صحت چنانچہ ڈیمیتروف آتے ہی کمیونسٹ انٹرنیشنل کے کاموں میں لگ گیا اور یہ وہ زمانہ تھا جب کمیونسٹ انٹرنیشنل نے ڈیمیتروف کی رہنمائی اور قیادت میں محنت کشوں اور فاشسٹ دشمن طاقتوں کے متحدہ محاذ کی پالیسی مرتب ہوئی ۔

ڈیمیتروف نے جولائی ۱۹۳۵ء میں بین الاقوامی کمیونسٹ پارٹیوں کے اجلاس میں پیش کی جانے والی ایک رپورٹ میں کہا تھا کہ فسطائیت کے کامیاب مقابلے کی ایک ہی صورت ہے اور وہ ہے محنت کشوں کا اتحاد دنیا بھر کے محنت کش خواہ شہروں میں ہیں یا دیہاتوں میں اور دانشور آپس میں متحد ہو کر فسطائیت کو پھیلنے اور آگے بڑھنے سے روک سکتے ہیں ۔

منظم فاشسٹ دشمن پارٹیوں کی ضرورت

اُس نے محنت کشوں کو باہم اختلافات باقی رکھنے اور انتشار کی پالیسی اختیار کئے

رہنے کے ممکنہ نقصانات سے خبردار کیا۔ اُس نے محنت کشوں کی بین الاقوامی تنظیم قائم کرنے میں ان تھک محنت کی اور فسطائیت کی روک تھام کرنے کے طریقوں کی وضاحت کی۔

اُس نے دنیا کے ہر ملک کے مزدوروں سے خطاب کیا اور انہیں فسطائیت کے خلاف متحد ہو کر جد وجہد کرنے کے لئے تیار کیا۔ اُس نے مزدوروں، کسانوں، دانشوروں حتیٰ کہ سرمایہ داروں کے حامیوں اور طفیلیوں کو بھی فسطائیت کے خلاف متحدہ عوامی محاذ بنانے کی دعوت دی۔ اس نے دنیا میں نوآبادیاتی نظام کے خلاف بھی عوام کو متحد کرنے کی کوشش کی۔

ڈیمیتروف نے بین الاقوامی کمیونسٹ پارٹیوں کی ساتویں عالمی کانگرس کے موقع پر نہ صرف کمیونسٹوں سے بلکہ تمام محنت کشوں، مزدوروں، کسانوں، دانشوروں، جمہوریت پسندوں اور ایسے لوگوں سے جو کسی پارٹی یا تنظیم سے وابستہ نہ تھے اور ان لوگوں سے جنہیں جبری طور پر فسطائیوں نے اپنی پارٹی میں شامل کر رکھا تھا، کہا تھا:

"ہم چاہتے ہیں کہ سرمایہ دار ملکوں میں ہماری پارٹیاں حقیقی معنوں میں محنت کشوں کی سیاسی پارٹیوں کی طرح کام کریں۔ ہماری پارٹیاں صحیح بالشویک اصولوں پر کام کریں۔ اپنی کوششوں کو محض پروپیگنڈے اور دوسروں پر تنقید کرنے تک محدود نہ رکھیں۔

ہم ہر قسم کی تنگ نظر وطن پرستی کے خلاف ہیں۔ ہم حقائق کا صحیح صحیح اندازہ کرنا چاہتے ہیں۔ ہم ہر جگہ اور ہر کہیں ایک معین رسم اور طریقے پر عمل کرنا ضروری نہیں سمجھتے بلکہ ہم حالات اور وقت کے تقاضوں کے مطابق کام کرنے کے حامی ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ مختلف حالات میں مختلف کام کئے جاتے ہیں۔ کمیونسٹوں کی حالت ہر کہیں ایک جیسی نہیں ہوتی۔"

ہم صحیح اور درست اندازہ کرنا چاہتے ہیں کہ عوام میں طبقاتی کشمکش کی صلاحیت اور شعور کس حد تک ہے اور ان میں انقلاب سے متعلق مسائل حل

کرنے کے کس قدر امکانات ہیں۔

ہم محنت کشوں کے طبقاتی مفادات کے دشمنوں کے خلاف جدوجہد کے لئے ایک دوسرے سے اتحاد کے خواہاں ہیں۔ ہم انقلابی دستوں کو آگے بڑھانا چاہتے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ انقلابی دستوں اور عام محنت کشوں کے درمیان پائی جانے والی اجنبیت اور غربت کو ختم کر دیں۔ ہم محنت کش طبقہ کو اس کے اتحادیوں کے قریب لانا چاہتے ہیں تاکہ سرمایہ داروں اور فسطائیوں کے خلاف مؤثر طور پر جدوجہد کر سکیں۔

ہم سوویت یونین کی بالشویک پارٹی (کمیونسٹ پارٹی) کے انقلابی اصولوں پر دوسرے ملکوں اور خاص کر جرمن، سپین، اور آسٹریا کی کمیونسٹ پارٹیوں کو چلانا چاہتے ہیں۔

ہم ہر ممکن طریق پر اپنی پارٹیوں کو مسلح کرنا چاہتے ہیں۔ ہم انہیں علم و آگاہی سے اس حد تک مسلح کرنا چاہتے ہیں کہ یہ آنے والے حالات اور مشکلات کا مقابلہ کر سکیں۔ اس مقصد کے لئے ہم پارٹیوں میں نظریاتی تعلیم کا معیار اونچا کرنا چاہتے ہیں اور انہیں مارکس اور لینن کے افکار و خیالات کی تعلیم دینا چاہتے ہیں۔

ہم خود غرضی اور فرقہ پرستی کے رجحانات کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنا چاہتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ چیزیں ہماری کامیابی کی راہ میں زبردست رکاوٹ اور بُری طرح حائل ہیں۔ ہم ساری دنیا میں بائیں بازو کے رجعت پسندوں سے مصالحت کرنے کے شدید مخالف ہیں۔

ہم چاہتے ہیں کہ ساری دنیا کے کمیونسٹ انقلابی جدوجہد کے کام کو آگے بڑھانے کے لئے ہر ممکن طریق پر عمل کریں اور واقعات و تجربات سے

سبق حاصل کریں۔ ہم چاہتے ہیں کہ جو کنارے پر تماشائی بنے کھڑے ہیں انہیں گہرے پانیوں میں تیرنا سکھائیں۔

ہم یہ باتیں اس لئے چاہتے ہیں کہ انہی کے ذریعے محنت کش طبقہ انقلابی فوج بن سکتا ہے اور اپنا تاریخی مشن پورا کر سکتا ہے۔ محنت کش طبقے کا انقلابی اور تاریخی مشن فسطائیت اور سرمایہ داری کو نیست و نابود کرتا ہے۔"

بین الاقوامی کمیونسٹ پارٹیوں کے عالمی اجلاس نے ڈیمیتروف کی ان تجاویز اور خیالات کی تائید کی۔ سب نے ڈیمیتروف کی تاریخی نوعیت کی ولولہ خیز تقریر، انقلابی جدوجہد، رشتاغ (ریشتاغ) کیس کے سلسلے میں جرات، بہادری کا مظاہرہ، مزدوروں کے اتحاد کے لئے مساعیٔ جلیلہ، فسطائی دشمن کوششوں، لینن کی تعلیمات کی عملی تفسیر اور لینن سے اس کی وابستگی کی تعریف کی اور اس کی کوششوں کو سراہا اور ان کی تائید کی۔

اس کی تقریر کا ایک ایک جملہ ساری دنیا میں سنائی دیا۔ اس سے فسطائیت کے خلاف جدوجہد کرنے والوں کی حوصلہ افزائی ہوئی اور ان کے عمل میں تیزی اور شدت پیدا ہو گئی۔

کانگریس کی کارروائی کے بعد بھی ڈیمیتروف نے اپنی جدوجہد جاری رکھی اور انسانیت کے قاتلوں (فسطائیوں) کے خلاف لڑتا رہا۔

اُس نے جنگ اور فسطائیت کے خلاف کمیونسٹ پارٹیوں کی تمام کوششوں پر نظر رکھی اور اُس نے مختلف ملکوں خاص کر جرمنی، اٹلی، چین اور جین میں فسطائیت کے خلاف لڑنے والوں کی رہبری کی اور عوام و خواص کو ہٹلر کے روپ میں پرورش پانے والے عظیم خطرے سے خبردار کرنے کی کوشش کی۔

ڈیمیتروف نے سوشلسٹ کارکنوں کو بتایا کہ موقع پرست اور رجعت پسندوں کے لیڈروں کا نظریہ غلط ہے کہ "سوئے ہوئے کتوں کو نہ جگایا جائے۔" اُس نے کہا:

"حقیقت یہ ہے کہ آج ہٹلر جرمنی میں اقتدار کا خواہاں ہے تو کل ساری دنیا

پر اپنا تسلط جمانے کی کوشش کرے گا اور ارد گرد کے ہمسایہ ملکوں پر قبضہ کرنے کے لئے جارحانہ کارروائیاں کرے گا۔

اگر مغربی یورپ والے یہ سوچتے رہے کہ ہٹلر کی توجہ صرف کمزور ملکوں کی طرف اور مشرق بعید کے علاقوں کی طرف ہے تو یہ لوگ خطرناک قسم کی غلطی پر ہوں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ جرمنی کے ہمسایہ ملکوں کو اپنی حفاظت اور دفاع کے لئے خاص انتظامات کی ضرورت ہے اور انہیں اس طرف سے غافل نہیں ہونا چاہئے۔"

یہ باتیں ڈیمیتروف نے مئی ۱۹۳۶ئہ میں کہی تھیں۔

رجعت پسند لیڈروں کے اس نامعقول رویہ کے باوجود دنیا کے مختلف ملکوں کے محنت کش عوام فسطائیت کے خلاف جدوجہد میں مصروف رہے۔

پاپولر فرنٹ

کانگرس کے بعد فرانس میں پاپولر فرنٹ (POPULAR FRONT) نے رجعت پسندی اور فسطائیت کے خلاف جدوجہد میں خاصی سرگرمی کا مظاہرہ کیا اور فرانس کے سرمایہ داروں کی غداری اور فسطائیت کی حمایت کی پالیسی کو ناکام بنا دیا۔ کمیونسٹوں نے جو فسطائیت کے خلاف پاپولر فرنٹ (POPULAR FRONT) قائم کرنے میں سب سے پیش پیش تھے۔ انہوں نے ہر سطح پر جدوجہد کرکے ان تمام عناصر کو متحد کیا جو فسطائیت کے خلاف تھے۔ فسطائیت کی مخالفت میں کمیونسٹوں اور سوشلسٹوں نے ایک دوسرے سے تعاون کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کمیونسٹوں اور سوشلسٹوں کی متحدہ مزدور جماعت بن گئی۔

سپین (SPAIN) میں بھی فسطائیوں کے خلاف پاپولر فرنٹ (POPULAR FRONT) قائم ہوا جس نے بعض دوسری جماعتوں سے اتحاد کرکے اپنی قومی آزادی کے بچاؤ کے لئے

جدوجہد کی۔ حقیقت یہ ہے کہ فرانس کی طرح سپین میں بھی اس متحدہ محاذ کے قیام کا سہرا سپین کی کمیونسٹ پارٹی کے سر تھا اور اسی کی کوششوں سے یہ محاذ قائم ہوا تھا۔

ڈیمیتروف نے کمیونسٹوں کو ہر وقت دو چیزوں کی طرف توجہ دلانے کی خاص کوشش کی:۔

۱۔ جرمنی اور اٹلی کے فسطائیوں کا متحد ہو کر اور اسی طرح برطانیہ اور فرانس کے سرمایہ داروں کا ایک ہو کر محنت کشوں کی بین الاقوامی تحریک جمہوریت ۔ امن اور سوشلزم کے خلاف سازش کرنا۔

۲۔ فسطائیت اور جنگ سے دنیا کے امن کو بچانے کے لئے محنت کشوں کے متحدہ محاذ کی تحریک۔

ان میں دوسری چیز مختلف ملکوں کے محنت کشوں کے مفاد کی چیز تھی ۔ لیکن رجعت پسند لیڈروں نے اس کی راہ میں روڑے اٹکانے کی کوشش کی۔ رجعت پسند لیڈر فسطائیت کے آگے ہتھیار ڈال دینے کے حق میں تھے ۔ لیکن ضرورت اس بات کی تھی کہ مختلف ممالک میں ایسی حکومتیں قائم کی جائیں جو فسطائی حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے کی اہلیت رکھتی ہوں۔

ان دنوں ڈیمیتروف نے فسطائیت کے خلاف جدوجہد اور حالات کو بگڑنے سے روکنے کی ضرورت پر لکھا تھا:۔

"گذشتہ عالمی جنگ کے بعد محنت کشوں، مزدوروں، کسانوں، چھوٹی قوموں، نیم آزاد اور غلام ملکوں اور نوآبادیاتی علاقوں کے عوام کا تہذیب، تمدن، ثقافت، جمہوریت اور امن کے تحفظ کے لئے باہمی اتحاد دنیا کی تاریخ کا بے مثال واقعہ ہے۔ مختلف ملکوں کے محنت کشوں کے اتحاد کی اصل اور حقیقی بنیاد یہی فسطائیت کے خطرے کا احساس اور جمہوریت اور امن کے بچاؤ کا خیال ہے۔"

ڈیمیتروف نے محنت کش طبقہ پر زور دیتے ہوئے کہا ہے کہ عوام کی قیادت کے

لئے سوجھ بوجھ سے کام لینا اور ہمت و استقلال کے ساتھ عوام کی راہ نمائی کرنا ضروری ہے۔ فسطائیت کے مقابلے کے لئے محنت کش طبقے کو دوسروں سے آگے رہنا چاہئے۔ اس نے کہا:

"فسطائیت کے خلاف مزدوروں کا بین الاقوامی اتحاد سب سے زیادہ ضروری اور بنیادی کام ہے۔ اس سلسلے میں کسی قسم کی تاخیر، کوتاہی یا غفلت ناقابل برداشت ہے۔"

دوسری عالمی جنگ کے دوران دنیا کے مختلف ملکوں کی کمیونسٹ پارٹیوں نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا تھا کہ ان میں مزدوروں کے مفادات کی حفاظت کی صلاحیت موجود ہے اور اس سلسلے میں ان پر عائد ہونے والی ذمہ داریوں سے بخوبی عہدہ برآ ہو سکتی ہیں۔ ڈیمیتروف نے کہا تھا:۔

"بین الاقوامی استحکام کے بغیر وطن دوستی بے معنیٰ ہے اور اسی طرح وطن دوستی کے بغیر بین الاقوامی استحکام کوئی قابل فہم حقیقت نہیں۔ بعض وطن پرستی کی تحریکیں عوام کو تباہی کی طرف لے جاتی ہیں۔"

اس وقت کمیونسٹ ہی تھے جو مختلف ملکوں میں فسطائیت کی راہ میں حائل ہو رہے تھے اور یہ حقیقت صاف، واضح اور نمایاں تھی کہ بین الاقوامی کمیونسٹ پارٹیوں کا مشترک پروگرام پایۂ تکمیل تک پہنچ گیا تھا۔ اور دنیا بھر کی ترقی پسند تحریکوں اور جماعتوں کے اتحاد کا مشن پورا کر لیا گیا تھا۔ اب کوم انٹرن (COMINTERN) باقی نہیں رہا تھا۔ اس لئے کہ اس کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی۔ نیز دوسری عالمی جنگ نے ایسے حالات پیدا کر دیئے تھے کہ اب ساری دنیا کی کمیونسٹ پارٹیوں کے لئے ایک ہی پروگرام پر عمل کرنا ممکن نہیں رہا تھا۔ چنانچہ مئی ۱۹۴۳ء کو ڈیمیتروف نے جو اس وقت "کوم انٹرن" کا جنرل سیکرٹری تھا۔ کمیونسٹ انٹرنیشنل کو توڑ دینے کا اعلان کر دیا تھا۔

ڈیمیتروف نے ۱۹۲۵ء میں کہا تھا :۔
"کسی پارٹی یا تنظیم کے بارے میں اس کے صحیح عوامی کارکن جمہوریت پسند اور کمیونسٹ ہونے کا معیار اس کا وہ رویہ ہے جو دنیا کے سب سے بڑے سوشلسٹ ملک کے بارے میں وہ رکھتی ہے۔"

آج دوسری عالمی جنگ کے بعد رجعت پسند عناصر برطانیہ اور امریکہ کی استعماری قوت کے بھروسے سوویت یونین کے خلاف کارروائیوں میں مصروف ہیں اور سوشلزم کی تعمیر میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں ۔ان کے بارے میں ڈیمیتروف کا کہنا حرف بحرف صحیح اور درست ثابت ہو رہا ہے ۔

سوویت یونین کی نئی ذمہ داری

نازی جرمنی کے خلاف لڑی جانے والی جنگ فسطائیت کی کامل شکست پر منتج ہوئی دنیا میں اس سے پہلے اس قسم کی کوئی مثال نہیں ملتی ۔ دوسری عالمی جنگ میں جرمنی کے استعمار پسند حکمرانوں نے جس وحشت و بربریت کا مظاہرہ کیا ہے وہ تاریخ عالم میں اپنی مثال آپ ہے ۔ نازی جرمنی کے خلاف جنگ کے بعد سوویت یونین پر ایک اور ذمہ داری آن پڑی تھی ۔ جنگ کے ابتدائی تین سالوں تک سوویت یونین کی فوجیں جرمنوں کے خلاف تنہا لڑتی رہی ہیں ۔ دشمن پر پہلی کاری ضرب ماسکو کے قریب لگائی گئی تھی ۔ سٹالن گراڈ (STALIN GRAD) کی ولولہ انگیز لڑائی نے جنگ کے حالات کا رخ بدل دیا تھا ۔ یہ واقعہ نازی جرمنی کے خلاف سوویت یونین کی لڑائی کے چوتھے سال کا ہے ۔

اس موقع پر سوویت یونین کی فوجوں نے نازی حملہ آوروں کے دانت کھٹے کر دیئے تھے ۔ اس کے بعد نازیوں کو روس کی سرزمین سے پیچھے ہٹنا پڑا ۔ اب اتحادی فوجیں بھی سوویٹ روس کی فوجوں سے مل گئی تھیں ۔ سوویت کے عوام نے انسانیت ، تہذیب ، تمدن اور جمہوریت

کے بچاؤ کے لئے بے مثال قربانیاں دیں جس کا نتیجہ فسطائیت کے زوال کی صورت میں نمودار ہوا۔

دوسری عالمی جنگ میں سوویت یونین کے نظامِ مملکت اور فوجی قوت ہی نے فتح حاصل کی تھی۔ اور یہ فتح روس کی کمیونسٹ پارٹی کی صحیح اور دانشمندانہ قیادت کا نتیجہ تھی۔ اس فتح کا ایک اور سبب یہ تھا کہ دنیا کی تمام اقوام میں برابری اور مساوات کا اصول سوویت یونین کی عوامی فوجوں کے پیشِ نظر تھا۔ اتحادی بھی اس نظریئے کا سہارا لے کر کام کر رہے تھے۔ یہ فتح تمام اقوام کے درمیان دوستی اور محبت پیدا کرنے والے ان اصولوں کی فتح تھی جن کا داعی لینن تھا۔ یہ فتح فسطائیت کے خلاف مارکس اور لینن کی تعلیمات کی فتح تھی۔

جمہوریت اور پائیدار امن کی خاطر جدوجہد نے ساری دنیا میں سوویت یونین کا وقار بلند کر دیا تھا۔ رجعت پسندوں، امریکی استعمار اور فسطائیت کے خلاف کی جانے والی کوششوں میں سوویت یونین کو شاندار فتح اور کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ دراصل جنگ بازوں نے سوویت یونین اور بہت سے دوسرے ملکوں کے خلاف ایک سازش کی تھی جسے سوویت یونین نے ناکام بنا دیا تھا۔

کئی سالوں تک مسلسل جدوجہد سے حاصل ہونے والے تجربات نے دنیا کی کمیونسٹ پارٹیوں کو رجعت پسندوں کے خلاف لڑائی کے گُر بتا دیئے تھے اور فسطائیت کے خلاف آزادی امن اور جمہوریت کی حمایت میں جدوجہد کرنے والوں نے ان تجربات سے بیش بہا فوائد حاصل کئے تھے اور جمہوریت کے بچاؤ کی راہیں متعین ہو گئی تھیں۔

جنگ سے حاصل ہونے والے تجربات نے کمیونسٹوں کو آزادی اور قومی خودمختاری کے تحفظ کے لئے عوام دشمن رجعت پسند طاقتوں کے خلاف لڑنا سکھا دیا تھا۔ کمیونسٹ پارٹی کی راہنمائی میں دنیا کی جمہوریت پسند طاقتوں نے مختلف ملکوں میں زبردست ترقی کی۔

سوویت یونین کی راہنمائی میں فسطائیت کے خلاف عوامی فتوحات نے بہت سے ملکوں میں آزادی اور جمہوریت کی خاطر لڑنے والوں کی حوصلہ افزائی کی۔

دوسری عالمی جنگ کے دوران اور اس کے بعد ڈیمیٹروف نے اپنی قوت اور تجربہ بلغاریہ کی کمیونسٹ پارٹی کی قیادت کے لیے وقف کر دیا تھا۔ یہ پارٹی ملک میں رجعت پسندی کے خلاف اور عوامی جمہوریت کے قیام کے لئے جدوجہد میں مصروف تھی۔ مارکس اور لینن کی تعلیمات پر بلغاریہ کے مخصوص حالات میں عمل کرنے کے لئے ڈیمیٹروف پارٹی کی قیادت کرتا رہا۔ ۱۹۴۵ء کے موسم خزاں میں جب برطانیہ اور امریکہ کی رجعت پسند طاقتیں اور ان کے ایجنٹ ملک کی جمہوری ترقی کی راہ میں حائل ہونے کی کوشش کر رہے تھے اور ہمارے ملک (بلغاریہ) کو کامل آزادی کی راہ سے ہٹا کر استعمار کا محتاج اور دست نگر بنانے کی سازش کر رہے تھے۔ اس وقت ڈیمیٹروف اپنے وطن بلغاریہ واپس آیا۔

اُس نے ۵۔ نومبر ۱۹۴۵ء کو اپنے وطن کی سرزمین پر قدم رکھتے ہوئے کہا تھا:۔

"بائیس سال پہلے جب میں بلغاریہ میں تھا اس وقت سے آج تک میں ہر جگہ، ہر موقع پر اور ہر حال میں بلغاریائی عوام کے بارے میں سوچتا رہا ہوں اور ان کے شاندار مستقبل، خوشی اور بہتری کے لئے جدوجہد کرتا رہا ہوں"

ڈیمیٹروف بلغاریہ آتے ہی پارٹی کی طرف سے اسمبلی کا ممبر منتخب ہو گیا تھا۔ اس وقت اُس نے سوویت یونین میں اعلیٰ اسمبلی کی رکنیت سے استعفیٰ دے دیا تھا۔ یہ ۱۹۳۷ء سے سپریم سوویت میں ڈپٹی تھا۔ جب یہ واپس بلغاریہ آیا تو اُس نے سوویت یونین کی شہریت چھوڑ دی تھی۔ یہ ۱۹۳۷ء سے سوویت یونین کا شہری تھا۔ سوویت یونین کے عوام نے اسے فسطائیت کے خلاف جدوجہد کے صلہ میں آرڈر آف لینن (ORDER OF LENIN) کا اعزاز دیا تھا (یہ اعزاز ۱۹۴۵ء میں اُسے دیا گیا تھا۔

اس دن سے ڈیمیٹروف اپنے تمام تجربات اور صلاحیتوں سے بلغاریہ کی کمیونسٹ

پارٹی کی خدمت کرتا رہا۔ اُس نے اپنے تجربات، صلاحیتوں اور قابلیت کو بلغاریائی عوام کے لئے وقف کر دیا تھا۔

۱۹۳۹ء میں بلغاریہ کی صورتِ حال

ڈیمیتروف جب دنیا و مافیہا سے بے نیاز کمیونسٹ انٹرنیشنل کی سرگرمیوں میں ہمہ تن مصروف تھا تو اس وقت بھی وہ اپنے وطن بلغاریہ کی انقلابی تحریک سے بے نیاز ہی نہیں ہوا بلکہ ساتھ ساتھ اس کی بھی قیادت کرتا رہا۔

یکم ستمبر ۱۹۳۹ء کو جب نازیوں نے پولینڈ پر حملہ کیا تو اُس نے دوسری جنگ عظیم کا آغاز کر دیا۔ برطانیہ اور فرانس جواب تک اس امید پر زندہ تھے کہ ہٹلر سوویت روس پر حملہ آور ہوگا وہ ہٹلر کے پولینڈ پر حملے سے بوکھلا گئے اور ان کو بالآخر میدانِ کارزار میں اترنا پڑا لیکن ہٹلری فوجیں پورے وسطی یورپ کو روندتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھیں ناروے، ڈنمارک، بلجیم، ہالینڈ سبھی ہٹلر کے آگے گھٹنے ٹیک چکے تھے اور دیکھتے دیکھتے جون ۱۹۴۰ء میں فرانس نے بھی ہتھیار ڈال دیئے۔ فرانس کی اس شکست نے سامراجیوں کی پوری منصوبہ بندی درہم برہم کر دی۔ اب ان کی اپنی زندگی اور بقا خطرے میں تھی اور اس طرح حالات کے جبر نے ان کو وہ راہ اختیار کرنے پر مجبور کر دیا جس سے اب تک وہ گریز کرتے رہے۔ سوویت یونین قریب قریب دس برس سے متحدہ تحفظ کے معاہدے کے لئے اپیل کر رہا تھا۔ وہ جنگ بازوں کے خلاف مؤثر مزاحمت کے لئے معاہدوں کا مطالبہ کر رہا تھا۔ لیکن برطانیہ اور فرانس کے حکمران سوویت یونین کی بات سننے کی بجائے ہٹلر کے ساتھ دوستی کے خواہاں تھے۔ چنانچہ اب اس نئی صورت حال میں وہ ایک طرف سوویت یونین سے معاہدے کے لئے بیتاب تھے تو دوسری طرف نازیوں کے زیر تسلط ممالک میں کمیونسٹ وہاں کے درمیانہ طبقے اور سرمایہ داروں سے اپیل کر رہے تھے کہ وہ اپنی قومی آزادی کے لئے

کمیونسٹوں کے ساتھ متحدہ محاذ بنائیں۔

ڈیمیتروف اور کمیونسٹ انٹرنیشنل نے جنگ اور فاشزم کی یلغار کو روکنے کے لئے جس متحدہ محاذ کی اپیل کی تھی اور کسی نے اس پر کان نہیں دھرے تھے وہ اب میدان کارزار میں تاریخ کا جبر اور حالات کا جادو اس متحدہ محاذ کو تخلیق کر رہا تھا۔ اس زمانے میں بلغاریہ کے سیاسی نقشہ پر جرمن نازیوں کے حامی بادشاہ بورس (BORIS) کی حکومت تھی، اور یہاں کے سرمایہ دار اور تاجر طبقے کی پوری معیشت کا انحصار جرمنی پر تھا۔ کیونکہ اس دور میں بلغاریہ کی ۷۱ فی صد تجارت جرمنی کے ساتھ تھی۔ چنانچہ بلغاریہ کا وزیر اعظم ALEXANDER TSANKOR بھی جرمنوں کا ہاتھ بندھا غلام تھا لیکن سرمایہ داروں کا ایک گروہ جس کا ناطہ برطانوی اور فرانسیسی سرمایہ داروں سے تھا وہ اس پالیسی کے مخالف تھے۔ لیکن اس گروپ کو بلغاریہ کی قومی اسمبلی میں خاصی اہمیت حاصل تھی۔ یہ صورت حال جرمن نواز بادشاہ کو کیسے گوارا ہو سکتی تھی کہ فرانسیسی اور برطانوی حکومتوں کا ایک گروہ قومی اسمبلی میں خاصی مقتدر حیثیت میں موجود رہے۔ چنانچہ بادشاہ نے دسمبر ۱۹۳۹ء میں قومی اسمبلی توڑ دی اور جنوری ۱۹۴۰ء میں نئے انتخابات کا اعلان کر دیا۔ یہ انتخابات حکومت اور بادشاہ نے بالکل اپنی مرضی کے مطابق کروائے اور کئی ایک شخصیتوں کو باقاعدہ پولیس کے ذریعے غائب کروا دیا گیا۔

اس نئی حکومت کے قیام سے فسطائی طور طریقوں کے لئے فضا سازگار ہو گئی۔ چنانچہ جبری بھرتی، یہودیوں کا انخلا اور ان کو کلیدی آسامیوں سے ہٹانے، نوجوانوں کو فسطائی تنظیموں میں بھرتی کرنے کے بارے میں متعدد قوانین بنائے گئے۔ اس جنگی جنون اور اسلحہ کے حصول کا نتیجہ یہ نکلا کہ عوام کی معاشی مشکلات میں روز افزوں اضافہ ہونے لگا۔ جرمنوں نے ملکی وسائل کو پوری طرح اپنے استعمال میں لانا شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عوام میں مزاحمت کی تحریک ابھرنے لگی۔ کمیونسٹوں نے مزدوروں میں اپنے کام کو

تیز کر دیا۔ چنانچہ سنہ ۱۹۴۰ء میں دھات کے کارخانوں کے مزدوروں نے اپنے مطالبات حکومت کو پیش کرنے کے لئے دو ہزار نمائندوں کا ایک وفد ترتیب دیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ سنہ ۱۹۴۰ء میں کوئی ۳۰ ہزار مزدوروں نے عام ہڑتال کر دی۔

اس فضا میں سوویت یونین نے بلغاریہ کی حکومت کو دوستی اور امن کے معاہدے کی پیش کش کی۔ حکومت اس پیش کش کو خفیہ رکھ کر ناکام بنا دینا چاہتی تھی لیکن کمیونسٹوں نے اس کے حق میں مہم چلا کر عوام کو متنبہ کیا کہ اگر بلغاریہ کی حکومت نے اس پیش کش کو ٹھکرا دیا تو اس کا مطلب ہوگا کہ بلغاریہ جنگ میں شریک ہو کر تباہ ہو جائے۔ ساڑھے تین لاکھ افراد نے اپنے دستخطوں سے اس دوستی کے معاہدے کی حمایت کی اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ یہ معاہدہ کرے۔ یہ مہم جنگ مخالف تحریک کا نکتہ عروج تھی۔

اپریل سنہ ۱۹۴۱ء میں جرمنی نے یوگوسلاویہ اور یونان پر چڑھائی کر دی اور مئی سنہ ۱۹۴۱ء میں بلغاریہ کی فوجوں نے یوگوسلاویہ کے کچھ علاقے پر قبضہ کر لیا اور جون سنہ ۱۹۴۱ء کو جرمنی نے سوویت یونین پر حملہ کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پوری دنیا میں جنگ کے کردار اور چلن میں ایک نمایاں تبدیلی آ گئی۔ چنانچہ اس حملے کے دو دن بعد بلغاریہ کی کمیونسٹ پارٹی نے جرمن فسطائیوں کے خلاف مسلح جدوجہد کا اعلان کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بلغاریہ کے سرمایہ داروں، زمینداروں اور درمیانہ طبقہ بھی جو اب تک کمیونسٹوں کے دشمنوں کی صفوں میں تھا وہ بھی آہستہ آہستہ کمیونسٹ پالیسی اور مسلح جدوجہد میں شریک ہونے لگا۔ اس طرح سے قومی سطح پر مسلح جدوجہد ابھرنے لگی۔

بلغاریہ کے کمیونسٹوں کی جدوجہد

بلغاریہ میں جرمنوں کی آمد ایک حملہ آور کے طور پر نہیں ہوئی تھی بلکہ وہ بلغاریہ کی فسطائی حکومت کی امداد کے لئے آئے تھے۔ چنانچہ بلغاریہ کی فسطائی حکومت کی

پوری مشینری جرمنوں کے استعمال میں تھی اوران افسروں اور نوکر شاہی کے کارپردازوں کو جرمنوں نے نئے علاقوں کے سبز باغ دکھا کر بہت حد تک اپنے ساتھ ملایا ہوا تھا چنانچہ اس نوکر شاہی نے گستاپو کی قیادت میں ۱۹۴۲ء میں کمیونسٹوں کے خفیہ اڈوں پر چھاپہ مار کر کئی ایک سرکردہ کمیونسٹوں کو گرفتار کر لیا۔ اوراپنی طرف سے پارٹی کا پورا خفیہ ڈھانچہ تباہ کر دیا۔ لیکن نازیوں کی یہ بھول تھی۔ چنانچہ جولائی ۱۹۴۲ء میں کمیونسٹ پارٹی نے ڈیمیٹروف کی ہدایت پر تمام محبان وطن سے اپیل کی کہ وہ دشمن کے خلاف متحد ہو جائیں اور ایک متحدہ محاذ قائم کریں۔ چنانچہ ڈیمیٹروف نے اس متحدہ محاذ جس کا نام FATHERLAND FRONT رکھا گیا تھا کا پروگرام ۱۷۔ جولائی کو خفیہ ریڈیو سے نشر کیا۔ اس میں کہا گیا تھا۔

۱۔ بلغاریہ جرمنی سے اپنے تمام معاہدے فی الفور ختم کردے۔

۲۔ نازیوں کو ملک سے باہر کر دیا جائے۔

۳۔ بلغاریہ سے جرمنی کو برآمدات کا سلسلہ فوراً منقطع کر دیا جائے۔

۴۔ بلغاریہ کی فوجیں یوگوسلاویہ کے علاقوں سے فی الفور واپس بلائی جائیں۔

۵۔ سیاسی جماعتوں پر سے پابندی اٹھائی جائے۔

۶۔ فسطائی تنظیموں کو توڑ دیا جائے اوران پر پابندی لگائی جائے۔

۷۔ ایک فاشسٹ دشمن جمہوری قومی حکومت تشکیل دی جائے۔

اگست ۱۹۴۲ء میں ایک مرکزی فادرلینڈ فرنٹ کمیٹی قائم کی گئی۔ دراصل یہ وہ زمانہ تھا جب جنگ کا پانسہ پلٹ رہا تھا۔ سٹالین گراڈ نے نازیوں کی خوابوں کے تمام محل چکنا چور کر دیئے تھے اور وہ اپنی طرف سے جیتی ہوئی بازی ہارتے دکھائی دینے لگے۔ اسٹالین گراڈ نے پورے یورپ کے مجاہدوں اور مزاحمت کرنے والے گوریلوں میں ایک نیا جذبہ اور ایک نیا ولولہ پیدا کر دیا۔ اور سُرخ فوج واقعی ایک نئی قسم کی فوج نظر آنے لگی۔ یہ نجات دہندہ کی فوج تھی۔ چنانچہ اس فوج نے دیکھتے دیکھتے نازیوں کو اپنی سرزمین سے ہی مار نہیں بھگایا۔

بلکہ مشرقی یورپ سے بھی نازیوں کے پاؤں اکھڑنے لگے اور اس سے مقامی ملکوں میں سرگرم عمل گوریلوں نے سُرخ فوج کے دوش بدوش اپنے ملکوں کو آزاد کرانا شروع کر دیا۔

اس تمام عمل کے دوران اس تمام خونریز معرکہ حق و باطل کے درمیان، اس فاشزم اور جمہوریت کے میدانِ کارزار کی طویل جدوجہد میں کمیونسٹ پارٹیاں ان پر عمل اور تجربے کی بھٹی میں تپ کر کندن بن چکی تھیں۔ چنانچہ یہ وہ زمانہ تھا جب کمیونسٹ انٹرنیشنل کے قائدین نے کمیونسٹ انٹرنیشنل کے توڑنے کا اعلان کیا۔ اس اعلان میں کہا گیا کہ تنظیم اپنا کام مکمل کر چکی اب اس بین الاقوامی تنظیم کی ضرورت نہیں ہے لیکن بین الاقوامیت زندہ ہے۔ پرولتاریہ کی بین الاقوامیت، عالمی بھائی چارہ زندہ و پائندہ ہے۔ اس کو کوئی طاقت نہ ختم کر سکتی تھی نہ کبھی اس کی ضرورت ہی پوری ہو سکتی ہے۔ یہ ایک لافانی جذبہ ہے جو رہتی دنیا تک روز بروز جوان ہوتا جائے گا۔

آزاد بلغاریہ

اس کے بعد ڈمیتروف کلیتہً بلغاریہ کا ہو رہا اور اس کی پوری توجہ فادرلینڈ فرنٹ کی کامیابی پر مرکوز ہو گئی۔ چنانچہ ۱۹۴۴ء میں وہ دن بھی آ گیا جب بلغاریہ نازیوں سے پاک و صاف ہو گیا۔ اس آزادی اور نجات نے سوویت یونین کو نئی توقیر عطا کی۔ نئی عظمت سے نوازا اور ان ملکوں کے لوگوں نے اپنی آنکھوں سے، اپنے خون، اپنے تجربے سے یہ سبق سیکھا کہ سوویت یونین نے، اس کے عوام نے دو کروڑ انسانوں کی قربانی دے کر اس عالم کو، اس کی انسانیت کو، اس کی تہذیب، اس کے تمدن کو، اس کی جمہوریت اور اس کے حسن کو فسطائیوں کی درندگی، ان کی وحشت سے محفوظ و مامون کیا ہے اور یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس پورے معرکہ میں صرف سرخ فوج اور اس کے اسلحہ کی جیت ہی نہیں ہوئی تھی بلکہ یہ فتح تھی ایک نئے نظام کی، یہ فتح تھی سوشلزم کی، یہ فتح تھی سوویت یونین کی کمیونسٹ

پارٹی اور اس کی مدبرانہ قیادت کی ۔صرف یہی نہیں بلکہ سرخ فوج جہاں جہاں پہنچی اُس نے حکومت کی باگ ڈور وہاں کے انقلابیوں، وہاں کے ترقی پسندوں اور جمہوریت کے حامیوں کے سپرد کی، سوویت یونین تمام اقوام کی برابری کو، ان کے حق خودارادیت کو صرف لفظی طور پر منہ زبانی قبول نہیں کیا تھا بلکہ اُس نے اس حق خودارادیت کو عملاً تسلیم کیا اور جس طرح اپنے ملک کی مختلف قوموں اور قومیتوں کے حقوق تسلیم کئے تھے۔ اسی طرح اس نے یورپ کے ان ممالک میں بسنے والی اقوام کے حقوق کو تسلیم کیا۔ چنانچہ یہ فتح اقوام کے درمیان دوستی اور محبت کے اصولوں کی تھی۔ یہ فسطائیت کی ظالم و جابر طاقتوں کے خلاف مارکس اور لینن کی تعلیمات کی فتح تھی۔

بلغاریہ میں فتح اور آزادی کا یہ پرچم ۹۔ستمبر ۱۹۴۴ء کو پہلی بار سربلند ہوا تھا۔

ڈیمیتروف نے ۵۔نومبر ۱۹۴۵ء میں بلغاریہ کی سرزمین پر قدم رکھا اور اس موقع پر رقت آمیز آواز میں اس نے کہا تھا:-

"۲۲ برس بعد میں اپنے وطن کی سرزمین پر قدم رکھ رہا ہوں۔ یہ بائیس سال میں نے کیسے اور کہاں گزارے یہ داستان بلغاریہ کے ہر ذی نفس کو ازبر ہے لیکن میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ میں ان بائیس سالوں میں جہاں بھی رہا ہوں اور جیسے بھی رہا ہوں بلغاریہ کے عوام سے لاتعلق نہیں رہا۔ میں آپ کے متعلق، آپ کے مستقبل کے متعلق ہر لمحہ ہر گھڑی سوچتا رہا ہوں اور آپ کے شاندار و درخشاں مستقبل کے لئے مصروفِ پیکار رہا ہوں۔ کبھی جیل کے اندر، کبھی جیل سے باہر، لیکن آپ کو کبھی نہیں بھولا۔"

ڈیمیتروف کو ۱۹۴۵ء میں ہی فادرلینڈ فرنٹ کے امیدوار کی حیثیت سے قومی اسمبلی کا رکن منتخب کر لیا گیا اور اس کے بعد اُس نے سوویت یونین کی سپریم سوویت کی رکنیت سے استعفٰے دے دیا۔ وہ ۱۹۳۷ء سے سپریم سوویت کا ڈپٹی چلا آرہا تھا۔ یہ

صرف سوویت یونین ہی ہے جو صرف دنیا بھر کے انقلابیوں کی پناہ گاہ ہی نہیں بلکہ اس کے اعلیٰ ترین اعزاز ان انقلابیوں کے لئے وقف ہوتے ہیں۔ چنانچہ ڈیمیٹروف نے بلغاریہ آنے کے بعد سوویت شہریت بھی چھوڑ دی۔ ویسے وہ ۱۹۲۷ء سے سوویت شہری چلا آ رہا تھا۔ یہی نہیں بلکہ اس کو ۱۹۴۵ء میں سوویت حکومت کی طرف سے فاشزم کے خلاف جدوجہد کے صلہ میں اپنا اعلیٰ ترین اعزاز ORDER OF LENIN دیا گیا تھا۔ چنانچہ بلغاریہ کی نئی حکومت نے جارجی ڈیمیٹروف کو اپنی مملکت کا پہلا سربراہ منتخب کیا۔

ڈیمیٹروف کو جب اس نئی عوامی جمہوریہ بلغاریہ کی سربراہی کا اعزاز ملا تو اس کی صحت جواب دے چکی تھی۔ گو اس کی عمر زیادہ نہ تھی۔ وہ فقط ۶۳ برس کا تھا لیکن مسلسل جدوجہد، جلاوطنی اور زنداں کی صعوبتوں نے اس کو عمر سے بہت پہلے بوڑھا کر دیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود اس نے نئے بلغاریہ کی تخلیق میں اور اس کے لئے نئی بنیادیں استوار کرنے میں بہت نمایاں کام کیا۔ ایسا کام جو آج بھی زندہ و تابندہ ہے۔ وہ فقط چار برس زندہ رہا اور ۱۹۴۹ء میں جب وہ صرف ۶۷ برس کا تھا وہ اس جہانِ رنگ و بو کو خیرباد کہہ گیا لیکن اس نے اپنی آنکھوں کے سامنے سوشلسٹ بلغاریہ کو ابھرتے دیکھ لیا تھا۔ اس نے بلغاریہ کی کمیونسٹ پارٹی کی پانچویں کانگریس جو ۱۹۴۸ء میں منعقد ہوئی تھی اس میں رپورٹ پیش کرتے ہوئے بلغاریہ کے انقلاب کے بارے میں کہا تھا اور یہ اس کے تقریباً آخری الفاظ تھے۔

بلغاریہ کے انقلاب کی خصوصیات

"ہمارے اشتراکی انقلاب کا خصوصی امتیاز یہ ہے کہ یہ روسی نعرہ بازی کے زیر اثر برپا نہیں ہوا بلکہ عوامی جمہور رجحان کے زیر سایہ پروان چڑھا۔ ۱۹۴۴ء میں بلغاریہ جن حالات سے دوچار تھا ان کے پیش نظر کسی خونریز

انقلاب کی بجائے یہی مناسب تھا کہ فسطائیت کے خلاف غریبوں، مزدوروں محنت کشوں اور متوسط طبقے کے کسانوں کو متحد کر دیا جائے۔ ہم نے اس طریق کار سے بورژوا طبقے کو غیر جانب دار بنا کر ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ متوسط خوش حال طبقہ بھی جدوجہد میں شرکت کر سکے۔ المختصر انقلاب کی کامیابی کے بعد جب پرولتاری آمریت بلغاریہ میں قائم ہوئی تو اُس کا انداز روس کی انقلابی حکومت سے مختلف تھا۔ سختی اور سفاکی کی بجائے معتدل انداز کی عوامی جمہوری ریاست وجود میں آئی جس میں رئیس اور متوسط خوش حال طبقے نے بھی حصّہ بقدر جثہ کے اصول پر شرکت کی۔

غرض حکومت میں بلغاری زرعی نیشنل یونین کی سرگرم شرکت کی بدولت جو ہمارے ملک کی خصوصیت ہے اور کمیونسٹ پارٹی کی رہبری میں سوشلزم کی ترقی کا راستہ ہموار ہو گیا۔ ہمارے سیاسی اور سوشل نظام کا، نیز انقلابی جدوجہد کا طرّہ امتیاز یہی ہے کہ ہم نے فادر لینڈ فرنٹ کے نام سے خصوصی سیاسی ہیئت کے بطور مزدوروں، محنت کشوں، کسانوں اور جمہوری دانشور طبقہ کو متحد کیا ہے۔ جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے مزدور، محنت کش طبقے کی آمریت قائم ہو جانے کے باوجود سفاکی یا چیرہ دستی کی نوبت نہیں آئی۔ سرمایہ داری کے خلاف شدید جدوجہد کے باوجود ہم نے خانہ جنگی اور باہمی خونریزی سے قطعی اجتناب کیا۔ ہماری امتیازی خصوصیت یہی ہے جس کے لئے ہم روسی نجات دہندہ فوج کی موجودگی کے ممنون احسان ہیں۔"

طلوعِ صبح سے پیوست ہو کے جو برسا
وہ آفتاب افق تا افق ہے زر فشاں



ڈیمیتروف عدالت میں اپنا بیان دے رہا ہے



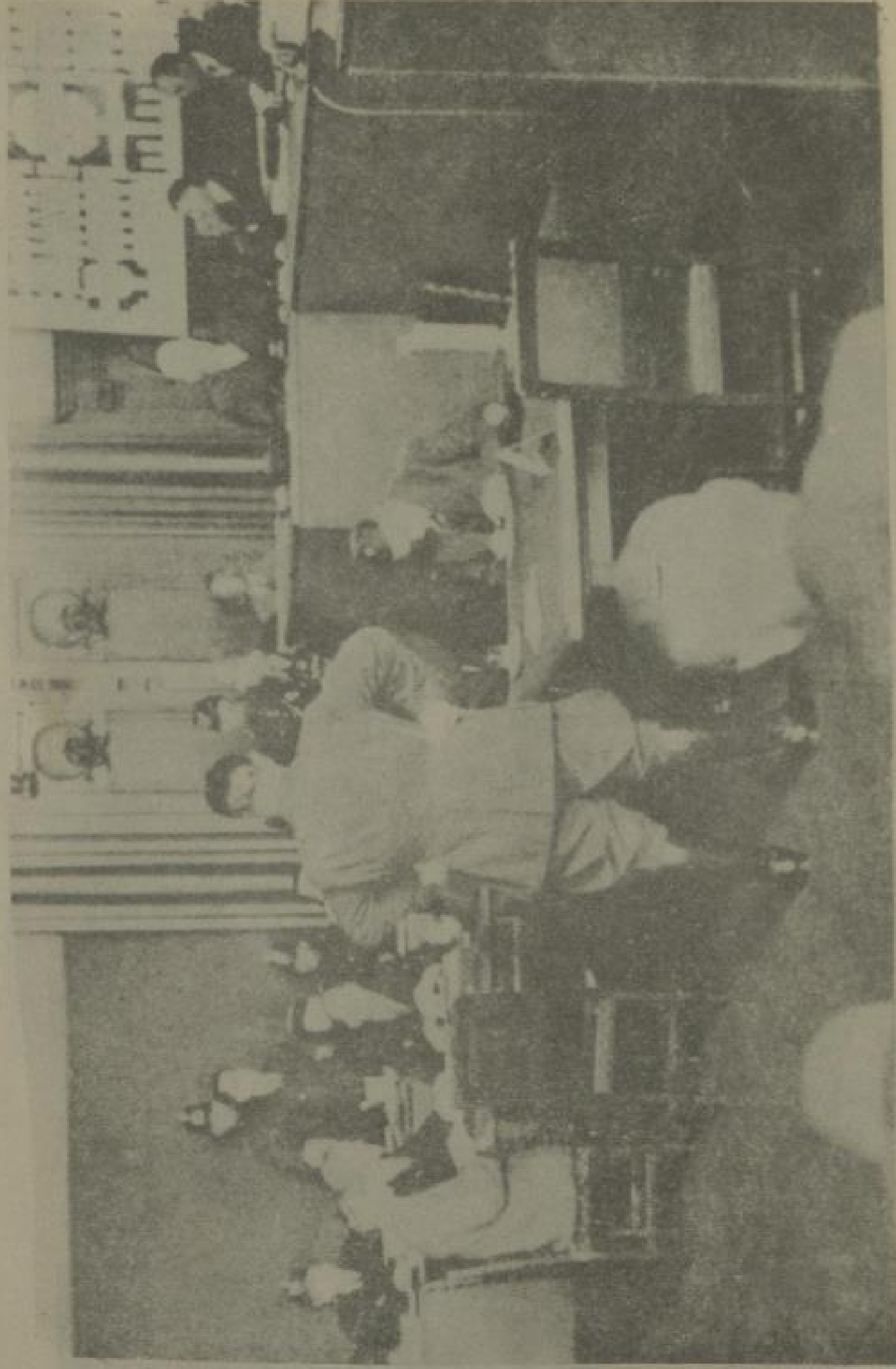
ڈیمیتروف کا رہائی کے بعد ماسکو میں استقبال



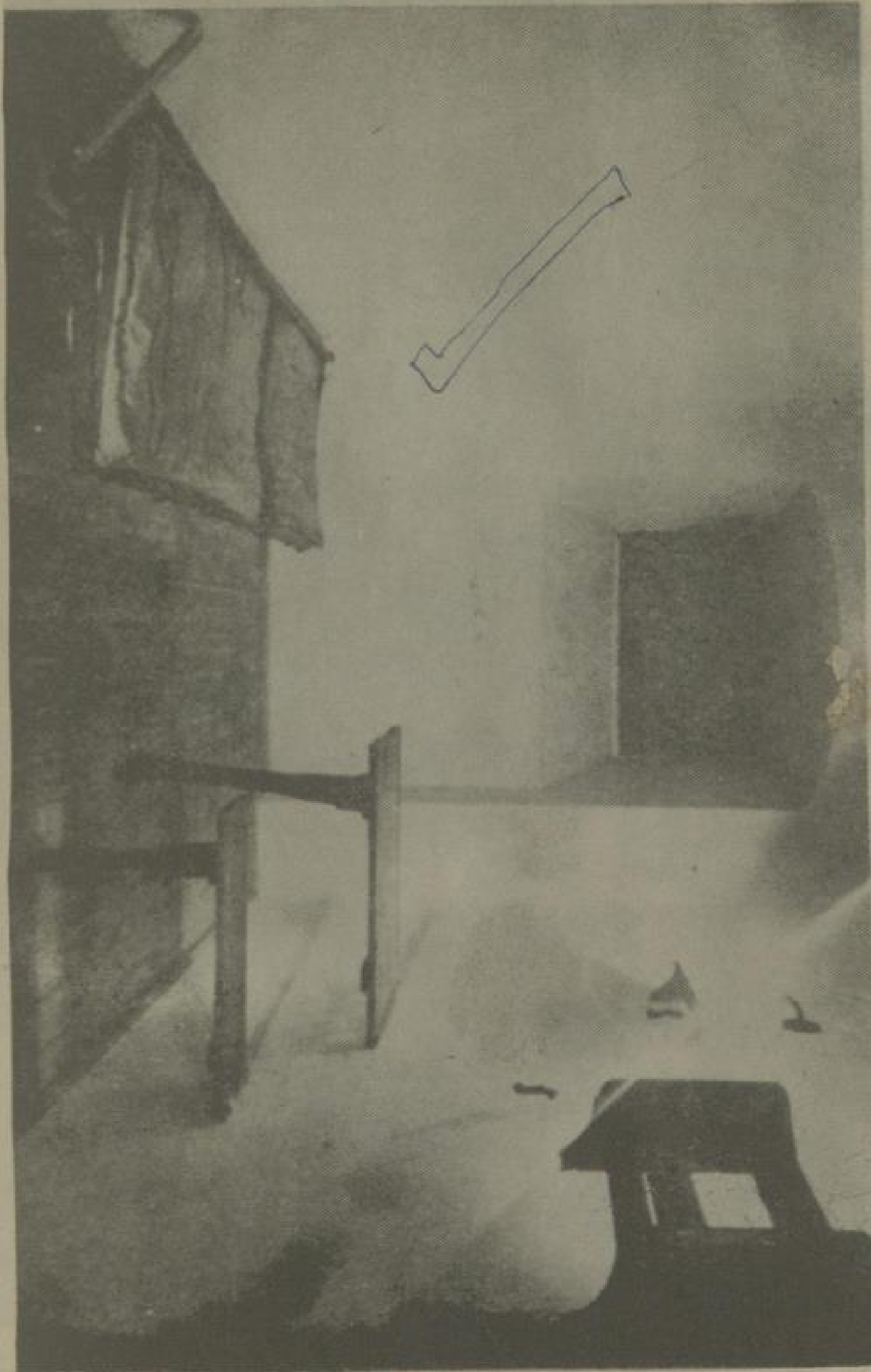
ڈیمیتروف، ٹانیف اور پاپوف رہائی کے بعد



ڈیمیتروف استغاثہ کے گواہ نازی وزیر داخلہ گوئرنگ پر جرح کر رہا ہے۔



نازی وزیر داخلہ گوئرنگ عدالت میں استغاثہ کی طرف سے شہادت دے رہا ہے



ڈیمیتروف کی جیل کی کوٹھری



ڈیمیتروف اور میکسم گورکی

عبداللہ ملکؒ

کی اہم کتابیں

داستانِ دارورسن

صفحات ۳۵۰، سائز ۸/۲۲×۱۸، مجلد مع گرد پوش

قیمت: ۳۵ روپے

یہ کتاب پاک وہند اور بین الاقوامی کمیونسٹ تحریک سے متعلق ہے۔ ایوب شاہی دور میں مارے جانے والے مشہور کمیونسٹ لیڈر حسن ناصر کی شہادت کی پوری تفصیلات طرح شاہی قلعہ میں اس کی موت ہوئی اور اس موت کا ہائی کورٹ میں کیسے چرچا ہوا، کتنے چلے، کتنی تحقیقاتیں ہوئیں۔ ان سب تفصیلات کو پہلی بار قلم بند کر کے یکجا بھی کیا گیا۔ اس کی پوری سوانح اور اس دور کی کمیونسٹ تحریک کے عروج وزوال کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

اسی طرح سے اس میں کیمبلپور کے میرزاد کا تذکرہ ہے جو عین شباب میں ۱۹۴۷ء میں جہازیوں کی بغاوت میں بندوق بدست مارا گیا۔ یہ میرداد جو جیل سے فرار ہوا۔ اس کی پوری کہانی ہے کیسے اُس نے روپوش رہ کر انقلابی تحریکوں میں حصہ لیا۔ کیسے وہ دیس دیس میں روٹی روزگار کے لئے مارا مارا پھرا۔ اور وہ پھر کس طرح بین الاقوامی کمیونسٹ تحریک میں شریک ہوا۔ یہ سب کہانیاں ان صفحات میں بکھری پڑی ہیں۔

یہی نہیں بلکہ بین الاقوامی کمیونسٹ تحریک کے بعض عظیم دانشوروں کی روئداد حیات اور ان کی تحریریں اس کتاب میں پہلی بار یکجا ہوئی ہیں۔ ان میں جی گویرا کی مفصل سوانح اور تحریریں ہیں۔ ان میں پیرس کے گبریل پیری، چیکوسلوویکیہ کے جولیس فیوچک، انگلستان کے رالف فاکس اور چین کے سات شہید ادیبوں کا تذکرہ شامل ہے۔

پنجاب کی سیاسی تحریکیں

۱۹۲۰ء سے ۱۹۴۰ء تک

صفحات ۳۵۰، مجلد مع گردپوش
سائز ۱۸×۲۲/۸، قیمت ۳۰ روپے

ان صفحات میں اس دور کی ان تحریکوں کا تذکرہ اور تجزیہ ہے۔ جنہوں نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے نچلے متوسط طبقہ کو متاثر کیا۔ ان تحریکوں کی تاریخ ہی نہیں بلکہ اس وقت کے پنجاب کا پورا سیاسی و سماجی پس منظر بھی بیان کیا گیا ہے۔ ان تحریکوں میں راشٹریہ سیوک سنگھ ہے۔ مجلس احرار ہے، خاکسار ہیں، پچپن فیصدی کی تحریک کا تذکرہ ہے۔ قادیانیوں کی تحریک کی مقبولیت اور مخالفت کی روئیداد اور تفصیلی تجزیہ ہے اُردو ہو یا انگریزی ان تحریکوں پر کوئی بھی ایسی جامع کتاب ابھی تک سپردِ قلم نہیں کی گئی۔

بنگالی مسلمانوں کی صد سالہ جہدِ آزادی

۱۷۵۷ء تا ۱۸۵۷ء

صفحات ۵۰۰، سائز ۱۸×۲۲/۸ قیمت ۵۰ روپے

یہ ضخیم کتاب بنگالی مسلمانوں کی تاریخ ہے اس میں انگریز کی آمد اور اس کے بندوبست دوامی کے نتائج میں چلنے والی مذہبی اور کاشتکاروں کی تحریکوں کی روئیداد ہے۔ بنگال میں اسلام کیسے آیا اور اس نے کن طبقوں کو متاثر کیا۔ بنگالی زبان اور ادب کیسے متاثر ہوئے۔ ان تمام باتوں کا ذکر ان صفحات میں ملے گا۔ اس میں "زمین خدا کی ہے" یہ نعرہ مولوی شریعت اللہ نے بلند کیا۔ جو فرائضی تحریک کے بانی تھے۔ ان تمام تحریکوں کا تذکرہ ہی نہیں۔ بلکہ ان تحریکوں اور سید احمد شہید کی تحریک کے تعلق پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے کہ کیسے بنگال اور بہار کے کاشتکار صوبہ سرحد میں آزادی کی جدوجہد کے لئے جمع ہوتے رہے۔ اس کتاب سے بنگالی مسلمانوں کے اس ورثے کا پتہ چلتا ہے جو ہم سے ہم آہنگ بھی تھا اور الگ بھی، اور ایک صدی بعد کے رونما ہونے والے واقعات کا پورا پس منظر اس کتاب سے اجاگر ہوتا ہے۔